کاشفِ اسرار

(حیات وتصانیفِ صوفی عطا محمد قادریؒ)

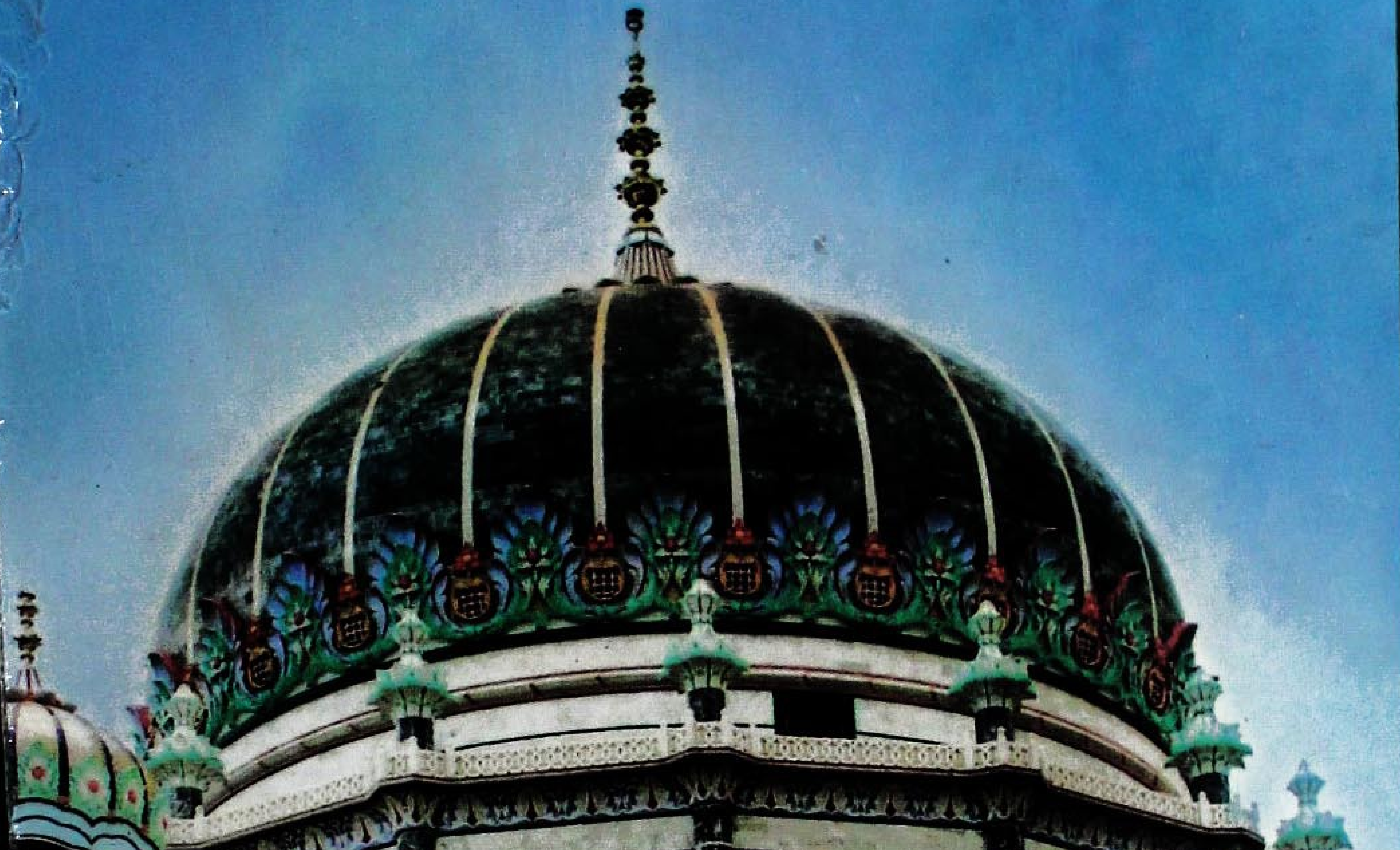

ڈاکٹر نفیس اقبال

Marfat.com

کاشفِ اسرار

(حیات و تصانیفِ صوفی عطا محمد قادریؒ)

ڈاکٹر نفیس اقبال

سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور

Marfat.com

923.4 Nafees Iqbal, Dr.
Kashaf-i Israar/ Dr. Nafees Iqbal.-
Lahore : Sang-e-Meel Publications, 2010.
207pp.
1. Biography. I. Title.

اس کتاب کا کوئی بھی حصہ سنگ میل پبلی کیشنز/مصنف سے باقاعدہ تحریری اجازت کے بغیر کہیں بھی شائع نہیں کیا جاسکتا۔ اگر اس قسم کی کوئی بھی صورتحال ظہور پذیر ہوتی ہے تو قانونی کارروائی کا حق محفوظ ہے۔

۳۹۷۶۹۲
۹۱۶۸۶

2010
نیاز احمد نے
سنگ میل پبلی کیشنز لاہور
سے شائع کی۔

ISBN-10: 969-35-2302-4
ISBN-13: 978-969-35-2302-7

Sang-e-Meel Publications
25 Shahrah-e-Pakistan (Lower Mall), Lahore-54000 PAKISTAN
Phones: 37220100-37228143 Fax: 37245101
http://www.sang-e-meel.com e-mail: smp@sang-e-meel.com

حاجی حنیف اینڈ سنز پرنٹرز، لاہور

Marfat.com

والدہ محترمہ اُمِ رقیہ کے نام

جو تصوّف کی مجسم تصویر تھیں

Marfat.com

Marfat.com

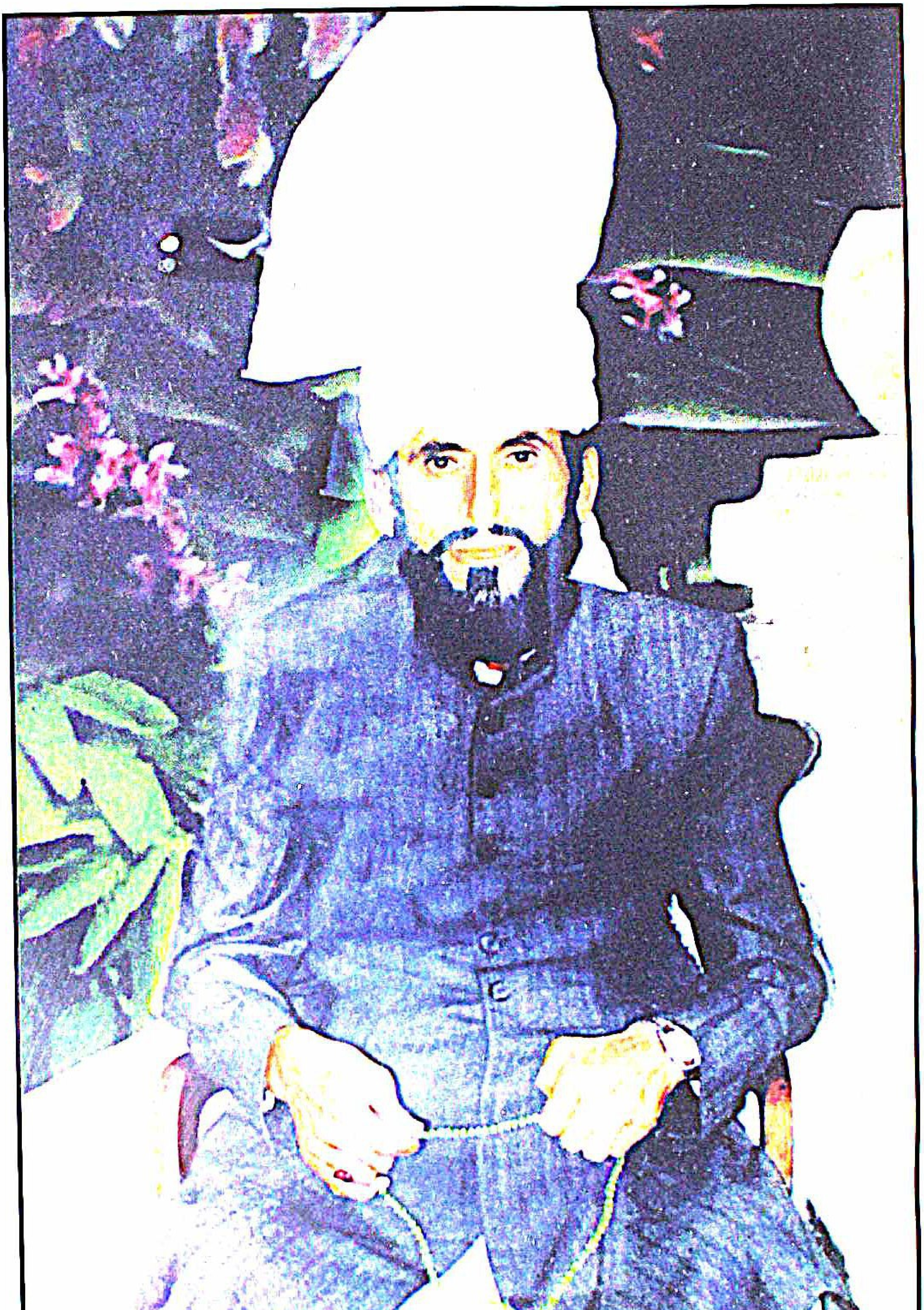

صوفی عطا محمد قادریؒ

Marfat.com

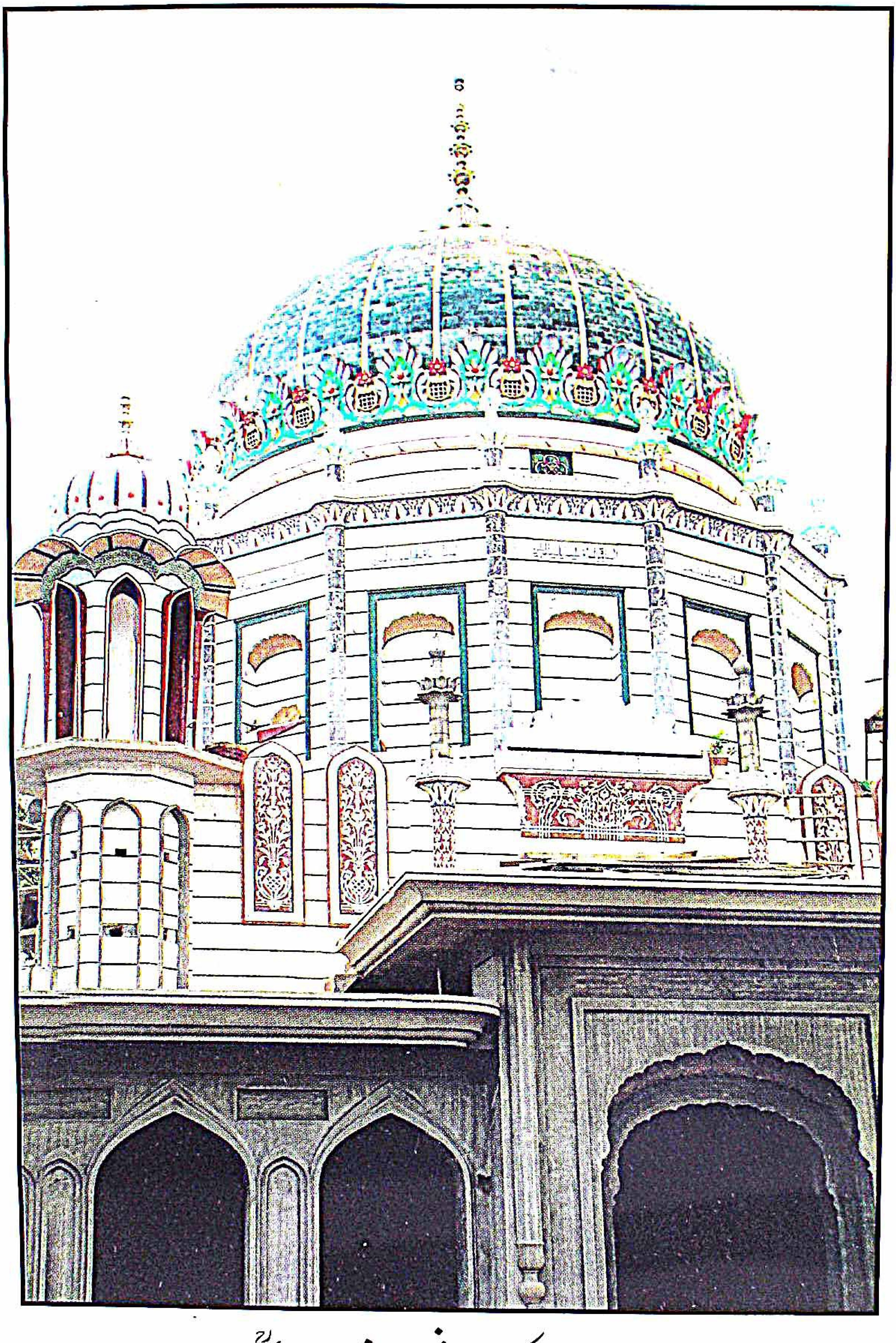

روضۂ مبارک صوفی عطا محمد قادریؒ

Marfat.com

فہرست عنوانات

دیباچہ 7
بیسویں صدی کے کاشفِ اسرار صوفی عطا محمد قادریؒ 9

حالاتِ زندگی

اسم گرامی 9
القابات 9
ولادت 10
حلیہ مبارک 10
تعلیم 11
ملازمت 12
بیعت 12
خاندان کے صوفیانہ رجحان کے افراد:
ظفر اللہ، حبیب اللہ، ممتاز زہرا اور
مائی اُمِ رقیہ 15
ہجرت 16

سیرت کے مختلف پہلو

خوش طبعی 17
کشادہ دلی 18
طبیعت میں نفاست 18
نظم وضبط 19
جلال وجمال 20
اخلاق 20
محنت اور مجاہدہ 21
سادات کی عزت 21
خدمتِ خلق 21
مجلس کی اہمیت پرزور 22
ذوقِ سماع 23
کرامات 26

ملفوظات

مجلس 28
عشق 29
ادب 29
توکّل 30
سجدۂ تعظیمی 30
مجلسِ پیر 30
شریعت کی پابندی 31
رضابالقضا 31
رہبانیت 32
فنا 32

وصال مبارک	35
مزار شریف	35
تصانیف شریف	36

تصانیف

اَسرارُ القِدم مِن فُصُوص الحکم	40
ینبوع الغیب	54
تحقیق الاولیاء فی شان سلطانُ الاصفیاء (جلد اوّل)	73
تحقیق الاولیا فی شان سلطانُ الاصفیاء (جلد ثانی)	87
بغدادی گُلشن	93
تفسیر جلویؒ	102
تفسیر رومی	116
برزخ جامع	131
تفسیر غوثیہ	142
تفسیر برزخ جامع	161

خلافت نامہ

پیرو مرشد قبلہ امام جلوی پیر غلام محمد صاحب کا عطا کردہ خلافت نامہ	165
خطوط پیرو مرشد کی جانب سے	167
پیر بھائی میاں محمد یار وٹو کو لکھے ہوئے خطوط اور خلافت نامہ	202

Marfat.com

دیباچہ

تصوّف حکمتِ الٰہی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک روحانی دانش بھی ہے۔ اس کا تعلق صرف دل سے نہیں بلکہ یہ تعقل اور تفکر سے بھی پُر ہے۔ تصوّف نہ صرف باطنی تعلیم ہے بلکہ یہ ظاہر کو بھی مہذب بناتا ہے۔ تصوّف صرف سربستہ رازوں کی دائمی تلاش ہی کا نام نہیں بلکہ من میں ڈوب کر سراغِ زندگی پانے کا نام بھی ہے۔ تصوّف صرف دل کے حال سے ہی بحث نہیں کرتا بلکہ تہذیبِ نفس کے ذریعہ نفس کو سخی بھی بناتا ہے اور باطن کی نگہبانی کا فرض بھی ادا کرتا ہے۔ تصوّف سے ہمارا تہذیبی و تخلیقی رشتہ بھی ہے اور ہماری بلند ترین عشقیہ شاعری کا آہنگ بھی ہے۔ تصوّف باطن کو آباد بھی کرتا ہے اور امکانات کی لامحدودیت کا سبب بھی ہے۔ باطن کی آبادی روحانی دانش کے جن امینوں کے طفیل ممکن ہوتی ہے، ''کاشفِ اسرار'' اُن میں سے ایک کے ذکرِ خیر سے متعلق ہے۔ روحانی دانشور و مترجم صوفی عطامحمد قادریؒ کے بارے میں یہ تحقیقی کتاب صوفیانہ ادب میں اضافے کا سبب بنے گی۔

ڈاکٹر نفیس اقبال
چیئر پرسن اُردو ڈیپارٹمنٹ
لاہور کالج فار ویمن یونیورسٹی، لاہور

۱۵ اگست ۲۰۰۸ء

Marfat.com

بیسویں صدی کے کاشفِ اسرار
صوفی عطا محمد قادریؒ

اسم گرامی عطا محمد تھا۔ خاندان والے ''صوفی صاحب'' کہتے۔ آپ کے والد کا نام چوہدری سردار خاں اور والدہ کا اسم شریف نواب بی بی تھا۔ آپ چار بھائی تھے اور آپکی چار بہنیں تھیں۔ آپ سوائے ایک بڑے بھائی کے باقی سب بہن بھائیوں سے بڑے تھے۔

القابات:

آپ کے پیر بھائی محمد یار وٹو قادری جلوی نے آپ کے لئے مندرجہ ذیل القابات لکھے ہیں:

صدیقِ پیرِ مُغاں رہنمائے کاملاں، شہنشاہِ فقر وفنا مجدّدِ ہزار سالہ جانِ غوث الوریٰ، سُلطانِ طریقت بُرہانِ حقیقت، نورِ مجسّم شہیدِ اعظم، ابوالبیان تکمیل الایقان، عالمِ باعمل فاضل بے بدل، پیکرِ سلیم ورضا منبعِ جود وسخا، دستگیر بیکساں افتخارِ دوجہاں، مشعلِ طریقت عارفِ حقیقت، منبعِ ہدایت صاحبِ شجاعت، فخرِ اولیاء صاحبِ ایثار و وفا، شیرِ عرفان سپہرِ دوران، حلاّل المشکلات جامع البرکات، مقبولِ یزدانی، نڈر سرمستِ عشقِ سُبحانی۔ کاشفِ اسرار[1]

Marfat.com

ولادت:

آپ بوقتِ تہجد بروز جمعتہ المبارک ۱۱ ربیع الثّانی ۱۳۲۹ھ بمطابق ۱۵ جنوری ۱۹۱۱ء کو جٹ وڑائچ خاندان میں موضع ہریاوالا نزد گجرات (صُوبہ پنجاب' پاکستان) میں پیدا ہوئے۔ آپ فرمایا کرتے تھے:

"جب ہم پیدا ہوئے اُس وقت ہمیں پورا شعور حاصل تھا کہ ہماری ولادت ہو چکی ہے۔ اُس وقت کا پتہ تھا بلکہ اُس وقت جو عورتیں موجود تھیں ہم نے پہچان لی تھیں۔ والد صاحب چونکہ زمیندارہ کرتے تھے اس لئے والدہ صاحبہ ہم کو چھوڑ کر چلی جاتی تھیں۔ ہم جانتے تھے۔ اُس وقت ہماری عُمر چھ ماہ کی تھی۔"[۲]

آپ مادر زاد ہی غوثِ اعظمؒ کی صفات سے متصف تھے۔ بلکہ خود کئی دفعہ فرمایا کرتے تھے:

"جناب حضرت غوث الاعظم پاک پیرانِ پیر دستگیر میراں محی الدّین شیخ سیّد عبدالقادر جیلانیؒ نے ہمیں فرمایا کہ آٹھ سو (۸۰۰) سال ہو گئے ہیں آپ کی صورت کا انتظار کرتے ہوئے کہ ہمارے پُورے کمالات کا ظہور آپ کی صُورت پر دوبارہ ہونا ہے۔"[۳]

جناب کی والدہ (ہماری دادی) بتایا کرتی تھیں کہ حضور میرے پیٹ میں تھے تو سبز پیرہن والے بزرگ میرے ارد گرد کھڑے ہو کر پنکھے جُھولتے تھے۔ بشری تقاضا کے تحت اُن سے خوف آنا اور آپ کے والد ماجد کی خدمت میں عرض کرتیں تو وہ فرماتے آپ کے ہاں ولی اللہ پیدا ہوگا۔

آپ کی والدہ یہ بھی فرماتیں کہ پیدائش کے وقت کمرے میں رکھے ہوئے چراغ کی لو بڑھ گئی اور کمرہ روشن ہو گیا۔

حلیہ مبارک:

اولیاء اللہ کے چہرے دیکھ کر خدا یاد آنا لازمی امر ہے کیونکہ اولیاء اللہ کی نشانیاں

Marfat.com

اُن کے نورانی چہروں سے عیاں ہوتی ہیں جن کو صاحب عقل پا لیتے ہیں۔ چہرہ دل کا آئینہ اور کلام حال کا ترجمان ہوتا ہے۔ آپ کا قد مبارک چھ فٹ تھا۔ رنگ سفید گلابی سُرخی مائل تھا۔ پیشانی کشادہ، آنکھیں سیاہ جن میں شرابِ معرفت کا سمندر موجزن رہتا تھا۔ ناک لمبی، پتلی اور اونچی تھی۔ ہونٹ باریک اور سرخ رنگ کے تھے۔ داڑھی تقریباً تین انگل تھی۔ گردن لمبی اور سینہ کشادہ، بازو اور انگلیاں لمبی۔ اُن کی انگلیوں کے بارے میں اُن کے مرید وخلیفہ محمد یوسف قادری نے اپنی کتاب میں لکھا ہے:

"ہاتھ کی انگلیاں لمبی تھیں ایسی معلوم ہوتی تھیں گویا موم بتیاں روشن ہیں۔ قدم مبارک پتلے لمبے بے مثال تھے جن کی انگلیاں مبارک نازک ریشم کی طرح جن کو ہم ساری زندگی سجدہ کے بعد چُومتے رہے۔ فقط بوسہ دینے سے ہی ظاہر اور باطن میں ہلچل مچ جاتی تھی۔"[۴]

تعلیم:

گورنمنٹ پرائمری سکول ہریاوالا میں پرائمری تک تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد گورنمنٹ ہائی سکول کچہری روڈ گجرات سے میٹرک پاس کیا۔ اسی سکول کو انٹرمیڈیٹ کالج کا درجہ دے دیا گیا تو وہیں سے ایف ایس سی کی۔ اس کے بعد اوورسیئر کا کورس دو سال میں مونگ رسول کالج ضلع گجرات سے کیا۔

دورانِ تعلیم کا ایک واقعہ بیان فرمایا کرتے تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ جب ہم پانچویں جماعت میں پڑھتے تھے گجرات شہر میں ایک مائی فضل زہرا نامی مجذوبہ درویشنی تھی جو برہنہ رہتی اور پیسے مانگتی تھی پھر بچوں میں تقسیم کر دیتی اس لئے سارے بچے اُس کے گرد کھڑے ہو جاتے تھے۔ ایک دفعہ مائی فضل زہرا نے ہمیں پکڑ لیا اور ہم بالکل نہیں گھبرائے حالانکہ دوسرے بچے اُن سے ڈرتے تھے۔ وہ ہم کو پکڑ کر مسجد میں لے گئی اور کہا کہ پانی نکالو! جب ہم نے ڈول نکالا تو فرمایا کہ غسل خانہ میں ڈالو۔ جب ہم نے ایسا ہی کیا تو مائی صاحبہ نے تالیاں بجائیں اور بہت خوش ہوئیں۔ اصل میں وہ اشارہ کر رہی تھیں کہ آپ خلقت کو

Marfat.com

ہدایت کریں گے اور لوگ آپ سے فیض حاصل کریں گے۔ یہ بات تب ظاہر ہوئی جب آپ نے پیرو مرشد کے حکم کے مطابق علمِ باطن کا درس کھولا اور لوگوں نے فیضِ ولایت حاصل کیا۔

؎ از لبِ شیریں سُخن آغاز کن ... افتتاحِ درسِ علم راز کن ۵

ملازمت:

صوفی عطا محمد قادریؒ نے ۱۹۳۲ء میں بحیثیت اوورسیئر ضلع فیصل آباد ملازمت اختیار کی۔ ملازمت کے دوران ۱۹۳۴ء میں آپ حضرت پیر امام جلوی کے مرید ہوئے۔ پیر کے عشق کا غلبہ تھا اس لئے ۱۹۴۲ء کو ملازمت ترک کر دی۔ پیرومرشد کے حکم کے مطابق پھر ملازمت اختیار کی۔ بالآخر ۱۹۵۵ء میں پیرومرشد نے ملازمت ترک کرنے کا حکم دیا اور توکل پر قائم رہنے کی تلقین کی اور فرمایا" کسب کرنا میری سنت ہے اور توکّل میری حالت ہے۔ آپ نے سنت تو ادا کر دی ہے اب جناب ﷺ کی حالت کو اختیار کرو۔ اللہ پر بھروسہ کرو۔ جُملہ انبیاء واولیاء نے ابتدا میں کسب کیا ہے اور انتہا میں توکّل کا لذیذ کھانا کھایا ہے۔ بقول حضرت غوث الاعظمؒ روزی کی تلاش نہ کر روزی تجھ کو تجھ سے زیادہ ڈھونڈ رہی ہے۔

ع رزق تو بر تو ز تو عاشق تراست "

صوفی عطا محمد قادریؒ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ کسب اعلیٰ چیز ہے۔ اپنے پیرومرشد کے حکم کے بغیر کسب ترک نہیں کرنا چاہیے۔ اگر کرے گا تو ایسا ہوگا کہ کسی ریگستان میں جا لیٹو۔ جب آندھیاں چلیں گی تو ساری مٹی منہ میں پڑے گی اور اگر حکم کے مطابق ترک کیا تو ایسا ہو گا کہ کسی پھلدار پکے باغ میں لیٹ گیا۔ جو پکا پھل گرے گا مُنہ میں پڑے گا۔

بیعت:

بیعت کی تاریخ آپ نے اپنے دستِ مبارک سے لکھی ہوئی ہے: تاریخ بیعت کردن بردستِ شیخ خود در جلوانہ شریف قبلۂ اقطاب، کعبۂ اغواث، قطب الموحدین، سرتاج الواصلین، غوث اعظم ثانی ولا ثانی اعلیٰ حضرت مولٰنا غُلام مُحَمّد صاحب قبلۂ اِمامِ جلوی ۱۳

Marfat.com

اکتوبر ۱۹۳۴ء بمطابق ۳ رجب ۱۳۵۳ھ بروز ہفتہ بوقت عصر۔

بیعت کرنے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے صوفی عطا محمد قادریؒ نے فرمایا "ہم کو بحیثیت اوورسیئر ضلع فیصل آباد میں ملازمت کرتے ہوئے ابھی دو سال نہیں ہوئے تھے کہ ایک روز مولوی رحمت علی صاحب جو ہمارے ملازم تھے، نے کہا کہ مجھے کسی بزرگ نے خواب میں فرمایا کہ بابو صاحب (اُس زمانے میں صوفی عطا محمد قادریؒ کو بابو صاحب کہا جاتا تھا) کی خدمت میں عرض کرو کہ وُہ نماز پڑھا کریں۔ صُبح اُٹھ کر مولوی صاحب نے ہم کو نماز پڑھنے کے لئے کہا تو ہم نے نماز شروع کر دی۔ ہمیں نماز میں ایسا ذوق نصیب ہوا کہ ہمارا دل دُنیا سے متنفر ہو گیا۔

نماز پڑھنے کا آغاز ہوا تو ساتھ ہی دنیا کی محبت دل سے نکل گئی اور قلب و روح میں تبدیلی کا آغاز ہوا اور پیرِ کامل کی تلاش شروع ہوئی۔

کیمیا پیدا کُن از مُشتِ گلے
بوسہ زن ہر آستانِ کاملے

علامہ اقبال نے بھی اپنے بیٹے کو پیرِ کامل کو رفیقِ راہ ساز بنانے کی تلقین کی ہے۔

پیرِ رومی را رفیقِ راہ ساز
تا خدا بخشد ترا سوز و گداز

آپ کے یہاں سوز و گداز کی کمی نہ تھی لیکن جب آتشِ عشق تیز ہو گئی تو طبیعت گریہ وزاری کیطرف مائل ہو گئی۔ آپ فرماتے تھے کہ ہم نہر کے کنارے بیٹھ کر رو رہے تھے کہ ایک درویش نظام الدین آیا۔ ہماری حالت کو دیکھ کر حضور قبلہ امام جلوی پیر غلام محمد کی بارگاہِ اقدس میں لے گیا۔ دیکھتے ہی قبلہ امام جلوی نے فرمایا:

"سبحان اللہ! آپ کا آنا آپ کے لئے بھی اور ہمارے لیے بھی مبارک ہو۔"

عاشق مرید مل جانا بڑی بات ہے کیونکہ حضرت سلطان باہوؒ نے فرمایا ہے کہ "میں نے سالہا سال عاشق مرید کی تلاش کی مجھے نہ مل سکا" قبلہ امام جلویؒ نے صوفی عطا محمد قادریؒ کو بیعت کیا تو الٓمٓ کی شرح فرمائی اور بڑے پیار سے فرمایا: "میرے پیارے عطا محمد! بات نصیب

Marfat.com

کی ہے۔ بڑا خوش نصیب ہے وہ پیر جسے مرید عاشق مل جائے اور بڑا خوش نصیب ہے وہ مُرید جسے پیر معشوق مل جائے۔ پیر کامل تو جناب ﷺ کا رُوپ اور لباس ہوتا ہے۔"

اولیاء اللہ ادراک دیکھ کر کلام کرتے ہیں۔ یہاں بھی پیر و مرید کی گفتگو سے معلوم ہوتا ہے کہ پیر کتابِ قدر کا مشاہدہ کر کے مرید کے ادراک کو سمجھ رہا ہے اور مرید بھی عشق کے سوز و گداز میں ڈوبا سن رہا ہے۔ قبلہ امام جلویؒ نے اپنے مکتوبات میں پیری مریدی کو عشق بازی کہا ہے۔ اپنے چہیتے مرید کو لکھتے ہیں میرے پیارے عطا محمد صاحب! پیری مُریدی ایک عشق بازی ہے، دوستی ہے، پیار ہے، تانگ ہے، تڑپ ہے اور ذوق ہے جو دونوں طرف سے ہوتی ہے۔ دو وجود اور ایک جان ہوتی ہے آہستہ آہستہ دو وجود بھی ایک ہو جاتے ہیں۔

من تُو شدم تو من شدی | من تن شدم تو جاں شدی

بیعت کا مقصد اخلاقی احساس وشعور بیدار کرنا اور اصلاح و تربیت کا سامان فراہم کرنا ہے۔ پیر مرید کے قلب کو بیدار کر کے اُس کے ادراک، احساس اور عمل کو درست کرتا ہے کیونکہ پیر یا شیخ کا وجدان اور احساس اتنا تیز ہوتا ہے کہ وہ مرید کے دل کی گہرائیوں میں جھانک لیتا ہے اور انسان کے پوشیدہ افکار و جذبات کا علم اصلاح و تربیت میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ چونکہ شیخ یا پیر کے الفاظ کے پیچھے عمل کی بے پناہ قوت ہوتی ہے اور اس قوت سے وہ مرید کے دل کے ساتھ وہی کرتا ہے جو مقناطیس لوہے کے ساتھ۔ اس سلسلے میں پروفیسر خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں:

"موجودہ زمانے میں ماہرینِ نفسیات نے تجزیاتِ ذہنی Psychoanalysis میں بڑی ترقی کی ہے لیکن عملی طور پر وہ صوفیا سے بہتر نتائج پیدا نہیں کر سکے اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ ان کے تجربات محدود ہیں۔ انہوں نے اس سطح اور اس وسیع پیمانے پر فطرتِ انسانی کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی جس پر ان مشائخ نے کی تھی۔ بھوکے آدمی کی نفسیات پر وہ شخص کیا کام کر سکتا ہے جس نے عمر میں ایک وقت بھی فاقہ کی زحمت نہ اٹھائی ہو۔"[۶]

بیعت میں پیر کا ہاتھ جب مرید پکڑتا ہے تو پازیٹو اور نیگیٹو دونوں تاریں آپس میں ملتی ہیں تو

Marfat.com

کرنٹ آ جاتا ہے اور مجرب روحانی تاثیر سرایت کر جاتی ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر عیسٰی الشاذلیؒ فرماتے ہیں۔

"صوفیائے کرام جو لوگوں کے دلوں کا رابطہ قائم کر کے ان کو نبی کریمؐ کے نور سے ملا دیتے ہیں، یہ ان ٹرانسفارمرز کی طرح ہوتے ہیں جن کو گرڈ اسٹیشن سے دور نصب کیا جاتا ہے۔ تاکہ یہ گرڈ اسٹیشن سے بجلی لے کر اپنے اردگرد کے ماحول میں پھیلائیں۔ یہ ٹرانسفارمرز بجلی پیدا نہیں کرتے بلکہ تقسیم کرتے ہیں۔ اور جب طویل مسافت کی وجہ سے بجلی کی قوت کم ہو جاتی ہے تو اس کے لئے ایک ٹرانسفارمر کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کو دوبارہ چارج کر کے اس کو تقسیم کرے۔ اسی طرح یہ مشائخ کرام اپنے اپنے دور میں نشاط ایمانی کی تجدید کرتے رہے۔"[ے]

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ سالک راہِ حق کے لئے کسی مرشد و مربی کا ہونا ضروری ہے۔

خاندان کے صوفیانہ رجحان کے افراد:

بھائیوں میں ایک بھائی ظفر اللہ اور بیٹا حبیب اللہ مرید تھے اور دوسرے مریدوں کے ساتھ مجلس میں باادب بیٹھتے تھے۔ ظفر اللہ صاحب Forest Officer تھے اور ہر ماہ گیارہویں شریف کے موقع پر بڑی باقاعدگی سے حاضر ہوتے تھے۔ حبیب اللہ صاحب نے Math میں ماسٹرز کی ڈگری لی ہوئی تھی اور وکالت کا امتحان بھی پاس کیا ہوا تھا۔ بہنوں میں سب سے چھوٹی بہن ممتاز زہرا تھیں۔ صوفی عطا محمد قادریؒ کو اس بہن سے بڑی محبت تھی۔ ممتاز زہرا کی وفات پر اُنہیں بہت افسردہ دیکھا گیا۔ ممتاز زہرا ولیہ تھیں۔ اُنہوں نے اپنے بھائی کو ہمیشہ پیر ہی سمجھا اور بہت خدمت کی۔ خاندان میں سب سے اہمیت کی حامل صوفی صاحب کی زوجہ مائی اُمِ رقیہؒ تھیں۔

مائی اُمِ رقیہؒ:

مائی اُمِ رقیہؒ صبر و تحمل کا پیکر تھیں۔ فقر اُن کا لباس تھا۔ وہ بھی امام جلوی پیر غلام محمد

Marfat.com

جلوآنوی کی مرید تھیں۔ پیر و مرشد کی خدمت گزاری میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ مالی خدمت کے علاوہ عملی خدمت بھی کرتیں۔ آپ کے پیر و مرشد حضور قبلہ امام جلوی نے اُمِ رقیہؒ کی تعریف یوں فرمائی۔

"میاں عطا محمد صاحب اور مائی اُمِ رقیہؒ کی حالت ایک جیسی ہے۔"

مائی اُمِ رقیہؒ نے فقر کی حالت میں مالی تنگدستی کا شکوہ نہ کیا۔ نماز پابندی سے پڑھتیں اور روزے رکھتیں گھر کے اخراجات کی رقم میں سے پیسے بچا کر بستر اور پلنگ بنوا کر پیر خانہ میں بطورِ خدمت پیش کرتیں۔ پیر خانہ میں گرم سوٹ بھجواتیں اور خود معمولی لباس پہنتیں۔ پیر و مرشد جناب امام جلویؒ نے فرمایا: "ہمارے گھر والے کہتے ہیں کہ مائی رقیہؒ کا لباس اعلیٰ اور قیمتی نہیں ہوتا حالانکہ وہ ایک افسر کی بیوی ہیں۔ ہم یہ سن کر مسکرائے اور جواب دیا کہ دونوں میرے عاشق ہیں اور عاشق اپنے آپ پر خرچ نہیں کرتا بلکہ معشوق پر ہر چیز قربان کرتا ہے۔"

اُن کی خدمات کا ذکر قبلہ امام جلویؒ کی اولاد بھی کرتی ہے۔ قبلہ امام جلویؒ کے چھوٹے صاحبزادے پیر اعجاز حسین کا بیان ہے: "قبلہ امام جلوی کی تیسری نسل ہے اور اب بھی گھر میں نظر دوڑائیں تو میاں عطا محمد صاحب کی لائی ہوئی کوئی نہ کوئی چیز نظر آ جاتی ہے۔"

مائی اُمِ رقیہؒ کا وصال ۱۰ مئی ۱۹۷۹ء بمطابق ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۹۹ھ بروز جمعرات ہوا۔ گلشن کالونی کھیالی گوجرانوالہ میں مزار ہے۔

ہجرت:

ڈاکٹر وزیر آغا لکھتے ہیں کہ ہجرت سے نئے رشتے وجود میں آتے ہیں، نئے معانی اجاگر ہوتے ہیں اور صدیوں کا زنگ اتر جاتا ہے۔

عہدِ وسطیٰ میں راہِ سلوک کی تعلیم وتربیت میں سیاحت لازمی جزو تھا اور اس کے متعدد فوائد تھے۔ سیاحتوں سے حاصل ہونے والے فوائد کے بارے میں تفصیلی بحث مولانا

Marfat.com

عزیز الدین محمود بن علی کاشانی نے کی ہے۔ شیخ معین الدین چشتیؒ اور شیخ قطب الدین برسوں دور دور تک سفر کرتے رہے۔ اولیاء اللہ کی سیاحت اُنکے مجاہدہ کا حصہ ہوتی ہے کیونکہ سفر خود مجاہدہ ہے اور اولیاء کی سیاحت دراصل ہجرتِ نبویؐ کا اتباع ہے۔ اس سے وسیع النظری پیدا ہوتی ہے اور مخلوقِ خدا سے محبت کا جذبہ ابھرتا ہے۔ تبلیغ کے نئے نئے ذرائع سمجھ میں آتے ہیں۔ علم و تجربہ میں وسعت پیدا ہوتی ہے اور صفاتِ الٰہی کا مشاہدہ کرنے کا موقع ملتا ہے۔

صوفی عطامحمد قادریؒ نے بروز جمعتہ المبارک ۳ رجب المرجب ۱۳۹۳ھ بمطابق ۳ اگست ۱۹۷۳ء کو گجرات شہر سے گوجرانوالہ ہجرت فرمائی اور فرمایا کہ جناب سرورِ کائناتؐ نے ارشاد فرمایا ہے:

"جسطرح خواجہ اجمیریؒ کو اجمیر شریف بھیجا تھا اسی طرح تمہیں گوجرانوالہ بھیجا جارہا ہے۔"

صوفی صاحب نے پہلی ہجرت ہریاوالا سے گجرات شہر میں یکم مئی ۱۹۵۹ء میں فرمائی۔

سیرت:

صوفی عطامحمد قادریؒ کی سیرت کو جاننے کیلئے زندگی کے مختلف پہلوؤں پر نظر ڈالنا ضروری ہے۔

خوش طبع:

خواجہ غریب نوازؒ کا قول ہے:

"عارف کی ایک علامت ہے کہ وہ ہر وقت متبسّم رہتا ہے۔"[۸]

صوفی صاحب ہر وقت خوش رہتے اور فرماتے کہ "اگر پیر ہی حیران و پریشان ہو گا تو مریدوں کو کیا خوشی عطا کر سکے گا۔" گھر کے اندر داخل ہونے والا ہر شخص "شاد باش" کے الفاظ سنتا۔ شاد باش اُن کا تکیہٴ کلام تھا۔ اُن کا خیال تھا کہ اَن ہونی ہونی میں تبدیل نہیں ہوتی۔ جو ہونا ہوتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے اس لئے سب کام خدا کے سپرد کرنے چاہئیں۔ اور

Marfat.com

مطمئن ہو جانا چاہیے۔ ویسے بھی بقول خواجہ معین الدین چشتیؒ "عشق ومحبت میں گفتگو اور حرکت ومشغلہ اس وقت تک ہے جب تک باہر ہیں۔ جب اندر پہنچتے ہیں خاموشی، سکون اور آرام میسر آتا ہے۔ فریاد وشور ہر گز نہیں ہوتا کیونکہ دریاؤں کا بہتا پانی شور کرتا ہے لیکن جب سمندر سے مل جاتا ہے آواز نہیں رہتی۔ اسی طرح جب عاشق معشوق سے واصل ہو جاتا ہے تو واویلا نہیں کرتا۔"[9]

کشادہ دلی:

صوفی عطامحمد قادریؒ نے پیر کی محبت میں ایسی ایسی قربانی کی اور کشادہ دلی سے مالی خدمت کی کہ قبلہ امام جلویؒ نے اپنی قلم سے لکھا:

"عزیزم عطامحمد از گجرات جس نے راہِ خدا میں اپنا سارا مال خرچ کر دینے سے حضرت صدیق اکبرؓ کے ساتھ اپنی نسبت ملا دی ہے۔"

صوفی صاحب خود ساری زندگی کرایہ کے مکان میں رہے مگر جلوآنہ شریف میں قبلہ امام جلویؒ کے مکانات اور مسجد بڑے ذوق وشوق سے تعمیر کرائی۔

طبیعت میں نفاست:

طبیعت صاف ستھری اور لطیف تھی۔ اپنی لائبریری کی صفائی کا یہ عالم تھا کہ کسی کو بھی ہاتھ لگانے کی اجازت نہ تھی۔ فرماتے "ہاتھ صاف نہیں ہوتے ہیں اس لئے پہلے صابن سے ہاتھ دھولو پھر کتاب کو ہاتھ لگانا۔" اکثر فرماتے "لوگوں کو کتاب پکڑنے کی بھی ترکیب نہیں ہے۔" اپنی لائبریری کی کتابوں سے اتنی محبت تھی کہ کسی کو پڑھنے کیلئے نہیں دیتے تھے مبادا گندی ہو جائے۔ لائبریری میں دوسو کتابیں موجود تھیں۔ فرماتے:

"اصل چیز صفائی ہے۔ صوفی لفظ کا مطلب بھی صاف ہے۔ درویش کو ظاہر و باطن کی صفائی کی کوشش کرنی چاہیے۔"

طبیعت کی نفاست کا یہ عالم تھا کہ سگریٹ کا دھواں ناقابلِ برداشت تھا۔ اپنے مرید حکیم فضل حسین کو صبح سویرے حقہ پینے پر ڈانٹتے تھے اور فرماتے تمہارا اندر جل جائیگا۔

سفر میں طہارت کیلئے کوزہ ساتھ رکھتے تھے۔

نظم وضبط:

تصوّف یا روحانیت کسی ایک دور یا کسی ایک ملک یا کسی ایک جماعت کی امتیازی خصوصیت نہیں بلکہ یہ تو تمام بنی نوع انسان کی اہم ثقافتی وراثت اور ثروت ہے۔ صوفی درویشوں اور عارف سنتوں نے بلا لحاظ مذہب و ملّت سب کو ہی محبتِ الٰہی، شیریں گفتاری، راست کرداری اور خدمتِ خلق کی تلقین کی۔ ان بزرگوں نے طبیعت اور مزاج کے مختلف اجزاء کو ضبط وانقیاد میں لا کر ایک مکمل، متوازن، ہموار اور صالح زندگی کی تعمیر کا طریقہ سکھلایا۔[۱۰]

نظم وضبط سے ذاتی اور جماعتی دونوں زندگیاں متاثر ہوتی ہیں۔ شیخ نظام الدین اولیاءؒ خانقاہ میں عام آنے والوں سے ملنے کے لیے ہر وقت تیار رہتے تھے لیکن اعلیٰ مریدین میں سے کوئی بے وقت آجاتا تو اس کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ ویسے بھی معلمِ اخلاق کے لئے اُن اخلاقی اقدار کا حامل ہونا ضروری ہے جنکی وہ دوسروں کو تبلیغ کرتا ہے۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں:

> "بے عمل انسان کے الفاظ کسی کی لوحِ دل پر نقش نہیں بنا سکتے۔ وہ زبان سے نکل کر کانوں پر ٹکراتے اور فضاؤں میں گم ہو جاتے ہیں۔ دل تک تو صرف اس شخص کی آواز پہنچتی ہے جس کے الفاظ کے پیچھے عمل کی بے پناہ قوت ہوتی ہے۔"[۱۱]

صوفی عطا محمد قادریؒ زندگی میں نظم وضبط کے قائل تھے۔ نماز باقاعدگی سے ادا کرتے۔ صبح و شام لمبی واک عادت میں شامل تھی۔ کم کھانا اور دوپہر کو قیلولہ کرنا بھی ضروری تھا۔ سفر پر جانے سے ایک دن قبل ساری تیاری مکمل کر لی جاتی۔ تصوّف جبلتوں کو مہذب کر کے نظم و ضبط میں لانے کا نام ہے۔ نظم وضبط روحانی ترقی میں مدد و معاون ثابت ہوتا ہے۔ صوفی صاحب پابندیٔ اوقات کا بھی بہت خیال رکھتے تھے۔ رات کو دس بجے لائیٹ آف کرنے کا

Marfat.com

حکم دیتے۔ صبح جلدی اُٹھنے کی تلقین کرتے۔ قدرتی رعب کا یہ عالم تھا کہ اہلِ خانہ کے ساتھ ساتھ پورا خاندان اُن کے سامنے زبان کھولنے سے ڈرتا تھا مگر جبر اور سختی کے قائل نہ تھے۔

جلال و جمال:

طبیعت میں جلال و جمال یکساں تھے۔ تربیت کیلئے جلال استعمال کرتے اور فرماتے جلال ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے اور غیرِ حق کو زائل کر دیتا ہے۔ مگر باطن کی صفائی بجُز محبت کے نہیں ہوتی اور کمال مشاہدۂ باطن کی صفائی کے بغیر ممکن نہیں اور جمال زندہ کر دیتا ہے۔ محبت و شفقت کا یہ عالم تھا کہ دکھی دلوں کے لئے اُنکی شفقت مرہم کا کام کرتی تھی۔ وہ مردم بیزار صوفی نہ تھے بلکہ انسان کے درد کو سمجھنے والے تھے۔ تجرد اور دنیا سے کٹ کر زندگی گزارنے کو پسند نہیں کرتے تھے بلکہ سماجی ذمہ داریاں قبول کر کے دنیاداری میں رہ کر اللہ کی یاد کو نہ بھلانا، راضی برضا رہنا اور ہر بلا کو اللہ کی جانب سے تحفہ سمجھ کر گلے لگانا شیوہ تھا۔

صوفی صاحب بڑے رقیق القلب تھے۔ رقیق القلبی شدید احساسِ جمال کو ظاہر کرتی ہے اور یہی احساسِ جمال آنکھ کے آنسو کا روپ دھار لیتا ہے۔ دس محرم کو مجلسِ شامِ غریباں سنتے تو آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے۔ ظاہر و باطن کی ہم آہنگی کی وجہ سے اُن کے احساسِ جمال میں توازن تھا۔ تصوّف میں احساسِ جمال کا تناسب اور توازن ایک خصوصیت رکھتا ہے۔

اخلاق:

اخلاق بھی جمال ہی کا ایک روپ ہوتا ہے۔ اس کا تعلق "جمیل" کی ذات سے نہیں صفات سے ہوتا ہے اور جن صوفیوں کے ہاں اخلاقیات کا غلبہ دکھائی دیتا ہے وہ دراصل صفات کے زیرِ اثر ہوتا ہے۔ صوفیانہ اصطلاح میں اللہ تعالیٰ حسنِ مطلق ہے اور وہ خیر محض بھی ہے۔ اس کے اوصاف حسنہ کو جو اولیاء اور انبیاء کی پاک شخصیتوں سے مترشح ہوتے ہیں، اخلاقیات کا نام دیا جاتا ہے۔[۱۲]

تصوّف اخلاقیات کا حامل ہوتا ہے۔ پیر مرید کی تین کیفیات ادراک، احساس

Marfat.com

اور عمل کو درست کر کے روحانی بلندی کی طرف مائل کر سکتا ہے۔صوفیا کارِ نبوی کو جاری رکھتے ہوئے لوگوں کے اخلاق واطوار اور فکر وعمل کو درست کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔متقدمین صوفیا کے ملفوظات تعلیمِ اخلاق کی سبیل وکوثر ہیں جنکی خاموش روانی دلوں کو اپنی جانب متوجہ کرتی ہے اور دلوں میں اچھے عمل کا جذبہ اور ولولہ جوش مارنے لگتا ہے۔

صوفی صاحب مہر ومحبت اور ہمدردی وخلوص کی تصویر تھے۔اُن کا دلِ بے نیاز ہر دو جہاں سے غنی تھا۔اُن کی اُمیدیں قلیل اور مقاصد جلیل تھے۔اُن کی نگاہِ دلنواز جس زخمی دل پر پڑتی اُس دل پر پھاہا سا لگ جاتا۔اُنکی اخلاقی خوبیاں دیکھ کر مریدین اپنے اخلاق و کردار کو درست کرتے۔

محنت اور مجاہدہ:

محنت کرتے اور فرماتے اولیاء اللہ نے بہت محنتیں کی ہیں۔آپ سارا دن درویشوں کی تعلیم وتربیت کرتے اور ساری رات کتابیں لکھتے رہتے۔چودہ سال اپنے پیرومرشد کی خدمت میں حاضر رہے۔فرماتے اصل دولت محنت ہے اور محنت کو ہی پھل لگتا ہے۔فرماتے سُست آدمی اولیاء اللہ نہیں ہو سکتے۔کھانا بہت کم کھاتے اور فرماتے "تھوڑا کھانا انسان کو نُور بنا دیتا ہے۔کم سونا نفس کو روند ڈالتا ہے اور زیادہ رونا دل کی تختی کو صاف کر دیتا ہے پھر اللہ اس دل میں حکمت کی نہریں جاری کر دیتا ہے۔"

سادات کی عزت:

عاشقِ رسولؐ تھے اس لئے سادات کی بہت عزت کرتے تھے۔۱۹۶۴ء کے یونین کونسل کے الیکشن میں ساری برادری کو چھوڑ کر چچا کے مدِ مقابل ناظر شاہ کو ووٹ دیا کیونکہ وہ سیّد تھے اور برادری اور چچا کو ناراض کر لیا۔

خدمتِ خلق:

''اسرارُ الاولیاءٗ'' (اُردو ترجمہ) میں لکھا ہے:

Marfat.com

"ازمنہ وسطیٰ میں صوفیائے کرام ترکِ دنیا اور رہبانیت کو اچھا نہیں سمجھتے تھے اور اجتماعی زندگی پر زور دیتے تھے۔ اُن کا خیال تھا کہ ترکِ دنیا سے خدمتِ خلق کا موقع نہیں ملتا۔" [۱۳]

صوفی صاحب خدمتِ خلق کو بہت اہمیت دیتے۔ لوگوں کے نہ صرف مسائل سُنتے بلکہ اُن کی چائے بسکٹ کے ساتھ خاطر تواضع بھی کرتے۔ حالتِ صحو کو ترجیح دینے کی وجہ بھی یہی تھی کہ حالتِ صحو میں آنے کے بعد خدمتِ خلق کرنا ہی تصوّف کا مقصد ہے۔ حقیقی تصوّف خدمتِ خلق کا دوسرا نام ہے۔ صوفیا نے خدمتِ خلق کے ذریعہ محبتِ الٰہی کو تلاش کیا۔ محبتِ الٰہی کا عملی راستہ خدمتِ خلق ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد ''ترجمان القرآن'' میں فرماتے ہیں:

"خدا کی محبت کی راہ اس کے بندوں کی محبت میں سے ہوکر گزرتی ہے۔ جو انسان چاہتا ہے خدا سے محبت کرے اُسے چاہیے خدا کے بندوں سے محبت کرنا سیکھے۔"

خدمتِ خلق کے ذریعہ معرفتِ الٰہی کا راستہ تلاش کرنے والا بھٹکے ہوؤں کے لیے قندیلِ ربانی بن سکتا ہے۔ لوگوں کو برائی سے روکنا اور بھلائی کی طرف بلانا بھی خدمتِ خلق ہے۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی کہتے ہیں:

"صوفیائے کرام نے محبتِ الٰہی کو اپنا مقصدِ حیات قرار دیا تھا۔ خدمتِ خلق کو اُنہوں نے اس مقصد کے حصول کا ذریعہ بنایا۔ اس کا صلہ "ارتقاء روحانی" کی شکل میں ان کو ملا اور یہ "ارتقاء روحانی" "انسانیت کی تکمیل تھی۔" [۱۴]

صوفی صاحب اپنی مجالس میں لوگوں کو روحانی واخلاقی درس دیتے اور تصوّف کے مسائل کو آسان زبان میں لوگوں کے فہم کے مطابق بیان فرماتے اور اُن کے علم و دانش میں اضافہ کر کے خدمتِ خلق کرتے۔ مریدوں کے آرام کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہمیشہ برلبِ سڑک رہائش اختیار کرتے تاکہ اُن کو پہنچنے اور گھر ڈھونڈنے میں دقت نہ ہو۔

مجلس کی اہمیت پر زور:

اپنے مریدوں کو روحانی بلندیوں پر پہنچانے کیلئے رشد و ہدایت کا فریضہ بھی

Marfat.com

سرانجام دیا۔ درویشوں کیلئے علیحدہ حویلی میں دن میں دو دفعہ مجلس ہوتی تھی۔ فرمایا کرتے تھے فقیری نفسانی خواہشات کی مخالفت ہے اور سب سے بڑا مجاہدہ پیرومرشد کی مجلس کا ہر وقت نصیب ہونا ہے کیونکہ پیر کی ہیبت اور دبدبہ نفس کو مار دیتا ہے۔ آپ کی مجلس میں ہر شخص باادب ہو کر بیٹھتا۔ ایک دفعہ اُن کے بیٹے حبیب اللہ کو جو مرید بھی تھا، ڈانٹ پڑی کیونکہ اُس نے اپنی ٹانگ سیدھی کی اور ادب کو ملحوظِ خاطر نہ رکھا۔ مجلس میں پیر کی صحبت کا مرید کی شخصیت، طرزِ عمل اور اخلاق پر گہرا اثر ہوتا ہے۔ صحبت اختیار کرنے والا روحانی اثر اور عملی اتباع سے اپنے شیخ یا پیر کی صفات کو اخذ کرتا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے بلند مرتبہ نبی کریمؐ کی صحبت وہم نشینی سے اور تابعین کو عظیم شرف صحابہ کرام کی صحبت کے طفیل ملا۔ مجالس میں پیر مریدوں کے عیوب مجسم کر کے دکھاتا اور پھر دوا تجویز کرتا ہے۔ پیر اپنے روحانی کمال سے مرید کے نفس کو مہذب بنا کر اس کے دل میں محتسب پیدا کر دیتا ہے جو اُسے ہر قدم پر ٹوکتا ہے۔

Marfat.com

ذوقِ سماع:

سماع اختلافی مسئلہ رہا ہے۔ بعض علما اور صوفیا نے اس کو روحانی ترقی کیلئے ضروری اور بعض نے صریحاً حرام بتایا اور بعض نے اس سلسلے میں سکوت اختیار کیا ہے۔ مشائخِ چشت سماع کو روحانی غذا سمجھتے تھے لیکن اس کے آداب کا سختی سے خیال رکھتے تھے۔

حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں:

> "سماع واردِ حق ہے اور دلوں کا اس کی طرف میلان ہے۔ جو اسے حق سے سُنتا ہے وہ حق کی طرف راستہ پاتا ہے اور جو نفس سے سُنتا ہے زندیق ہو جاتا ہے۔"[۱۵]

ایک بار بابا فریدؒ نے فرمایا:

> "سماع انہی لوگوں کے لیے جائز ہے جو اسمیں ایسے مستغرق ہوں کہ ایک لاکھ تلواریں اُن کے سر پر ماری جائیں یا ایک ہزار فرشتے اُن کے کان میں کچھ

شیخ جمال الدین ہانسویؒ نے فرمایا:

"سماع دلوں کیلئے موجبِ راحت ہے اس سے اہلِ محبت کو جو دریائے آشنائی میں تیرتے رہتے ہیں، جنبش وحرکت ہوتی ہے۔" [۱۷]

شیخ نظام الدین اولیاءؒ فرمایا کرتے تھے کہ سماع کی چار قسمیں ہیں: حلال، حرام، مکروہ اور مباح۔ اگر صاحبِ وجد کو حق کی طرف زیادہ میل ہے تو سماع اس کے حق میں مباح ہے، اگر اس کا میلان مجاز کی طرف زیادہ ہے تو سماع اس کے حق میں مکروہ ہے لیکن جس کا دل بالکل مجاز ہی کی طرف ہو اس کے لیے سماع حرام ہے۔ جب میلان طبع بالکل حق کی طرف ہو تو حلال ہے۔ [۱۸]

سماع میں ہُو ہا کرنے کے متعلق امیر خسرو لکھتے ہیں کہ "بعض درویش سماع کی محفل میں چیخنے لگتے ہیں اور نامناسب آوازیں نکالتے ہیں۔ اس پر خواجہ نظام الدینؒ فرمانے لگے کہ وہ بہت بُرا کرتے ہیں اس لیے کہ اہلِ سماع نے کبھی ایسا نہیں کیا اور یہ کاملوں کا طریقہ نہیں ہے۔ اس قسم کے طرزِ عمل کی انہی لوگوں سے توقع ہوسکتی ہے جو گمراہ اور مذہبِ طریقت سے ناآشنا ہیں اس لیے کہ حسن بصری کا قول ہے کہ اگر کوئی سماع کے وقت چیخنے لگے تو سمجھ لو وہ شیطان ہے اور شیطان کا پیرو ہے۔ جس شخص کو کامل روحانیت حاصل ہے وہ (سماع کے وقت) عالمِ ملکوت میں پہنچ جاتا ہے۔ اسے حرکت کرنے یا رقص کی ممانعت نہیں ہے کیونکہ اس وقت وہ بحرِ معرفت میں غوطہ زن ہوتا ہے اور اٹھارہ ہزار عالموں کے وجود سے بےخبر ہوتا ہے جسطرح سونا کٹھالی میں پگھلتا ہے وہی حال اہلِ سماع کا عالمِ حیرانگی میں ہوتا ہے۔" [۱۹]

امیر خسرو نے حضرت نظام الدینؒ اولیا کے حوالے سے لکھا ہے:

"سب بڑے بڑے مشائخ سماع سے لطف اندوز ہوتے رہے ہیں اور جو لوگ اس کی اصل قدر و قیمت جانتے ہیں اور ذوق اور جذبہ رکھتے ہیں وہ کسی قوال سے ایک بیت سن کر ہی متاثر ہو جاتے ہیں۔" [۲۰]

نَے نواز کے ضمیر کے پاک ہونے کی صورت میں سماع قوتِ روحانی بن جاتا ہے۔ صوفی عطا

Marfat.com

محمد قادریؒ قوالی سنتے بھی تھے اور محفلِ سماع منعقد بھی کرواتے تھے۔ فرماتے سماع یعنی قوالی بامزامیر عندالشرع جائز ہے۔

جناب شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں:

"وجد اور سماع دو آلے ہیں جو عاشقوں اور عارفوں کے دِلی جذبات کو متحرک کرتے ہیں اور دونوں اہلِ محبت کی غذا اور طالبانِ حق کو قوت بخشنے والے ہیں۔" (ترجمہ)[۲۱]

مولانا علم الدین نے حلت وحرمتِ سماع کی تمام دلیلیں رسالہ "مقصدہ" نامی میں جمع کردی ہیں۔

شیخ سعدیؒ سماع کے بارے میں فرماتے ہیں:

سماع ای برادر بگویم کہ چیست؟
اگر مستمع را بدانم کہ کیست؟
گراز اوجِ معنی پرد طیرِ اُو
فرشتہ فرو ماند از سیرِ اُو
اگر مردِ لہواست و بازی ولاغ
فزوں تر شود دیوش اندر دماغ

(ترجمہ) "اگر میں سماع کرنے والے کو جان لوں کہ وہ کون ہے تو اے بھائی! میں تمہیں بتاؤں کہ سماع کیا ہے؟ اگر اس کا طائرِ خیال حقیقت کی بلندی سے پرواز کرے تو اس کی پرواز سے فرشتہ بھی عاجز آجاتا ہے اور اگر اس کا مقصد لہو ولعب اور فریب کاری ہے تو اس سے اس کے دماغ کا شیطان قوی ہو جاتا ہے۔"

صوفیائے کرام نے سماع سے دل پلٹنے کا کام کیا اور عشق کی عالمگیر وارادت کے حقائق باطن پر کھول دیئے۔ سلسلۂ عالیہ قادریہ کے بزرگ حضرت میاں میرؒ سماع سُن لیتے تھے جبکہ سلسلہ سہروردیہ کے بزرگ حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ سے توراگ بھیم پلاسی یا پوریا دھنا سری

Marfat.com

تک منسوب ہے کہ اس کے موجد آپؒ ہیں۔

کرامات:

خواص اولیائے کرام کے نزدیک کشف و کرامات ہیچ ہے۔ ''سیر الاولیاء'' میں لکھا ہے کہ سلوک کے سو مرتبے ہیں ان میں سے سترہواں مرتبہ کشف و کرامات کا ہے۔ اگر سالک اسی کشف و کرامات کے چکر میں رہے تو تراسی درجے کب طے کرے گا۔[۲۲]
سلطان المشائخ نے فرمایا ولیِ کامل کسی منزل میں بھی اسرار ظاہر نہیں کرتا اور اسرار کے ضبط کرنے کے لیے بھی بڑے عزم و حوصلے کی ضرورت ہے اور اس کام کے اہل اہلِ صحو ہیں۔
انسان کی راہ میں کشف و کرامت حجابِ راہ ہیں۔ اصل کام تو استقامت ہے۔ کرامت کا ظاہر کرنا بڑی بات نہیں۔ یہ تو گداؤں کا کام ہے۔[۲۳]

ڈاکٹر اسلم فرخی لکھتے ہیں:

"ہمارے صوفی بزرگوں کی پاکیزہ زندگیاں بذاتِ خود ایک کرامت تھیں۔ ایسی روشن اور واضح کرامت کی موجودگی میں کسی اور کرامت کے بیان کی کیا ضرورت ہے۔"[۲۴]

کرامت کو اجل صوفیا نے پرِ کاہ کے برابر بھی وقعت نہیں دی ہے اور یہ ان سے عموماً اضطراری حالت میں سرزد ہوئی ہیں۔ اختیاری طور پر اُنہوں نے حتی المقدور اس کے اخفا کی کوشش کی ہے۔ دوسرے عوام الناس نے اولیاء اللہ کی صرف ایک ہی نشانی سمجھ لی ہے کہ ان سے فوق العادت باتوں کا ظہور ہوتا ہے اور ہر لحہ کرامتیں سرزد ہوتی رہتی ہیں۔ بزرگانِ دین کی اصل کرامت ان کا اتباعِ شریعت میں ثابت قدم ہونا، دنیا کے مال و جاہ کی طرف حریص بن کر نہ لپکنا، اعلیٰ درجہ کا اخلاق پیدا کرنا، غریبوں اور دردمندوں کے کام آنا اور اسلامی تعلیمات کو اپنے عمل میں رچا بسا کر عام لوگوں کے سامنے پیش کرنا ہے نہ یہ کہ ان سے غیر معمولی مجاہدوں کو منسوب کیا جائے۔[۲۵]

صوفی عطا محمد قادریؒ شریعت کے پابند اور صاحبِ صحو تھے مگر سراپا کرامت تھے۔

Marfat.com

اور بقول میاں محمد یوسف " آپ کی زیارت ہی کرامت تھی جو شخص بھی آپ کی دید وشنید کرتا بس قدموں میں لیٹ جاتا۔آپ کی زیارت سے خدایاد آ جاتا۔"

چہرہ یار تیرا جلوہ خاص ربّی اساں و یندیاں لیا پہچان سائیں (حضور شیرن پاکؒ) جتنے لوگ جناب پاک کی بارگاہ میں حاضر ہوتے۔آپ اُن حاضرین کے مافی الضمیر یعنی دِلی حالات وخیالات کو پڑھ کر کلام فرماتے۔کچھ کہنے کی ضرورت نہ پڑتی۔سب سوالوں کے جواب مل جاتے۔خلیفہ میاں رشید احمد کی شادی پر تشریف لے گئے۔خلقت کا ہجوم تھا۔ہر مکتبہ فکر کے لوگ موجود تھے۔جناب نے کلام شروع کیا تو ایک صاحب نے کچھ عرض کرنا چاہا۔آپ نے فرمایا کچھ دیر ٹھہر جاؤ یعنی پہلے سُن لو پھر سوال کرنا۔آپ نے مسلسل دو گھنٹے تقریر فرمائی۔آخر پر ارشاد فرمایا جسکی مرضی چاہے اور جو چاہے سوال کرے۔سب نے عرض کی کہ اب کوئی سوال باقی نہ رہا جس کا جواب پہلے تقریر میں نہ گزرا ہو یعنی جس کے دل میں جو بھی خیال پیدا ہوتا اُسی وقت اُس کا جواب دے دیا جاتا۔[۲۶]

دلی کیفیات کو پڑھ کر اُس کے بارے گفتگو کرنا اور دل میں اُٹھنے والے سوالوں کے جوابات دینا عام بات ہے۔مریدوں کے علاوہ اُن کے بہت سے قریبی عزیزوں نے بھی اس بات کی گواہی دی ہے۔اُن کی کہی ہوئی باتیں ہم نے اپنی زندگی میں پوری ہوتے دیکھی ہیں۔وہ باتیں جب کہی گئیں اُس وقت کے لحاظ سے اُن کا پورا ہونا تقریباً ناممکن دکھائی دیتا تھا۔

صوفی صاحب سراپا عطا تھے۔اُن کی زبان سے نکلا ہوا کوئی جملہ گویا " گفتہ اُو گفتہٗ اللہ بود " ہو جاتا۔یہاں تک کہ حالتِ جلال میں بعض اوقات ایسے واقعات بھی ہو گئے کہ خاندان والوں کو نقصان اُٹھانا پڑا اس لیے اہلِ خاندان نہ صرف اُن کو بزرگ مانتے بلکہ اُن کے جلال سے ڈرتے۔کرامات اور واقعات تو بہت ہیں لیکن کرامت کے اظہار کو وہ زیادہ پسند نہ کرتے۔وہ سُکر کی بجائے صحو کو پسند فرماتے اور تعلیم وتدریس کو پسند فرماتے۔سیرت سازی کی جانب متوجہ رہتے اور درویشوں کی تربیت کو ترجیح دیتے۔شریعت کی پابندی کا خیال رکھتے۔اُن کے نزدیک حقیقی تصوّف کی اساس شریعت ہے اور اُس کا

Marfat.com

سرچشمہ قرآن و حدیث ہے۔ خیال کی اصلاح پر زور دیتے تھے۔ اظہارِ کرامت کو بزرگوں نے راہِ سلوک میں "حجاب" سے تعبیر کیا ہے اس لیے اب ہم صوفی عطا محمد قادریؒ کے ملفوظات اور تعلیمات کا ذکر کرتے ہیں۔ وہ کرامت کے طالب کو پسند نہیں فرماتے تھے مگر باطنی قوت کے ذریعے مریدوں کو مشاہدہ کرا کے قائل کر دیتے۔

ملفوظات:

صوفی صاحب وحدت الوجود، رسول پاک ﷺ اور پیرانِ پیر دستگیر حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کی شانِ اقدس اور مسئلہ عشق و توکل ہر وقت بیان فرماتے۔ علمِ معرفت و حقیقت کے ان جُملہ مذکور مسائل کو قرآنِ شریف اور اقوالِ عارفین سے ایک ایسا مدلّل بیان فرماتے کہ ہر ایک کے دِل میں بٹھا دیتے اور فرماتے:

"ہمارے کلام کو سمجھنے کے لیے غوثوں اور قطبوں کی ایک جماعت چاہیے یا کم از کم فارغ التحصیل عُلماء یا ایم۔اے، بی۔اے تعلیم یافتہ لوگ ہوں۔"

فرماتے "عارف ہزار پیدا ہوتے ہیں لیکن متکلّم ایک۔"

آپ ظاہر و باطن کے سمندر تھے۔ جب آپ نے اپنے لبِ شیریں سے علمِ راز کے درس کا افتتاح کیا تو زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ میں معانی کا سمندر موجیں مار رہا ہوتا۔ فرماتے:

مجلس:

"اصل چیز سمجھ ہے اور سمجھ پیرِ کامل کی مجلس سے نصیب ہوتی ہے چونکہ یہ علمِ باطن بھی علمِ ظاہر کی طرح پڑھا پڑھایا جاتا ہے اس لئے مجلس ضروری ہے۔ جتنے غوث قطب صاحبِ علم ولایت ہوئے ہیں کوئی بارہ سال اور اٹھارہ سال اور کوئی چھبیس سال تک اپنے اپنے راہنماؤں کی خدمتِ اقدس میں حاضر رہے ہیں۔ پیرِ کامل کی مجلسِ مبارکہ کی حاضری اتنا بڑا مجاہدہ ہے جو عام مجاہدات سے جان چھڑا لیتا ہے۔"

Marfat.com

علم کے بارے میں فرماتے کہ عالمِ ملکوت میں تو ہر وقت علم کا چرچا ہے۔ فرماتے:

"جتنا ادراک بلند اُتنا ہی مقام بلند۔"

عشق:

عشق کی گفتگو کرتے ہوئے جناب صوفی صاحب فرماتے کہ مکتوباتِ عشق کے ہوتے ہوئے عشق کے متعلق کسی اور کلام کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی۔ "مکتوباتِ عشق" صوفی عطا محمد قادری کے دادا پیر شیر محمد گیلانی فتح پوری کی تصنیف ہے۔ فرماتے:

"اگر عشق کی حالتوں کے متعلق کسی کلام کا مطالعہ کرنا درکار ہو تو ''مکتوباتِ عشق'' مکمل کتاب ہے۔"

پھر فرماتے:

"عشق کا مطلب اللہ کی راہ میں مال، اولاد اور جان کی قربانی ہے۔"

ادب:

عشق و محبت کا پہلا قرینہ ادب ہے۔ ادب کے متعلق صوفی عطا محمد قادریؒ فرماتے:

"عشق ہی ادب سکھاتا ہے۔"

"اولیائی (ولایت) ادب کا نام ہے۔"

"جو کچھ ہے ادب ہی ادب ہے۔"

آپ کے پاس کوئی سید، کوئی پیر، کوئی عالم آتا تو تعظیماً اٹھ کر کھڑے ہو جاتے۔ پیر خانہ کا ادب اس طرح کرتے کہ پیر خانہ کے افراد بھی یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے کہ ان جیسا ادب کوئی نہیں کر سکتا۔ پیر و مرشد کی صاحبزادی ایک دفعہ گھر میں ٹھہریں تو ایک ماہ تک ادب کو مدِ نظر رکھتے ہوئے گھر میں داخل نہ ہوئے اور ایک ماہ تک درویشوں والی حویلی میں رہے۔ فیضِ سبحانی شریف میں لکھا ہے کہ ہر مخلوق کا ادب کرو کیونکہ ہر مخلوق عینِ ذات ہے۔

پیر و مرشد جناب امام جلویؒ کے چھوٹے صاحبزادے فرماتے ہیں:

Marfat.com

"پیر تو بڑے بڑے دیکھے ہیں لیکن جناب عطا محمد جیسا مرید نہیں دیکھا۔"
جناب عطا محمد صاحب کا قول ہے "ادب ہی اصل دولت ہے۔"

توکل:

توکل کے متعلق فرماتے "ولایت کی ابتدا نہایت تلخ اور انتہا نہایت شیریں ہوتی ہے کیونکہ آخر میں توکل کا لذیذ کھانا دیا جاتا ہے۔" مزید فرماتے کہ جناب غوثِ اعظمؒ کا فرمان ہے کہ "توکل دل کو مہذب بنا دیتا ہے۔"
حضرت شیخ الاکبر محی الدین ابن العربیؒ فرماتے ہیں: فقیر وہ ہے جس کے پاس اگر شام کا کھانا ہو تو صبح کے متعلق اُسے معلوم نہ ہو کہ کہاں سے آئے گا اور کہاں سے کھائے گا۔ درویش ہر وقت یادِ الٰہی میں مشغول ہو اور اُس کی روزی کا فکر خود اللہ رازق کو ہو لیکن توکل شرط ہے اور توکل کی شرط یہ ہے خلقت کی طرف سے دروازے بند کرلے اور اپنے اور خدا کے درمیان دروازہ کھول دے۔

سجدۂ تعظیمی:

سجدۂ تعظیمی کے بارے میں فرماتے کہ شرع کی رو سے بزرگانِ دین کو سجدۂ تعظیمی جائز ہے۔ اگر کوئی عاشقِ رسول ﷺ کسی ولی کامل میں نورِ محمدی ﷺ کا دیدۂ دل سے مشاہدہ کرے اور اُس نورِ پاک کی تعظیم کی خاطر اُس ولی کامل کی طرف منہ کر کے سجدہ کرے تو عِند الشّرع جائز ہے۔ اقطاب عارفین جو فنا فی الرسولؐ کے مقام سے مشرف ہیں اُنکی علامات ہی یہی ہیں کہ رب تعالیٰ اُن کی تعظیم سجدہ تحیّۃ سے کرواتا ہے۔ دوسرے کسی درویش یا عالم کو ایسی تعظیم نہ نصیب ہے اور نہ مناسب۔

مجلسِ پیر:

پیر کی اطاعت کو ضروری قرار دیا۔ اور تعلیم وتلقین کے لیے پیر کی مجلس میں حاضری دینا ضروری ہے۔ کیونکہ پیر کی صحبت درسگاہ کا درجہ رکھتی ہے اور پیر کی مجالس میں فیوض

Marfat.com

روحانی کی بارش ہوتی ہے۔ پیر کی خدمت میں حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کو مجلس میں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"جس نے پایا خدمت سے پایا۔ مرید کو چاہیے کہ پیر کے فرمان سے ذرّہ بھر تجاوز نہ کرے اور جو کچھ پیر نماز اور وظائف وغیرہ کے متعلق فرمائے اس کو گوشِ ہوش سے سنے اور اس پر عمل کرے تاکہ اس مقام پر پہنچے جہاں پیر مرید کا مشاطہ ہے کیونکہ جس امر کی پیر مرید کو تلقین کرے گا وہ حصولِ کمال کے لیے ہوگی۔"[۲۷]

شریعت کی پابندی:

حدودِ شرعی کی نگہبانی کے سلسلے میں جناب صوفی عطامحمد صاحب فرماتے "عارف جس قدر باطن میں ترقی کرتا ہے اُسی قدر حدودِ شرعی کی نگہبانی زیادہ کرتا ہے چنانچہ ولایتِ کُبریٰ کے صاحب شریعت مطہرہ کا سخت ادب کرتے ہیں۔[۲۸]

رضا بالقفا:

رضا بالقفا کے بارے میں صوفی صاحب اپنی کتاب "یَنبُوعُ الْغَیب من فُتُوح الغَیُب" میں لکھتے ہیں کہ "رضا بالقفا سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس حال میں بندے کو رکھے بندہ اُس پر راضی رہے۔ جزع فزع نہ کرے۔ صحت میں، بیماری میں، غنا میں، فقر میں، عزت میں، ذلت میں، سفر میں، حضر میں غرضیکہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ پر راضی رہے۔ رضا بالقفا فنا کا مقدمہ ہے۔ ولی کیلئے سب سے اعلیٰ مقام رضا بالقفا ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے حاصل ہوتا ہے۔ بندہ اپنی ہمت سے یہ مقام حاصل نہیں کرسکتا۔ سید الشہدا حضرت امام حسینؓ میدانِ کربلا میں جامِ شہادت نوش کرکے اولیاء کو رضا بالقفا کا سبق سِکھلا گئے ہیں۔"[۲۹]

تقدیر کو منجانب الٰہی سمجھتے ہوئے اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔ فرماتے ہیں

"چونکہ عالم میں فعلِ الٰہی جاری ہے اس لیے ہر تقدیر کو منجانب الٰہی سمجھ اور تقدیرِ الٰہی کے سامنے مِثل میت کے ہو جا۔ رضا بالقفا فنا کا مقدمہ ہے۔ جب تو مِثل میت کے ہو جائیگا تو باری تعالیٰ تیری وہمی ہستی کو فنا کر دیگا۔" [۳۰]

رضا بالقفا کا مقام نصیب ہونا صوفی صاحب کے نزدیک باطنی کمال کی نشانی ہے۔ ہر مشکل وقت میں سالک کی نظر اللہ تعالیٰ پر ہونی چاہیے نہ کہ مخلوق کی طرف۔ فرماتے ہیں:

"نزولِ بلا کے وقت اگر طالبِ مولا اللہ تعالیٰ کا دروازہ چھوڑ کر اسباب کو تلاش کرے تو یہ بے ادبی ہے۔" [۳۱]

رہبانیت:

ترکِ دنیا یا رہبانیت کو پسند نہ کرتے بلکہ مخلوق میں رہ کر اللہ کی یاد سے غافل نہ ہونے کو فقیری کی معراج سمجھتے ہیں:

"مُبتدی درویش خلقت سے بھاگتا ہے اور عارفِ کامل اُن کو گلے لگاتا ہے کیونکہ وہ اُن کا روحانی طبیب ہے۔" [۳۲]

مخلوق کے ساتھ ظاہری تعلق کو جائز سمجھتے لیکن دلی تعلق کو جائز نہیں سمجھتے۔ انسان کے جملہ امور اُن کے خیال میں اللہ تعالیٰ کے سپرد ہیں خواہ انسان اس راز کو سمجھے یا نہ سمجھے۔ فرماتے ہیں: ''جملہ امور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہو رہے ہیں۔ جب بندہ جملہ اُمور اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کا متولی بن جاتا ہے۔'' [۳۳]

فنا:

فنا اور اس کے مراتب کے بارے میں لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

"بندہ اپنی وہمی ہستی سے فانی ہو جاتا ہے اور ذاتِ حق کے ساتھ باقی ہو جاتا ہے۔ حالتِ فنا کے طاری ہونے کے بعد سالک کے قلب میں صفاتِ کاملہ آلٰہیہ کا ظہور ہوتا ہے۔ جب سالک ذاتِ حق سے باقی ہو جاتا ہے تو وہ انسانِ کامل بن جاتا ہے اور حق اور خلق کے درمیان برزخ جامع بن جاتا

Marfat.com

ہے۔ عبد ترقی کر کے صفاتِ رُبوبیت سے مُتصف ہو جاتا ہے اور رب تنزّل کر کے صفاتِ عبودیت سے متصف ہو جاتا ہے۔ انسان کامل گاہے مرتبہ رُبوبیت میں ہوتا ہے اور گاہے مرتبہ عبودیت میں ہوتا ہے۔"[۳۴]

آخری تقریر:

وصال سے قبل آخری تقریر بہت پُر تاثیر فرمائی:

"اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ لیکن اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور حدیث مصطفےٰ ﷺ ہے جو حضور پیرانِ پیر دستگیر میراں محی الدّین سیّد عبدالقادر جیلانیؒ اپنی تصنیفِ لطیف "فتوح الغیب" میں نقل فرماتے ہیں۔ اُس ذاتِ باری تعالیٰ کے سب افعال اچھے ہیں اور سب حکمت پر مبنی ہوتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے اس علمِ مصلحت کو اپنے بندوں سے چھُپا رکھا ہے اور اُسے وُہ خود ہی جانتا ہے۔ اِس کی شرح میں حضور پیرانِ پیر دستگیرؒ فرماتے ہیں نزولِ حُکمِ الٰہی کے وقت اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرنا دین کی موت ہے، توحید کی موت ہے۔ توکّل، اخلاص اور دِل کی موت ہے۔ مومن چُوں چرا نہیں جانتا ہر گز نہیں جانتا۔ مومن کی اعتراض کی زبان کاٹ دی جاتی ہے۔ نیز فرماتے ہیں تقدیر کے ساتھ موافقت کرو۔ تقدیر کی موافقت نے مجھے قادر بنا دیا (اسکے بعد حضور قبلہَ عالم نے اپنے متعلق ارشاد فرمایا) ہم نے اپنی استعداد کے مطابق بوجھ اُٹھایا ہے اللہ کسی نفس کو اُس کی وُسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا اور حدیث مصطفےٰ ﷺ ہے سب سے زیادہ بلّیات و تکلیفات میں انبیاء کرام مُبتلا کیے جاتے ہیں پھر اولیاء پھر درجہ بدرجہ اور لوگ۔ یہ بوجھ درجہ کے مطابق لادا جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت امام حسینؓ نے اُٹھایا تھا۔ سالک کو چاہیے کہ ہر حال میں راضی رہے۔ اُس کی نظر مخلوق سے گزر کر خالق پر پڑے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی نفع اور نقصان نہیں دے سکتا۔ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے کہ اے محبوب فرما دیجیے سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ

(کوئی مصیبت نہیں پہنچتی مگر اللہ کے اِذن سے)۔ وَلِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَ اِلَی اللّٰہِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ (جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے وہ اللہ کے واسطے ہے، اور سب کام اللہ کی طرف پھیرے جاتے ہیں)

اِنِّیْ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ رَبِّیْ وَ رَبِّکُمْ ط مَا مِنْ دَآبَّۃٍ اِلَّا ھُوَ اٰخِذٌ م بِنَاصِیَتِھَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ o (تحقیق میں نے اللہ پر بھروسہ کیا جو میرا بھی رَبّ ہے اور تمہارا بھی۔ نہیں کوئی ایسا چلنے والا جس کی پیشانی اُس کی گرفت میں نہ ہو۔ تحقیق میرا رب سیدھی راہ پر ہے) اور ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

لَا تَتَحَرَّکُ ذَرَّۃً اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ (اللہ کے حکم کے بغیر ایک ذرّہ حرکت نہیں کرتا)۔ قُرآن وحدیث کی ان آیاتِ بینات اور ارشاداتِ عالیہ سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے سمجھنے سمجھانے بلا تمثیل وتشبیہ اس کی مثال یوں ہے جسطرح کاریگر کے ہاتھ میں ہتھیار، چوگان کے آگے گیند، دایہ کے ہاتھ میں بچّہ یا غسّال کے ہاتھ میں میّت ہوتی ہے۔ ہتھیار کتنا بھی تیز ہو خود بخود نہیں چل سکتا جب تک کاریگر اُس کو خود نہ چلائے اور میّت خود حرکت نہیں کرتی بلکہ نہلانے والا اُس کے ہاتھ پاؤں کو حرکت دیتا ہے۔ اِسی طرح باقی مثالیں سمجھ لو۔ جب ایسا معاملہ ہے تو اعتراض کیسا اور کِس پر؟ یہ تو پھر اللہ پر اعتراض ہوگا اور تُو اللہ پر کیوں اعتراض کرتا ہے کہ اِس طرح کیوں ہُوا اور اُس طرح کیوں نہ ہُوا؟ واضح اِرشاد ربّانی ہے لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَ ھُمْ یُسْئَلُوْنَ یعنی جو کچھ وہ اللہ کرے اُس سے پُوچھ گچھ نہیں باقی لوگوں سے سوال کیا جائے گا۔ بندہ بندہ سے ڈرنے والا اور ہر ایک سے امید رکھنے والا ہرگز موحد نہیں ہے چہ جائیکہ اولیاء اللہ۔ پہلا درجہ صبر کا دوسرا شکر کا پھر رضا بالقفا، پھر فنا و بقا۔ رضا بالقفا مقدمہ فنا ہے۔ جب تو اللہ کی رضا پر راضی نہیں تو فنا کیسی؟ اور فنا ہی بقا ہے کیونکہ خلا تو رہتا نہیں ہے۔ لہٰذا تُو جوں ہی اپنی ہستی سے فانی ہُوا اُس (ذات) کے ساتھ باقی ہو گیا۔ حقیقی بادشاہت فنا ہونے

Marfat.com

والے کے لئے ہے۔" [۳۶]

وصال مُبارک:

یکم اپریل ۱۹۸۴ء بروز اتوار بوقت ۹ بجے عشاء کی نماز ادا کرتے ہوئے کسی ظالم نے آپ پر کاربین کا فائر کیا۔ جناب زخمی ہو کر مصلیٰ پر گر گئے۔ خون بہنا شروع ہو گیا۔ میاں رشید احمد (درویش اور خلیفہ) نے جناب کو اُٹھا کر پلنگ پر لٹایا۔ کوہِ حلم وصبر نے اِرشاد فرمایا کوئی بات نہیں۔ یہ تقدیر تھی ہم نے اُٹھ کر گلے لگائی ہے ورنہ اولیاء اللہ پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔ ایک دفعہ بھی ہائے نہیں کی اور نہ ہی گھبرائے۔ باوجود اس کے قاتل کو پہچان گئے لیکن راز ظاہر نہ فرمایا۔ آخری پُر اثر تقریر میں بھی تقدیر کی موافقت پر زور تھا اور رضا بالقضا کا سبق درویشوں کیلئے تھا۔ اور ان کا عملی ثبوت وہ اپنی ذات سے دے رہے تھے۔ اللہ کی رضا پر قربان ہونے اور اُف نہ کرنے کی بات اُن کے عمل سے ثابت ہو رہی تھی اور یہی بقائے دوام کا راز ہے۔ اُن کی تصنیفات میں اسی فلسفے پر زور ہے کہ تقدیر کی موافقت قادر بنا دیتی ہے۔

بالآخر بروز سوموار بوقت ۶ بجے شام بتاریخ ۶ رجب المرجب ۱۴۰۴ھ بمطابق ۹ اپریل ۱۹۸۴ء آہستہ آہستہ مسکراتے ہوئے آپکی روحِ مقدس کا شہباز لامکانی اپنے اصلی وطن عالم نورانی کی طرف پرواز کر گیا اِنَّا للہِ وَ اِنَّا اِلَیۡهِ رَاجِعُوۡن ہ [۳۵]

مزار شریف:

گوجرانوالہ میں مزار شریف برلبِ سڑک ہے۔ اس کی تعمیر کے ابتدائی مراحل میں اُن کے داماد وخلیفہ چوہدری محمد اقبال کا ہاتھ ہے جبکہ باقی سارا کام اُن کے مرید اور چوہدری محمد اقبال کے بڑے صاحبزادے احسن اقبال جمیل بڑے ذوق وشوق سے کروا رہے ہیں۔ برلبِ سڑک رہنا اُنہیں ہمیشہ سے پسند تھا اور اس کی وجہ یہ بیان فرماتے کہ آنے جانے والوں کو تکلیف نہ ہو۔ سچ تو یہ ہے کہ درویشی ہے ہی خدمتِ خلق کا نام۔

Marfat.com

کارِ خیر کی توفیق بھی اللہ ہی دیتا ہے۔ احسن اقبال جمیل کا ادب اور مزار بنوانے کی لگن دیکھ کر جناب صوفی عطا محمد صاحب کے تیس سال قبل فرمائے ہوئے الفاظ ذہن میں گونجتے ہیں۔ یہ الفاظ احسن اقبال جمیل کے بارے میں تھے جو اُس وقت ابھی بچہ ہی تھا۔ اولیاء اللہ کیلئے کتابِ قدر پڑھنا کونسا مشکل کام ہے۔ وہ الفاظ میرے پاس امانت ہیں اور امانت میں خیانت کے تصور سے بھی دور رہنا چاہیے۔ بہرحال شاید احسن اقبال جمیل کو سرفراز کرنا مقصود تھا کیونکہ اُن ہی کا فرمان ہے کہ "اللہ اُس سے خدمت لیتا ہے جسے سرفراز کرنا چاہتا ہے۔ پھر فرمایا کہ اللہ دی خاطر ہک اُکھ جھپکی وی خالی نہیں جاتی ہے۔"[۳۶]

امام غزالی نے فرمایا کہ میں نے کسی امیر زادے کے دروازے پر جانے سے توبہ کی ہے۔ جناب صوفی صاحب فرماتے ہیں۔

"بڑا خوش قسمت ہے وہ دنیا دار جو فقیر دے دروازے تے جاوے تے جیڑا درویش دُنیا دار دے دروازے تے جاوے وہ بڑا بد بخت ہے۔"[۳۷]

تصنیفاتِ شریف:

۱۔ اِسرَارُ الْقِدمُ مِنْ فُصُوصُ الْحِکَمُ
۲۔ یَنبُوعُ الغیب مِنْ فُتُوحُ الْغَیبْ
۳۔ تَحقِیقُ الْاَوْلیَاء فِیْ شَانِ سُلطَانُ الْاَصْفِیَاء (جلد اوّل)
۴۔ تَحقِیقُ الْاَوْلیَاء فِیْ شَانِ سُلطَانُ الْاَصْفِیَاء (جلد دوم)
۵۔ بغدادی گلشن فی شرح مرأت العارفین
۶۔ تفسیر جلویؒ
۷۔ تفسیر رُومیؒ
۸۔ رسالہ بَرزخ جامع (مختصر)
۹۔ تفسیرِ غوثیہؒ
۱۰۔ تفسیرِ رسالہ برزخ جامع

Marfat.com

جنابِ صوفی عطا محمد قادریؒ کی تعلیمات کو سمجھنے کیلئے یہ تصنیفات آئینہ کا کام دیتی ہیں۔ ہم ان میں اُنکی تعلیمات کا، عقائد کا بڑا واضح عکس دیکھ سکتے ہیں۔ مصنف کا کلام اُس کے کمال کا آئینہ ہوتا ہے۔ ہم یہ کمال اُن کے ترجموں، ملفوظات اور خطوط میں دیکھ سکتے ہیں۔ وہ علمِ تصوف کے مستند شارح تھے۔ اصطلاحاتِ تصوف کی وضاحت بڑی خوبصورتی سے کرتے ہیں۔ شارح ہونے کیساتھ ساتھ وہ ایک تخلیقی مترجم بھی تھے۔ صوفی کی قوتِ متخیلہ عام آدمی سے زیادہ فعال ہوتی ہے اس لئے اُس کی تحریر تخلیق کا درجہ اختیار کر لیتی ہے۔ روحانی پرواز اور خیالی پرواز مل جائیں تو نتیجہ صوفیانہ ادب کی شکل میں سامنے آتا ہے۔

حواشی:

۱۔ عارفِ کامل محمد یار وَٹو نے آپ کے نام سے پہلے یہ القابات استعمال کیے۔
میاں محمد یار وَٹو قادری، "اسرارُ التوحید" جلد سوم دوسرا حصہ (حصہ دوم) ملفوظات شریف بارِ اوّل: مطبع وسنہ ندارد۔ یہ کتاب ملفوظات پر مبنی ہے اور اس میں پیر غلام محمد صاحب، میاں عطا محمد صاحب قادری اور مولانا محمد سردار احمد صاحب کے ملفوظات ہیں۔ تمام القابات کتاب کے نام کے نیچے لکھے گئے ہیں۔

۲۔ محمد یوسف "ذکرِ عطاؒ" مرتبہ؛ سنِ اشاعت: ۱۴۱۱ھ ص ۲۵

۳۔ ایضاً

۴۔ ایضاً ص ۲۷

۵۔ یہ شعر "خلافت نامہ" سے لیا گیا ہے جو پیر و مرشد امام جلویؒ نے عطا کیا، تاریخ خلافت نامہ ۲۵ نومبر ۱۹۴۹ء

۶۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی "تاریخِ مشائخ چشت"، جلد اول، دہلی: ادارۂ ادبیاتِ دلی: ۱۹۸۰ء ص ۳۱۷

۷۔ شیخ عبدالقادر عیسیٰ الشاذلیؒ "حقائق عن التصوف" ترجمہ "تصوف کے روشن حقائق" مترجم: محمد اکرم الازہری لاہور: زاویہ، ۱۹۹۸ء ص ۸۷

۸۔ ڈاکٹر ظہور الحسن شارب "حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ حیات وتعلیمات" لاہور: بک ہوم، ۲۰۰۷ء، ص ۱۳۳

۹۔ ایضاً ص ۱۳۷

۱۰۔ سردار کرپال سنگھ نارنگ، مضمون "تصوف کے اداشناس" ماہنامہ "منادی" جلد ۴۹، شمارہ ۴، ۶،۵، حضرت بابا فرید نمبر، نئی دہلی: درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء، ۱۹۷۴ء، ص ۲۸۰

۱۱۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی "تاریخِ مشائخ چشت" جلد اول، ص ۳۱۴

۱۲۔ ڈاکٹر پیار سنگھ صاحب گورونانک یونیورسٹی امرتسر۔ مضمون "حضرت بابا فریدؒ کے تصوف کا جمالیاتی پہلو" ماہنامہ منادی، نئی دہلی۔ جلد ۴۹، شمارہ ۴، ۵، ۶، ص ۹۹

۱۳۔ ملفوظات حضرت بابا فریدُ الدّین گنج شکرؒ۔ مرتبہ: حضرت بدرالدین اسحٰق مترجم: پروفیسر محمد معین الدّین دردائی۔ کراچی: نفیس اکیڈمی ص ۱۸، ۱۹

۱۴۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی "تاریخِ مشائخ چشت" جلد اول، ص ۹۰

۱۵۔ علی بن عثمان الہجویریؒ "کشف المحجوب" مترجم: مولانا ابو الحسنات محمد احمد قادری۔ لاہور: اسلامک بک فاؤنڈیشن، ۱۹۷۸ء، ص ۶۱۶

۱۶۔ ملا واحد دہلوی، مترجم: "راحت القلوب" اُردو ترجمہ، ملفوظات بابا فرید الدین مسعود گنج شکر لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، جنوری ۲۰۰۴ء، ص ۳۲

۱۷۔ ایضاً ص ۷۱۔۷۲

۱۸۔ سیر الاولیاء بحوالہ تاریخ مشائخ چشت جلد اول۔ ص ۳۹۱

۱۹۔ ڈاکٹر وحید مرزا "امیر خسرو" (سوانح عمری) لاہور: بک ہوم، ۲۰۰۵ء ص ۲۴۷

۲۰۔ ایضاً

۲۱۔ بحوالہ ذکرِ عطا۔ ص ۹۵

۲۲۔ سیّد محمد مبارک علوی کرمانی المعروف بہ امیر خورد "سیرُ الاولیاء" مترجم: اعجاز الحق قدوسی لاہور: اردو سائنس بورڈ، پانچواں ایڈیشن: ۲۰۰۴ء، ص ۵۵۱

۲۳۔ ایضاً، ص ۹۵

۲۴۔ ڈاکٹر اسلم فرخی "نظام رنگ" ادارہ یادگار شیفتہ، اشاعت دوم: ۱۹۹۸ء

۲۵۔ نثار احمد فاروقی، مضمون "راحت القلوب (ایک تنقیدی جائزہ)" ماہنامہ منادی، نئی دہلی۔ جلد

Marfat.com

۴۹، شمارہ ۴، ۵، ۶، حضرت بابا فرید نمبر ۱۹۷۴ء ص ۱۵۷

۲۶۔ محمد یوسف "ذکرِ عطاؒ" ص ۱۰۳ تا ۱۰۵

۲۷۔ ڈاکٹر ظہور الحسن شارب "حضرت خواجہ معین الدین چشتی" ص ۱۰۹

۲۸۔ عطا محمد "یَنْبُوعُ الْغَیب مِن فُتُوحُ الْغَیب"، لاہور: اشرف پریس، بارِ اول: سن ندارد، ص ۸۷

۲۹۔ ایضاً، ص ۱۶۔۱۷

۳۰۔ ایضاً، ص ۹۵

۳۱۔ ایضاً، ص ۳۲۴

۳۲۔ ایضاً، ص ۲۳۲

۳۳۔ ایضاً، ص ۴۶

۳۴۔ ایضاً، ص ۲۹۱

۳۵۔ محمد یوسف ''ذکرعلا''، ص ۱۲۴

۳۶۔ میاں محمد یار وٹو قادری "اسرار التوحید" (حصہ دوم) ص ۱۵۸

۳۷۔ ایضاً ص ۱۵۶

Marfat.com

اَسرارُ القِدم مِنْ فُصُوص الحِکم (جائزہ)

''اَسرارُ القِدمِ'' صوفی عطا محمد قادریؒ کی تصنیف ہے۔ اس کتاب کا سالِ اشاعت ۱۳۸۷ ہجری ہے۔ یہ اشرف پریس لاہور سے شائع ہوئی۔ ۶۳۶ صفحات پر مشتمل یہ ایک ضخیم کتاب ہے۔ چونکہ یہ کتاب ابنِ عربیؒ کی کتاب "فصوص الحکم" کی شرح ہے اس لئے ہر باب کے شروع میں عربی عبارت دی گئی ہے۔ اسرار القدم میں متصوفانہ اصطلاحات کا ذکر ہے اس لئے کتاب کا جائزہ صوفیانہ اصطلاحات کے ذریعے ہی لیا جائیگا۔ اگرچہ یہ اصطلاحات خاصی مشکل ہیں لیکن صوفی عطا محمد قادریؒ نے سلیس اردو زبان میں بامحاورہ ترجمہ اور تشریح کے ذریعے اس مشکل کو آسان کر دیا ہے پھر بھی کئی مقامات پر مشکل محسوس ہوتی ہے۔ دراصل "صوفیانہ تجربے کی نزاکت بسا اوقات بیان واظہار کی متحمل نہیں ہوتی اور اشاریت اور ابہام سامنے آتا ہے۔ ایسے میں ترجمے کو اس نقص کا سبب قرار دینا عجلت پسندی ہوگی۔"[۱]

''فصوص الحکم'' کی زیادہ شروح عربی زبان میں ہیں۔ حضرت شاہ محمد مبارک کی شرح اپنی مثال آپ ہے لیکن اس میں پرانی طرز کی اُردو استعمال کی گئی ہے۔ صوفی عطا محمد قادریؒ نے "اسرارُ القِدم" میں بامحاورہ زبان استعمال کی ہے اور صوفیانہ اصطلاحات کی تشریح آسان زبان میں کی ہے۔ "فصوص الحکم" کے بارے میں "اسرار القدم" کے دیباچے میں مترجم وشارح صوفی عطا محمد قادریؒ لکھتے ہیں:

Marfat.com

" کتاب فصوص الحکم وہ مقدس صحیفہ ہے جو سرکارِ دو عالم حضور نبی کریم جناب محمد پاک ﷺ نے حضرت شیخ الاکبر محی الدین ابن العربیؒ کو خواب میں عطا فرمایا جیسا کہ خطبۃ الکتاب میں مصنف نے اس امر کی صراحت فرمائی ہے۔ علماء باللہ واولیاء اللہ کے نزدیک یہ کتاب حقیقتاً حضور ﷺ کی طرف منسوب ہے اور حضرت شیخ الاکبر محض ناقل ہیں۔ برادرانِ طریقت و یارانِ حقیقت کی خدمت میں یہ فقیر ضعیف تاکیداً عرض رساں ہے کہ یہ کتاب بمنزلہٗ کتاب حدیث پاک ہے اس لئے اِس صحیفہٗ مقدس کے کسی حرف پر اعتراض کر کے اپنا دین وایمان ضائع نہ کریں۔"[۲]

بقول شارح " قرآن مجید کے وہ اسرارات جو کتابت کے لائق ہیں سارے کے سارے "فصوص الحکم" میں مندرج ہیں۔"[۳]

فصوص الحکم میں فَص کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنی نگینہٗ انگشتری بھی ہیں اور کسی شے کا خلاصہ بھی۔

تعینِ اوّل ــــــ حضرت آدمؑ:

حکمتِ الٰہی کو حضرت آدمؑ کی طرف منسوب کیا گیا ہے کیونکہ حضرت آدمؑ تمام مراتب حقی وخلقی کے جامع ہیں اور اسم اللہ کے مظہر ہیں۔ ذاتِ الٰہیہ کا تعینِ اوّل وحدت ہے جو نورِ محمدیؐ ہے۔ یہ ذاتِ الٰہیہ کا ظہور علمی اجمالی ہے۔ حضرت آدمؑ چونکہ ظہور عنصری میں اللہ تعالیٰ کیلئے تعینِ اول ہیں اس لئے حکمتِ الٰہی کو آپ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ جملہ اِنسان آدمؑ سے پیدا ہوئے اس لئے آپ اجمال کا حکم رکھتے ہیں۔ حقیقت میں آدمؑ حضور ﷺ کا پہلا ظہور عنصری ہیں۔[۴]

مراتبِ حقی وخلقی:

اللہ تعالیٰ مرتبہٗ احدیت ذاتیہ میں بطون در بطون تھا۔ اس کے اسماء وصفات اُس کی ذات میں موجود تھے۔ مرتبہٗ احدیت سے ذات نے تنزل فرما کر مرتبہٗ وحدت میں

Marfat.com

ظہور فرمایا۔ اس مرتبہ میں اسماء صفات کا ظہور علمی اجمالی ہوا۔ پھر اس مرتبہ سے تنزّل فرما کر مرتبۂ واحدیّت میں ظہور فرمایا۔ اس مرتبہ میں اسماو صفات کا ظہور علمی تفصیلی ہوا۔ پھر ذات نے اس مرتبہ سے تنزّل فرما کر عالمِ ارواح کی صورت پر ظہور فرمایا۔ پھر اس مرتبہ سے تنزّل فرما کر عالمِ مثال کی صورت پر ظہور فرمایا اور پھر اس مرتبہ سے تنزّل فرما کر عالمِ اجسام کی صورت پر ظہور فرمایا، اِس مرتبہ میں اَسماو صفات کا ظہور خارجی تفصیلی ہُوا۔ مرتبۂ احدیت، وحدیت اور واحدیّت تینوں حقی مراتب ہیں۔ عالمِ ارواح، عالمِ مثال اور عالمِ اجسام تینوں خلقی مراتب ہیں۔

انسان کامل:

پھر تمام مراتب حقی و خلقی کی جامع ہستی حضرتِ انسانِ کامل کو پیدا کیا۔ ربوبیت اور عبودیت دونوں اللہ تعالیٰ کی شانیں ہیں اور ربوبیت اور عبودیت کے درمیان برزخ جامع ہے اور یہ حضرتِ انسانِ کامل ہے۔ اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے شارح صوفی عطا محمد قادریؒ لکھتے ہیں:

> " گویا عالم کے افراد اللہ تعالیٰ کے مختلف اسماء کے مظاہر ہیں لیکن حضرت انسانِ کامل کی ذات یعنی جمیع اسماو صفات کا مظہر ہے۔ حقیقتاً انسانِ کامل سے مراد سرکارِ دو عالم جناب محمد پاک ﷺ ہیں لیکن ظہور کے لحاظ سے ابوالبشر حضرت آدمؑ ہیں اور حضور ﷺ ابولارواح ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اِنسان کو اس لئے پیدا کیا کہ وہ اپنی ذات کو اپنے اسماو صفات کو اس میں دیکھے لہٰذا انسان سرِ الٰہی ہے۔ دوسرے الفاظ میں اِنسان کی صورت پر اللہ تعالیٰ جلوہ نما ہے۔ جو انسان اِس راز کو پالیتا ہے وہ عارف باللہ ہے اور جو نہیں جانتا وہ جاہل ہے۔" [۵]

مِرأتِ تامّہ:

اللہ تعالیٰ نے عالم کو پیدا کیا کہ اپنے کمالات اس میں دیکھے اور خاص طور پر حضرت انسان کو پیدا کیا کہ اس کی ذات کا مِرأت ہو۔ جسطرح انسان اپنے آپکو بغیر آئینے کے نہیں

Marfat.com

دیکھ سکتا، ایسے ہی عالم اور انسان اللہ تعالیٰ کے اُسما وصفات کے آئینے ہیں۔لیکن حق تعالیٰ کیلئے مرأتِ تامہ رسول کریم ﷺ ہیں۔اس لئے اللہ چاہتا ہے کہ ساری خلقت اس کے کمالات اُس کے مرأتِ تامہ یعنی حضورؐ میں دیکھے اور یہ خلقت کا دیکھنا ہی اللہ کا دیکھنا ہے گویا عالم کی پیدائش کی وجہ یہ ہے کہ ہر کوئی حضور ﷺ پر عاشق ہو اور ہر کوئی حضورؐ کی ذاتِ اقدس میں اللہ تعالیٰ کے حسن وکمالات کو دیکھے۔[6]

اعیانِ ثابتہ:

اللہ نے اعیانِ ثابتہ کو فیضِ مقدس سے لباسِ خارجی عطا کیا اور فیضِ مقدس دائمی تجلی کا نام ہے۔اعیانِ ثابتہ سے مراد ممکنات کے حقائق و اِستعدادات ہے۔فیضِ مقدس سے اللہ تعالیٰ عالم کے اعیانِ ثابتہ کو وجود خارجی عطا کر رہا ہے لیکن وُہ اعیانِ ثابتہ یعنی ممکنات کی علمی صورتیں اب بھی اللہ تعالیٰ کے علم میں باقی ہیں۔مثال کے طور پر ایک کاریگر کے ذہن میں ایک مکان کا نقشہ ہے۔وہ اُس نقشہ کے مطابق مکان موقع پر تیار کر دیتا ہے لیکن وہ ذہنی نقشہ اب بھی کاریگر کے ذہن میں باقی موجود ہے۔پس تمام امور کی ابتدا اور انتہا اُسی سے ہے۔مُراد یہ ہے کہ ہر شے کا اول آخر باطن ذاتِ حق ہے یعنی ہر شے پر اُسی کا ظہور ہے اور تمامی امورِ عالم اُسی کی طرف رجوع کریں گے جیسا کہ اُن کی ابتدا اُس سے ہوئی ہے۔مراد یہ ہے کہ عالم کی ہر شے کا مَبدا ذاتِ حق ہے جیسا کہ موجیں اور ٹھاٹھیں سمندر سے پیدا ہوتی ہیں اور سمندر ہی میں مٹ جاتی ہیں۔پس ذاتِ حق بحرِ مواج کی مثل ہے اور جملہ موجوداتِ عالم اُسی بحر کی امواج ہیں۔[7]

عارفین کے نزدیک ہر شے کے دو وجود ہیں ایک ظاہری وجود دوسرا علمی وجود جو علمِ الٰہی میں ہے۔کسی ممکن کے علمی وجود کا نام اُسکی حقیقت یا اُس کا عینِ ثابتہ ہے۔[8]

انسان کی وجہ تسمیہ:

انسان کی وجہ تسمیہ دو اُمور کے سبب سے ہے۔ایک یہ کہ انسان میں تمام افرادِ عالم کا نمونہ موجود ہے۔وہ تمام حقائقِ عالم کے ساتھ مانوس ہے دوسرا یہ کہ انسان کے لُغوی

معنی آنکھ کی پتلی ہے جس میں بینائی کی قوت ہے اور جس سے آنکھ کو نظر حاصل ہوتی ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو یعنی اپنے کمالات کو انسان کے توسط سے دیکھا اور جملہ مخلوق کو بھی اُسی انسان کے سبب دیکھا اس لئے انسان حق تعالیٰ کیلئے بمنزلہ آنکھ کی پتلی کے ٹھہرا اوراس کا نام انسان رکھا گیا۔

انسان ازلی ہے کیونکہ اس کا علمی وجود حق تعالیٰ کے علم میں موجود تھا۔ انسان کی حقیقت حضرتِ روح ہے جو دائمی ابدی ہے۔ انسان عالم میں ایسے ہے جیسے انگوٹھی میں نگینۂ انگوٹھی۔ اللہ نے اپنی مخلوق کی انسان کے ساتھ محافظت کی ہے۔ مخلوق کی محافظت اللہ کے ذمہ ہے لیکن چونکہ انسانِ کامل تمام صفاتِ الٰہیہ سے متصف ہے اس لئے اللہ نے حضرتِ انسانِ کامل کو اپنا خلیفہ بنا کر اپنی مخلوق کا محافظ ٹھہرایا پس جب تک انسانِ کامل عالم میں موجود ہے عالم ہمیشہ محفوظ رہے گا۔ تمام افرادِ عالم اپنے کمالات حضرتِ انسانِ کامل سے اخذ کرتے ہیں کیونکہ ہر فرد پر ایک خاص اسم کا غلبہ ہے۔

واجب اور حادث:

جُملہ موجودات خارجیہ کا قیام اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے جیسے کتاب کے جُملہ حروف والفاظ وکلمات کا قیام سیاہی کے ساتھ ہے۔ سب کی حقیقت واحدہ ہے اور وہ وجودِ باری تعالیٰ ہے۔

موجوداتِ خارجیہ کی دو قسمیں ہیں۔ بعض موجودات علمی ہیں بعض عینی خارجی ہیں۔ یعنی بعض قدیم یا واجب ہیں اور بعض حادث یا ممکن ہیں۔ حادث اُسی واجب کی طرف منسوب ہے جس نے اپنی ذات سے حادث کو وُجود بخشا۔ مثال کے طور پر موجیں اور ٹھاٹھیں جو بحر سے پیدا ہوتی ہیں اُن کا وجود اپنا علیحدہ ذاتی مستقل وجود نہیں ہے بلکہ اُن کو وجود بحر نے عطا کیا ہے پس موجیں اور ٹھاٹھیں حادث ہیں اور بحر واجب۔ اب موجیں اور ٹھاٹھیں بحر کی طرف ہی منسوب ہیں۔[9]

وحدت وکثرت:

اگرچہ ہم سب پر حقیقتِ واحدہ کا ظہور ہے لیکن عالم کی بعض اشیاء جوہر ہیں اور

Marfat.com

بعض عرض۔ جوہر وہ شے ہے جو بذاتِ خود موجود ہو اور عرض وہ ہے جس کا وجود بِالغیر ہو۔ مثال کے طور پر ہر قسم کے کپڑے وُجود کیلئے روئی کے محتاج ہیں۔ ہر قسم کے زیورات سونا چاندی کے محتاج ہیں۔ حروف وجود کیلئے سیاہی کے مُحتاج ہیں۔ مٹی کے برتن وجود کیلئے مٹی کے محتاج ہیں۔ نیز افرادِ عالم میں تمیز کرنے کیلئے ایک اور فارق ہے اور وہ یہ ہے کہ چونکہ حق تعالیٰ کے اَسما وصفات لامتناہی ہیں اس لئے ہر فردِ عالم ایک خاص اسم وایک خاص صفت کا مظہر ہے۔ اور اگر یہ چیز نہ ہوتی تو وحدت میں کثرت نہ ہوتی۔ مراد یہ ہے کہ واحد میں کثرت کا باعث ظہورِ اَسما وصفاتِ واحد ہے۔ پس ایسا ہی حال افرادِ انسان کا بھی ہے یعنی انسانوں میں بھی تمیز کا باعث یہی ہے کہ کوئی انسان کسی صفت کا مظہر ہے کوئی کسی صفت کا مظہر۔ کوئی جمال کا مظہر ہے کوئی جلال کا مظہر ہے۔ مُراد یہ ہے کہ اگر چہ یہ شجرۃ الکون ایک بیج کا ظہور ہے لیکن اِس پر پھُول بھی ہیں اور کانٹے بھی ہیں۔ پھُول کون ہیں؟ ابرار لوگ یعنی انبیاء اولیاء صالحین پھُول ہیں۔ کانٹے کون ہیں؟ اشرار و فجار لوگ۔ اگر چہ پھول کانٹا نہیں ہوسکتا اور کانٹا پھول نہیں ہوسکتا لیکن دونوں درختِ واحد کا ظہور ہیں۔"[۱۰]

شارح وحدت و کثرت کی وضاحت میں مزید فرماتے ہیں:

> " کثرتِ عالم میں وحدت جلوہ نُما ہے۔ عالم کے ظاہر پر نظر رکھو تو یہ خلق ہے اور عالم کی حقیقت پر نظر رکھو تو یہ حق ہے۔ عالم کی مثال ایک کتاب کی سی ہے جس میں حروف، الفاظ اور کلمات کی کثرت لامُتناہی ہے لیکن جملہ حروف، الفاظ اور کلمات کی حقیقت ایک سیاہی ہے۔ ایسے ہی عالم میں لامُتناہی صُور اور ذوات ہیں لیکن جملہ صُور اور ذوات کی حقیقت ایک ذات ہے اور وہ ذات وجودِ باری تعالیٰ ہے۔"[۱۱]

وحدت اور کثرت ایک ہی ذات کے مقام ہیں۔ ذاتِ الٰہی کی مثال بیج کی سی ہے جسمیں سارا درخت بِالقُوّہ موجود ہوتا ہے۔ گویا درخت کا علمی وجود پہلے ہی بیج میں مُوجود ہے۔ جب بیج سے درخت ظاہر ہوتا ہے تو درخت کی شاخیں، پتے، پھول وغیرہ کی کثرت بیشمار ہوتی ہے۔ مراد یہ ہے کہ عالم کی لامتناہی کثرت اُسی ذاتِ واحد کا ظہور ہے یعنی

Marfat.com

حقیقت کے لحاظ سے واحد ہے اور صورتوں کے لحاظ سے کثیر ہے۔

وحدت اور کثرت کی وضاحت کے بعد صوفی عطا محمد قادریؒ بتاتے ہیں کہ اللہ نے ہر انسان میں اس کی استعداد کے مطابق تجلّی فرمایا ہے۔ لکھتے ہیں:

"اگرچہ ہر انسان کی صورت پر اللہ تعالیٰ کا ظہور ہے لیکن اُس ذات نے ہر انسان میں اُس کی استعداد اور قابلیت کے مطابق تجلّی فرمایا ہے۔ صفاتِ کاملہ اِلٰہیہ کا پورا پورا ظہور صرف سرکارِ دو عالم جناب محمد پاک ﷺ کے قلبِ پاک میں ظاہر ہوا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کیلئے مرأتِ تامہ صرف اور صرف آپ ہی ہیں۔ یہ ہی وجہ ہے کہ اِسم اللہ کا اطلاق صرف آپ ہی پر صادق آتا ہے۔ باقی انسان اگرچہ اللہ تعالیٰ کیلئے مرایا ہیں لیکن چھوٹے چھوٹے آئینے ہیں۔ چھوٹے آئینہ میں صرف چہرہ نظر آتا ہے، سارا وجود نظر نہیں آتا۔ سارا وجود صرف قدِ آدم قد آئینہ میں نظر آتا ہے۔ اب اگر آدمی کے سامنے اُس کے قد کے برابر آئینہ رکھا جائے تو عکس پورے کا پورا آئینہ میں موجود ہوگا۔ لہٰذا حضور ﷺ کے مرأتِ تامہ یعنی قلبِ مقدس ومطہر میں اللہ تعالیٰ کا عکس پُورا پُورا پڑ رہا ہے۔ پس عارفوں کی تحقیق ھُوَ ھُوَ وُہ وہی ہے یعنی اللہ محمدؐ پاک ہے ﷺ سچ ہے۔"[۱۲]

ظاہر و باطن:

انسان کا ظاہر اُس کی صورت اور جَسد ہے اور انسان کا باطن اُس کی روح ہے۔ جَسد اور ہے روح اور ہے حالانکہ متکلم انسان واحد ہے۔ اس طرح تمام اضداد انسان میں جمع ہیں۔ اضداد میں سے جونسی ضِد غالب آجائے ضدِ متقابلہ مغلوب ہو جاتی ہے۔ انسان کے جسد کی پرورش کی جائے اور شجرۂ روح کو پانی بھی نہ ملے تو روح کا پودا خشک ہو جائیگا اور جسم کا درخت تازہ وفربہ ہو جائیگا صفاتِ حیوانیت غالب آجائیں گی اور صفاتِ روح مغلوب ہو جائیں گی۔ اسی طرح جب روح کی پرورش کی جاتی ہے تو مرغِ روح بیضۂ وجود کو توڑ ڈالتا

Marfat.com

ہے یعنی صفاتِ روح صفاتِ بشریّت پر غالب آجاتی ہیں۔ [۱۳]
علمِ ظاہر پر علمِ باطن کو ترجیح دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ علمِ باطن افضل ہے۔

ربُوبیت اور عُبودیت:

ربوبیت اور عُبودیت ایک ہی ذات کی دو شانیں ہیں اور دونوں کے مقام الگ الگ ہیں یعنی عبد عبد ہے اور رب رب ہے لیکن اس سے دو وجود ثابت نہیں ہوتے۔ مرتبہ لاتعیّن میں اُس ذات کا نام رب ہے اور مرتبہ تعیّن میں اُس ذات کا نام عبد ہے۔ [۱۴]

فنافی الذات کا مقام:

بندے کے اللہ تعالیٰ میں فنا ہونے کے معنی یہ ہیں کہ بندہ تمام موجودات کے شعور سے حتیٰ کہ اپنے آپ کے شعور سے بھی فنا ہو جائے اس حد تک کہ اُس کی نظر میں سوائے وجودِ حق کے اور کچھ باقی نہ رہے۔ اپنے آپ کے شعور سے فنا ہونے کے بعد بقا کا سفر شروع ہوتا ہے۔ فنا و بقا کے بارے میں صوفی عطا محمد قادریؒ لکھتے ہیں:

"جب تک تو ذاتِ حق میں فانی نہ ہوگا ذاتِ حق کے ساتھ باقی نہ ہو گا۔ اپنے آپ سے نظر اُٹھا لینی فنا ہے اور حق تعالیٰ پر نظر رکھنی بقا ہے۔ مراد یہ ہے کہ سالک کو تحقیق ہو جائے کہ من نیم اوست۔ یعنی ابتدا میں گاہے تو عروج کر کے مقامِ ربُوبیت میں پہنچ جائیگا اور گاہے تنزّل کر کے مقامِ عبودیت میں واپس آجائیگا۔ یہ صاحبِ حال عارف کی حالت ہے۔ وُہ مثل دریا کے ہو جاتا ہے جو گاہے سیلاب میں ہوتا ہے اور گاہے خُشک بھی ہو جاتا ہے۔ اس کو حالتِ تلوین بھی کہتے ہیں۔ اس حالت سے بعض اقل اخص الخواص عارف ترقی کر کے صاحبِ مقام ہو جاتے ہیں۔ صاحبِ مقام عارف وہ ہے جس کو دائمی ربوبیت اور دائمی عبودیت معاً حاصل ہو۔ یہ مقامِ استقامت و تمکین ہے جو فنا بقا کے بعد حاصل ہوتا ہے اس مقام کے بعد نہ فنا ہے نہ بقا ہے۔۔۔ صاحبِ مقام عارف مثل سمندر کے ہو جاتا ہے جو کبھی خشک نہیں ہوتا لیکن مدّ و جزر تو

سمندر میں بھی ہوتا رہتا ہے۔" [۱۵]

معرفت کی ابتدا اور انتہا:

ابتدا میں عارف اپنے آپ کو محض بندۂ حقیر سمجھتا ہے اور خود کو خدا سے دور اور جُدا تصّور کرتا ہے اور رب تعالیٰ کو وَرَاء الورا قادرِ مطلق احکم الحاکمین نورٌ علیٰ نُور تصور کرتا ہے۔ یہ ابتدائی معرفت ہے۔ جب اللہ تعالیٰ عارف کے دل سے وہم کا پردہ اُٹھا دیتا ہے تو وہ اس راز کو پالیتا ہے کہ وہ ذاتِ حق جسکو وہ اپنے سے اور خَلق سے دُور جانتا تھا اُس کے دل میں جلوہ نُما ہے۔ یہ معرفت کی انتہا ہے۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے صوفی عطا محمد قادریؒ لکھتے ہیں:

"عارفِ کامل جب صفات کاملہ الٰہیہ سے متصف اور موصوف ہو جاتا ہے تو وُہ حق اور خلق کے درمیان برزخ جامع ہو جاتا ہے یعنی صفاتِ عُبودیت و صفاتِ رُبوبیّت کا جامع ہو جاتا ہے اور اِس راز کو پالیتا ہے کہ عبُودیت اور رُبوبیّت دونوں اللہ تعالیٰ کے کمال ہیں اور ربوبیت اور عبودیت اللہ تعالیٰ کی دو جہتیں یا دوشانیں ہیں۔ مرتبۂ لاتعیّن میں اُس ذات کا نام رَبّ ہے اور مرتبہ تعیّن میں اُس ذات کا نام عبد ہے۔" [۱۶]

اس وضاحت کے بعد مصنف نے دائرہ اللہ پیش کیا ہے۔ دائرے کے وسط میں سے ایک خط گزرتا ہے جو دائرے کو دو قوسوں میں تقسیم کرتا ہے۔ اگرچہ بقول مصنف اللہ تعالیٰ تقسیم واِنقسام سے منزّہ اور مُعرّا ہے لیکن اسمیں اشارہ یہ ہے کہ وسطانی خط سے دائرہ دو قوسوں قوسِ رُبوبیّت اور قوسِ عُبودیّت میں تقسیم ہو گیا ہے اور وسطانی خط برزخ جامع ہے جو ربوبیّت اور عبودیت دونوں کو شامل ہے۔ برزخ جامع سے مُراد حضرت اِنسان کامل ہے۔ [۱۷]

تجلیاتِ حق غیر مکرر:

حقیقت میں انسان کا ایک حال دوسرے کا عین نہیں ہوسکتا کیونکہ حال تجلّی الٰہی کا ثمرہ ہے اور تجلیاتِ حق غیر مکرر ہیں۔ اس لیے عارف کے نزدیک دو مشابہ اشیاء کی حقیقت

Marfat.com

یہ ہے کہ وُہ مشابہ بھی ہیں اور ایک دوسرے کی غیر بھی۔ مراد یہ ہے کہ کوئی شے مِن وعَن دوسری شے کا عین نہیں ہوسکتی کوئی نہ کوئی فرق ضرور ہوگا۔ ایک درخت دوسرے کا مشابہ ہو سکتا ہے لیکن اُس کا عین نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح ایک انسان دوسرے کا مشابہ ہوسکتا ہے لیکن اُس کا عین نہیں ہوسکتا لہٰذا ثابت ہوا کہ عالم کی ہر شے بے مِثل ہے۔[۱۸]

تجدّدِ امثال:

اللہ تعالیٰ ہر آن تجلّی کرتا ہے اور اس کی وہ تجلّی مکرّر نہیں ہوتی۔ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر آن نئی شان سے تجلّی کرتا ہے اور اُسکی تجلیات نوع بنوع ہیں یعنی غیر مکرّر رہیں۔ اس کی ذات میں تغیر وتبدل جائز نہیں لیکن اس کی تجلّیات متنوعہ ہونیکے باعث غیر مکرّر ہیں۔ ہر تجلّی خلقِ جدید کو عطا کرتی ہے اور خلقِ قدیم کو لے جاتی ہے۔ پس خلقِ قدیم کا تجلّی لے جانا اُس کا فنا ہونا ہے اور تجلّی ثانی کا اُس کو خلقِ جدید عطا کرنا اُس کی بقا ہے۔ مراد یہ ہے کہ ایک تجلّی سے اللہ تعالیٰ صُورِ عالم کو فنا کردیتا ہے اور تجلّی ثانی سے اُن صُورِ عالم کو دوبارہ پیدا کر دیتا ہے۔ دوبارہ پیدا کرنے کو خلقِ جدید کہا گیا ہے۔ تجلّی اوّل سے پہلی صورتیں چونکہ مِٹ جاتی ہیں اس لئے تجلّی ثانی سے پہلی صورتوں کی مِثل صورتیں عالم کو عطا کی جاتی ہیں اسی لئے اِس مسئلہ کو مسئلہ تجدّدِ امثال کہا جاتا ہے۔[۱۹]

موجوداتِ عالم:

موجوداتِ عالم کے بارے میں صوفی عطا محمد قادریؒ ''ینبوع الغیب'' میں لکھتے ہیں کہ "موجوداتِ عالم خیالی صورتیں ہیں۔ ایک شخص جب سُرخ عینک لگاتا ہے تو اُس کو ہر شے سُرخ نظر آتی ہے اور جب وُہی شخص سبز عینک لگاتا ہے تو اُس کو ہر شے سبز نظر آتی ہے۔ جب دل کی آنکھ پر نُور کی عینک لگ جائے تو ہر شے نُور نظر آتی ہے۔ ایک شخص راستہ میں پڑی رَسّی دیکھتا ہے دوسرا اُسی کو سانپ دیکھتا ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ مُمکناتِ عالم خیالی صورتیں ہیں۔"[۲۰]

Marfat.com

علمِ وجدان اور مشاہدہ:

ہر شے میں حق تعالیٰ کا مشاہدہ سوائے عشقِ الٰہی اور سوائے پیرِ کامل کی تربیت کے حاصل نہیں ہوتا۔ یہ علمِ حقیقت علمِ اَذواق ہے یعنی یہ علم عشقِ الٰہی سے حاصل ہوتا ہے اور عشقِ الٰہی اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے۔ یہ علم اپنے عقل وفکر سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ شیخِ کامل کی تربیت سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ علمِ لدُنّی ہے اور صحیح علم ہے۔ اور ماسوِیٰ اِس علمِ وجدان کے جُملہ علوم ظن اور گمان ہیں وہ ہرگز علم نہیں ہیں کیونکہ

علم وُہ ہے جس سے آوے بیخودی — باخودی کا عِلم ہے سَو سَو بدی!
نہ بتاوے عِلم جب رُخِ یار کا! — جہل اِس سے خوب ہے سَو بار کا[۲۱]

تنزیہی اور تشبیہی مرتبہ:

مرتبہ احدیت تنزیہی مرتبہ اور مرتبہ عالم تشبیہی مرتبہ ہے یعنی تنزیہہ اور تشبیہہ اللہ تعالیٰ کی دو شانیں ہیں۔ جو شے عالم میں ظاہر ہوتی ہے وہ قبل از ظہور مرتبۂ علم میں اپنے عین ثابتہ میں ہوتی ہے اور قبل از مرتبۂ علم مرتبہ احدیت ذاتیہ میں مندرج ہوتی ہے۔ مُراد یہ ہے کہ اشیا قبل از ظہور ذاتِ حق میں مندرج تھیں جیسے درخت قبل از ظہور بیج میں موجود ہوتا ہے۔ بیج مقامِ تنزیہہ ہے اور درخت مقامِ تشبیہہ ہے جس صورت میں درخت بِالقُوہ بیج میں مُندرج ہے اُس صورت میں تنزیہہ تشبیہہ سے خالی نہیں اور جب درخت کی صورت پر بیج کا ظہور ہے اُس صورت میں تشبیہہ تنزیہہ سے خالی نہیں۔ عالم کی ہر شے قبل از ظہور اللہ تعالیٰ کی ذات میں مندرج تھیں اور بعد از ظہور اشیاء اللہ تعالیٰ ہر شے میں موجود ہے یعنی اللہ تعالیٰ کیلئے تشبیہہ در تنزیہہ اور تنزیہہ در تشبیہہ ثابت ہے۔ پس وہ ہی ذات مراتبِ حقی میں قدیم اور مراتبِ خلقی میں حادث ہے۔[۲۲]

وہمِ غیریّت:

جب بندے کو اللہ تعالیٰ اپنی معرفت کیلئے برگزیدہ فرماتے ہیں تو اُس کو اپنی محبت عطا کردیتے ہیں۔ عشقِ الٰہی سے وہمِ غیریت کا پردہ شق ہوجاتا ہے اور اُس وقت آفتابِ

Marfat.com

توحید دل کے آسمان پر طلوع فرماتا ہے اور معرفتِ الٰہی نصیب ہو جاتی ہے۔ لیکن جس شخص کو عشقِ الٰہی نصیب نہ ہو وہ وہمِ غیریت سے فارغ نہیں ہو سکتا۔ یہ دولتِ معرفت محض اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے۔ فرطِ محبت کا نام عشق ہے۔ عشق ہی اس دنیا کی تخلیق کا باعث ہے اور عشق ہی معرفتِ الٰہی کا سبب ہے۔ اسی لئے عشق موضوعاتِ تصوف میں اہمیت کا حامل ہے۔

علمی وجود اور خارجی وجود:

ہر شے کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہے۔ اس لئے کسی شے کی حقیقت فنا نہیں ہو سکتی۔ ہر شے کے دو وجود ہیں ایک علمی وجود دوسرا خارجی وجود۔ اُس کا خارجی وجود مٹ سکتا ہے لیکن علمی وجود قدیم ہے وہ نہیں مٹ سکتا۔ اسی طرح اُس کی جسدی صورت مٹ جاتی ہے لیکن خیالی یعنی مثالی صورت قائم رہتی ہے۔ [۲۳]

عین الکُبریٰ اور عین الصُّغریٰ:

دل کی دو آنکھیں ہیں۔ ایک ہے عین الصُّغریٰ اور دوسری ہے عینُ الکُبریٰ۔ عین الصُّغریٰ سے عارف اشیاء کو دیکھتا ہے اور عین الکُبریٰ سے عارف اللہ تعالیٰ کی ذات کا مُشاہدہ کرتا ہے۔ دارِ دُنیا میں یہ دولتِ عرفان اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بعض بندوں پر محض عنایت ہے۔ [۲۴]

"اسرارُ القِدم" میں علمِ تصوف کے بنیادی معارف اور موضوعات ہیں۔ موضوعات کی ترتیب میں منطقی اور استدلالی ربط ہے۔ اس کتاب میں خدا اور بندہ کے درمیان رابطوں کا ادراک حاصل ہوتا ہے۔ اس میں وجود کے مختلف مراتب اور سالک کے مقامات کا ذکر ملتا ہے۔ صوفی عطا محمد قادریؒ صاحبِ حال بزرگ تھے اس لئے کتاب میں واردات و مشاہدات کا ذکر ہے۔ زبان اگرچہ سلیس ہے مگر کہیں اگر ابہام محسوس ہوتا ہے تو یہ تحریر کا الجھاؤ نہیں ہے بلکہ الفاظ کی بیچارگی ہے۔

"اسرارُ القِدم" نے شرح ہونے کا حق ادا کر دیا ہے۔ "مراد یہ ہے" اور "یعنی" کی

Marfat.com

بھرمار اس نکتے کی وضاحت کرتی ہے۔ یہ صرف ترجمہ نہیں ہے بلکہ شرح در شرح ہے۔ یہ علومِ باطنی پر مبنی ایک بھرپور تصنیف ہے اور حال کے قال بننے کی غمازی کرتی ہے۔ صوفی مصنف کا کام حقیقتِ عظمیٰ کو بیان کرنا ہے جبکہ لازوال اور لامحدود ہستی کے بارے میں الفاظ دم بخود ہوتے ہیں اور معنی حیران۔ ایسے میں وارداتِ قلب اور مشاہدہ عینی کا بیان کرنا آسان کام نہیں ہے۔ صاحبِ ''اسرارُ القِدم'' نے وحدت الوجود کے بیان میں کامیابی حاصل کی ہے اور قاری کے ذہن میں ابہام کی گنجائش نہیں چھوڑی۔

حواشی:

۱۔ ڈاکٹر علی حسن عبدالقادر، پیش لفظ "جُنید بغداد" مترجم؛ محمد کاظم، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۷ء، ص۱۴

۲۔ عطا محمد، "اسرارُ القِدم مِن فُصُوص الحِکم"، لاہور: اشرف پریس، بارِ اول: ۱۳۸۷ھ، ص۲

۳۔ مذکورہ حوالہ، ص۳

۴۔ مذکورہ حوالہ، ص۱۲

۵۔ مذکورہ حوالہ، ص۱۴

۶۔ مذکورہ حوالہ، ص۱۵

۷۔ مذکورہ حوالہ، ص۱۵۔۱۶

۸۔ مذکورہ حوالہ، ص۲۸۳

۹۔ مذکورہ حوالہ، ص۲۲

۱۰۔ مذکورہ حوالہ، ص۲۴

۱۱۔ مذکورہ حوالہ، ص۹۴

۱۲۔ مذکورہ حوالہ، ص۹۹۔۱۰۰

۱۳۔ مذکورہ حوالہ، ص۹۱

۱۴۔ مذکورہ حوالہ، ص۱۰۶

۱۵۔ مذکورہ حوالہ، ص۱۵۵

Marfat.com

۱۶۔ مذکورہ حوالہ، ص۱۴۹

۱۷۔ مذکورہ حوالہ، ص۱۵۰

۱۸۔ مذکورہ حوالہ، ص۲۵۷

۱۹۔ مذکورہ حوالہ، ص۲۶۱

۲۰۔ مذکورہ حوالہ، ص۳۶۷

۲۱۔ مذکورہ حوالہ، ص۴۱۵

۲۲۔ مذکورہ حوالہ، ص۴۷۰

۲۳۔ مذکورہ حوالہ، ص۴۷۷

۲۴۔ مذکورہ حوالہ، ص۴۸۲

یَنبُوعُ الُغَیب کا تعارف

یہ کتاب جناب غوث الاعظم سیّد عبدالقادر جیلانیؒ کی تصنیف "فتوح الغیب" کا ترجمہ وتشریح ہے۔ مترجم اور شارح صوفی عطا محمد قادریؒ ہیں۔ "فتوح الغیب" حضرت غوث پاکؒ کے جمع کردہ کلام پر مبنی کتاب ہے جسے اُن کے صاحبزادہ شیخ امام ابوعبدالرحمٰن عیسیٰؒ نے جمع کیا۔ ''ینبوع الغیب'' چار سو ۴۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کو پہلی بار اشرف پریس لاہور نے چھاپا۔ اصل کتاب خطبۃ المبارک اُٹھہتر مقالات پر مشتمل ہے۔ آخری دو مقالے جامع کی طرف سے ہیں۔ علمِ طریقت کے متعلق جملہ احکام جو قرآنِ مجید اور احادیث شریف میں مندرج ہیں، سارے کے سارے اس کتاب میں ملتے ہیں۔ ہر مصنف کے کمال کا آئینہ اُس کا کلام ہوتا ہے۔ جناب غوث لاعظمؒ کے کمال مبارک کو عوام تو درکنار خواص نے بھی نہیں سمجھا اِسی لئے اُنہوں نے فرمایا:

"آج تک ہماری اس کتاب کو کسی نے نہیں سمجھا۔"[1]

بیسویں صدی کے بزرگ صوفی عطا محمد قادریؒ دیباچے کے آخر میں کتاب کے نام کے سلسلے میں لکھتے ہیں:

"چونکہ کتاب ''فتوح الغیب'' کی شرح کیلئے اس مسکین کو میرے سلطان غوث الثقلینؒ نے خود ہی نامزد فرمایا ہے اس لئے مجھے یقینِ محکم ہے کہ آنحضور (میری آنکھوں کے نور) اس کتاب کے مطالب اور معانی سمجھنے کے

لئے میرے دل میں ایک چشمہ جاری کر دیں گے۔ اِسی بنا پر اس شرح کا نام "یَنبُوع الغَیب مِن فُتُوح الغیب" تجویز کیا گیا ہے۔"[۲]

مترجم وشارح صوفی عطا محمد قادریؒ کا کہنا ہے کہ یہ کتاب لکھائی جا رہی ہے اس لئے اس کتاب کے کسی حرف پر اعتراض نہ کیا جائے۔ اس حقیقت کو عینی مشاہدہ رکھنے والے سمجھ سکتے ہیں۔ عام فہم آدمی کی سمجھ سے یہ سب بالاتر ہے۔

"ینبوع الغیب" کے دیباچے سے پہلے غوث الاعظم حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانیؒ کے چند ارشاداتِ گرامی ہیں جنکا تعلق "بہجۃ الاسرار" اور "تفریح الخاطر" سے ہے۔ ان ارشاداتِ گرامی میں حضرت غوث پاکؒ کے مقامِ ناز کا ذکر ہے۔ اس کے بعد "دیباچہ از شارح" ہے۔ دیباچہ میں حضرت غوث الاعظمؒ کا حسب نسب بیان کیا گیا ہے۔ شارح صوفی عطا محمد قادری نے اُن معتبر صوفیانہ کتابوں کا ذکر کیا ہے جن میں یہ نسب شریف مذکور ہے۔ وہ کتابیں یہ ہیں۔

۱۔ بہجۃ الاسرار ومعدن الانوار — مصنف حضرت امام شیخ نور الدین الشطنوفیؒ
۲۔ زبدۃ الآثار — مصنف حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ
۳۔ قلائد الجواہر — مصنف حضرت شیخ محمد بن یحیٰی الشاذلیؒ
۴۔ تحفۃ القادریہ — مصنف حضرت شاہ ابوالمعالی لاہوریؒ

ان کتب کے علاوہ دیگر بزرگانِ عظام نے بھی اپنی اپنی تصانیف میں بالاسناد اس نسب کو صحیح ثابت کرتے ہوئے حضرت غوث پاکؒ کو سیّد السادات کہا ہے۔ دیباچے میں کسی عربی شاعر کے بیت کو نقل کیا گیا ہے جسکے مطابق حضرت غوث الاعظمؒ کا سنِ ولادت مبارک، عمر مبارک اور سنِ وصال مبارک نہایت فصاحت کے ساتھ قلمبند کیا گیا ہے۔ عربی شاعر کے بیت کے مطابق حضرت غوثِ اعظمؒ عشق میں پیدا ہوئے اور کمال میں آپ کا وصال مبارک ہوا۔ عشق اور کمال کے اعداد کے مطابق سنین ولادت ووصال کا حساب لگایا گیا ہے۔

خطبۃ الکتاب میں شرف الدین شیخ عیسیٰ ابوعبدالرحمٰن نے اپنے والد کے حوالے

Marfat.com

سے اعیانِ ثابتہ یا معلوماتِ الٰہیہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ معلوماتِ الٰہیہ اَسماءِ الٰہیہ کا ظہورِ علمی ہے۔ اسماءِ الٰہیہ چونکہ لامتناہی ہیں اس لئے معلوماتِ الٰہیہ بھی لامتناہی ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات لامتناہی ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کے کمالات لامتناہی ہیں۔ عالم کے ظہور کے بارے میں خطبۃُ الکتاب میں لکھا ہے:

"عالم قبل از ظہور اللہ تعالیٰ کے علم میں موجود تھا اور کلمہَ کن سے اللہ تعالیٰ عالم کو مرتبہٗ علم سے مرتبہٗ خارج میں لایا۔ عالم کا علمی وجود اللہ کے علم میں اس طرح موجود تھا جسطرح مکان کا نقشہ مکان کی تعمیر سے قبل انجینئر کے ذہن میں ہوتا ہے۔" [۳]

ہر شے کو اللہ تعالیٰ نے اپنا وجود عطا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کا ہر شے کو اپنا وجود عطا کرنا ایسے ہے جیسے سیاہی کا حروف کو اپنا وجود عطا کرنا ہے۔ روئی کا کپڑوں کو اپنا وجود عطا کرنا ہے یا سونے چاندی کا زیورات کو اپنا وجود عطا کرنا ہے۔ [۴]

پہلے مقالے میں مومن کیلئے جو تین چیزیں ضروری قرار دی گئیں، ان میں تیسری یہ ہے کہ مومن قضا وقدر پر راضی ہو جائے۔ رضا بالقضا سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس حال میں بندے کو رکھے بندہ اُس پر راضی رہے۔ جزع فزع نہ کرے۔ شارح کے نزدیک رضا بالقضا کا مقام نصیب ہونا باطنی کمال کی نشانی ہے۔ یہ مقام نصیب ہونے کے بعد ہر حال میں راضی رہنا ضروری ہے۔ صحت میں' بیماری میں' غنا میں' فقر میں' عزت میں' ذلت میں۔ رضا بالقضا دراصل فنا کا مقدمہ ہے۔ صوفی عطا محمد قادریؒ لکھتے ہیں:

"ولی کے لئے سب سے اعلیٰ مقام رَضا بِالقضا ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے حاصل ہوتا ہے۔ بندہ اپنی ہمت سے یہ مقام حاصل نہیں کر سکتا۔ سیّد الشہداء سیّد الکونین حضرت امام حُسینؓ میدانِ کربلا میں جامِ شہادت نوش فرما کر اَولیاء کو رَضا بِالقضا سِکھا گئے ہیں.... میرے حضرت سلطان غوث الثقلین "الفتح الربانی" میں فرماتے ہیں کہ نزولِ حکمِ الٰہی کے وقت اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرنا دین کی موت ہے، توحید کی موت ہے۔ توکل، اِخلاص اور دل کی

Marfat.com

موت ہے۔''[۵]

دوسرے مقالہ میں بہتر کاموں کی نصیحت کی گئی ہے۔ فرقہ بندی ترک کرنے، گناہوں سے دور رہنے، آپس میں محبت رکھنے کی تلقین کے ساتھ توحید کی تصدیق کرنے کو کہا گیا ہے۔ موحد وہ شخص ہے جو کثرت میں وحدت کا ملاحظہ کرے یعنی عالم کو ظہورِ حق مانے گویا موحد وحدت الوجود کا قائل ہونا چاہیے۔

صوفی عطا محمد قادریؒ لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کی اصل تعریف یہ ہے کہ وہ بے صورت بھی ہے باصورت بھی ہے۔ صِرافت ذاتی اور باطن کے اعتبار سے وہ منزّہ ہے یعنی بے صورت ہے اور ظاہر کے اعتبار سے وُہ مشبہ ہے یعنی باصُورت ہے۔ عارفِ کامل تنزیہہ در تشبیہہ اور تشبیہہ در تنزیہہ کا قائل ہے۔ وہ کثرت در وحدت اور وحدت در کثرت کا قائل ہے۔"[۶]

تیسرے مقالے میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اولیاء کو توحید میں کامل کرنے کیلئے بلائیں نازل کرتا ہے تاکہ وہ اپنے افعال، صفات اور ذات سے فانی ہو کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ واصل ہو جائیں۔ تکلیف سے خلاصی کیلئے مومن اپنی قوت استعمال کرتا ہے۔ قوت کے کارگر نہ ہونے پر مخلوق کی طرف رجوع کرتا ہے اور مخلوق سے مایوس ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ جب سرسری دعاؤں کو قبولیت نہیں ملتی تو مستقل اللہ کے دروازے پر بیٹھ جاتا ہے۔ اُس کی دعا وزاری قبول نہیں ہوتی۔ جب بندہ تمام اسباب و حرکات سے فنا ہو جاتا ہے تو دنیا میں صرف اللہ تعالیٰ کا فعل جاری دیکھتا ہے۔ لیکن عینی مشاہدے کے بغیر وہ علم الیقین تو حاصل کر لیتا ہے لیکن عین الیقین کے مرتبہ پر فائز نہیں ہوتا جب بندہ کا وہم غیریّت دور کر دیا جاتا ہے تو پھر وہ فعل الٰہی کے سامنے مَیّت ہو جاتا ہے اور قضا وقدر کے سامنے کسی قسم کی حرکت نہیں کرتا۔

چوتھا مقالہ موتِ معنوی کے بیان میں ہے۔ موتِ معنوی سے مراد سالک کا تمام مخلوقات سے قلبی تعلقات توڑ کر اپنے شیخِ کامل کیساتھ محبت کرنا ہے۔ شیخِ کامل کی محبت اللہ

Marfat.com

اور رسولِ پاکؐ کی محبت ہے۔ ہر شیخِ کامل میں حقیقتِ محمدیہؐ کا ظہور ہوتا ہے اس لئے شیخ کامل یا قطبِ زماں حضور نبی کریمؐ کا ہی لباس ہوتا ہے۔ جب سالک کو عرفان نصیب ہوتا ہے تو اس پر رازِ توحید منکشف کیا جاتا ہے کہ عالم ظہورِ حق ہے اور حضرتِ انسان اس شجرۃ الکون پر ثمر ہے۔ اُس وقت وہ عارفِ کامل بن جاتا ہے۔ عارفِ کامل صفاتِ کاملہ الٰہیّہ سے مُشرف ہو کر حیاتِ ابدی حاصل کر لیتا ہے۔

پانچواں مقالہ دُنیا کا حال اور اُسکی طرف التفات نہ کرنیکی تاکید کے بیان میں ہے۔

چھٹا مقالہ مخلوق اور خواہش سے فنا ہو جانے کے بیان میں ہے۔ اس مقالے میں جناب سیدنا غوث الاعظمؒ فرماتے ہیں کہ اے سالک! اللہ تعالیٰ کے امر سے اپنی خواہش اور اللہ تعالیٰ کے فعل کی وجہ سے اپنے ارادہ سے فنا ہو جا تا کہ علمِ الٰہی کیلئے برتن بن جائے۔ مخلوق سے کوئی امید نہ رکھے۔ تیری کوئی حاجت نہ رہے۔ صوفی عطا محمد قادریؒ لکھتے ہیں:

"اے عارف! توکّل کر اور ہاتھ پاؤں مت ہلا۔ تیرا رزق تجھ پر تجھ سے زیادہ عاشق ہے اور خواہش نفسانی سے تیرے فانی ہونے کی علامت یہ ہے کہ تو جملہ اُمور خدا تعالیٰ کو سونپ دے۔"[۲]

فنا سے مراد سالک کے قطرۂ ہستی کا بحرِ وحدت میں مل جانا ہے۔

ساتواں مقالہ غمِ قلب کے دور کرنے کے بیان میں ہے۔ آٹھواں مقالہ تقربِ الٰہی کے حصول کے سلسلے میں ہے۔ مقالہ نواں کشف اور مشاہدہ کے بیان میں ہے۔ اسمیں نورِ یقین اور معرفت کا ذکر کرتے ہوئے یقین کے تین مراتب کا ذکر کیا ہے۔ دسواں مقالہ نفس اور اُس کے احوال کے بیان میں ہے۔ اللہ اور بندے کے درمیان حجاب نفس ہی ہے۔ نفس سے مراد نفسانی خواہشات ہیں۔ جہادِ اکبر سے مراد مجاہدۂ نفس ہے۔ نفس پر سوار ہونا زُہد اختیار کرنا ہے۔ توحید کے تین مراتب توحید افعالی، توحید صفاتی اور توحید ذاتی کے بیان کے بعد مذہب جبریہؔ وقدریہؔ کا ذکر ہے۔ گیارہواں مقالہ خواہش نکاح اور بارہواں مال کی محبت سے مناہی کے بارے میں ہے۔

تیرہواں مقالہ قضا وقدر الٰہی کو تسلیم کرنے کے بیان میں ہے۔ نعمت اور بلا جو

Marfat.com

قسمت میں مُقدّر رہے وہی ملے گی۔صوفی عطا محمد قادریؒ لکھتے ہیں:

"اے سالک! تجھے چاہیے کہ ہر تقدیرِ الٰہی کے آگے سَر جھُکا دے چونکہ عالم میں فعلِ الٰہی جاری ہے اس لئے ہر تقدیر کو منجانب الٰہی سمجھ اور تقدیرِ الٰہی کے سامنے مِثل میّت ہو جا۔ جب تو مثلِ میّت ہو جائے گا تو باری تعالیٰ تیری وہمی ہستی کو فنا کر دے گا۔" [۸]

مَقالہ چودھواں احوال کاملین کے اِتباع کے بیان میں ہے۔ پندرھواں مقالہ خوف ورَجا کے بارے میں اور سولھواں توکّل اور اُس کے مقامات کے بارے میں ہے۔ سترھواں حالتِ فنا کے متعلق اور اٹھارھواں نزولِ بَلا پر شکایت نہ کرنے کے بیان میں ہے۔ بتایا گیا ہے کہ رضا و موافقت کا مقام نصیب نہ ہو تو اختیاری صبر سے کام لینا چاہیے۔ کیونکہ بلائیں انسان کے باطن کو پاک کر دیتی ہیں۔ ایک دن کا بخار ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ انیسواں مقالہ ایمان کے ضعف اور اُس کی قوت کے بارے میں ہے۔ اسمیں مقامِ استقامت و تمکین کا ذکر بھی ہے۔ بیسواں مقالہ مشکوک چیزوں کو چھوڑنے کے سلسلے میں ہے۔ اکیسویں میں ابلیس کے ساتھ گفتگو کا ذکر ہے۔ بائیسویں مقالے میں بتایا گیا ہے کہ مومن پر بَلا اُس کے ایمان کے اندازہ کے مطابق نازل کی جاتی ہے۔ تیسویں مقالہ میں اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی رہنے کی بات ہے۔ چوبیسواں مقالہ صدقِ دل سے بابِ الٰہی کو پکڑنے کے سلسلے میں ہے۔ مقالہ پچیسواں درخت ایمان کے بیان میں ہے۔ اس مقالہ میں فقیر مومن اور غنی مومن کا موازنہ کیا گیا ہے۔ صوفی عطا محمد قادریؒ کے بقول "فقیر مومن کا قلب اُس اعلیٰ زمین کے مشابہ ہے جو بغیر کھاد کے پودے اُگاتی ہے اور غنی مومن کا قلب اُس ناقص زمین کے مشابہ ہے جو بغیر کھاد کے کوئی درخت نہیں اُگاتی۔ کھاد سے مُراد دنیا کا مال و منال ہے۔ فقیر مومن کے شجرۂ ایمان پر قِسم قِسم کے پھَل مثلاً صبر و رِضا و یقین و موافقت وعِلم لگے ہوئے ہوتے ہیں اور غنی مومن کا شجرۂ ایمان اِن پھلوں سے خالی ہوتا ہے۔ پھر اگر غنی مومن اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے عارف کامل بن جاتا ہے تو وہ بھی کھاد سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔" [۹]

Marfat.com

مقالہ چھبیسواں عظمت و جبروت کی تلوار عطا ہونے کے بیان میں ہے۔ اس مقالہ میں بتایا گیا ہے کہ فقر کا پورا کمال حاصل ہونے تک سالک کو اپنے باطنی حال کو چھپا کر رکھنا ضروری ہے۔ طالبِ مولا کیلئے ضروری ہے کہ اپنے شیخِ کامل کی اجازت کے بغیر گمنامی کا لباس نہ اُتارے۔ جب سالک کو توحید و عظمت و جبروت کی تلوار عطا کر دی جاتی ہے پھر تو جب وہ غیر خیال کو درِ قلب کے قریب ہوتا دیکھتا ہے تو اُس کا سر گردن سے اُڑا دیتا ہے یعنی توحید میں راسخ ہونے کے بعد غیرِ حق کا وجود عدم ہو جاتا ہے اور سالک کے دل میں اللہ تعالیٰ کے قرب و مشاہدہ کے علاوہ کوئی آرزو باقی نہیں رہتی۔ پھر اللہ تعالیٰ اُس پر انعام و اکرام کی بارش کرتا ہے۔

مقالہ ستائیسواں خیر و بشر کے بارے میں ہے۔ نیکی اور بدی کو درختِ واحد کی دو شاخوں کے دو پھل کہا گیا۔ اس مقالہ میں اللہ کی دو صفات جلال اور جمال کا ذکر بھی ہے۔ مقالے میں انسان کو اللہ تعالیٰ کا آلہ کہا ہے۔ انسان اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ایسے ہے جیسے کاتب کے ہاتھ میں قلم یا کاریگر کے ہاتھ میں ہتھیار۔ اب جاہل کہتا ہے کہ قلم لکھ رہا ہے عارف کہتا ہے کہ نہیں قلم کو کاتب اپنی مرضی کے مطابق چلا رہا ہے۔ جاہل کی نظر ہتھیار پر ہے اور عارف کی نظر کاریگر پر۔ عارف جانتا ہے کہ ہتھیار کو کاریگر ہی چلا رہا ہے پس عارف کی نظر مخلوق سے گزر کر خالق تک پہنچ جاتی ہے۔ عارف کی نظر میں مخلوق دیوار کی طرح بے جان اور بے حس ہے۔ وہ عالم میں فعل اِلٰہی دیکھتا ہے اور مخلوق کو محض مجبور مامور اور معذور دیکھتا ہے لیکن حدودِ شرعی کو اس طرح نگاہ رکھتا ہے کہ ہر نیک عمل کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف اور ہر بد عمل کی اضافت اپنی طرف کرتا ہے۔

مقالہ اٹھائیسواں احوالِ مُرید کی تفصیل میں ہے۔ اُنتیسواں مقالہ "مُفلسی قریب ہے کہ کُفر میں ڈالے کی تفسیر" میں ہے۔ دائمی تنگدستی کی وجہ سے انسان کا ایمان بعض اوقات ڈگمگا جاتا ہے اور وہ کفر کے قریب چلا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو فراموش کر دینے والی تنگدستی سے حضور نبی کریم ﷺ نے بھی پناہ مانگی ہے۔ تیسواں مقالہ صفت صبر اور اُس کے فوائد کے بارے میں ہے۔ مقالہ اکتیسواں حُبّ فی اللہ و بُغض فِی اللہ کے بیان

Marfat.com

میں ہے مقالہ بتیسواں محبتِ الٰہی میں عدم مشارکت کے بیان میں ہے۔ اٹھائیس ۲۸ سے بتیس تک پانچ مقالے مختصر ہیں۔

مقالہ تینتیسواں تقسیم رِجال کے بیان میں ہے۔ اسمیں آدمی کی چار قسمیں بتائی ہیں۔

۱۔ پہلا وہ شخص ہے جسکی نہ کوئی زبان ہے اور نہ کوئی دل۔

۲۔ دوسرا شخص وہ ہے جو لِسان بِلا قلب ہے۔ وہ وعظ میں حکمت کی باتیں کرتا ہے اور خود اُن پر عمل نہیں کرتا یعنی بے عمل عالم۔

۳۔ تیسرا شخص وہ ہے جس کے لئے قلب ہے زبان نہیں۔ یہ اولیائے مستُور کا گروہ ہے۔ اس گروہ کے پاس باطنی اشغال ہوتے ہیں لیکن وہ عام لوگوں سے مجلس کرنے کے لائق نہیں ہوتے۔ وہ خاموشی اور گوشہ نشینی میں ہی سلامتی سمجھتے ہیں۔

۴۔ چوتھا وہ شخص ہے جو دل و زبان دونوں رکھتا ہے۔ اُس کا دل اسرارِ حقیقت سے لبریز ہوتا ہے اور زبان سے طالبانِ مولا کو اسرارِ حقیقت سکھاتا ہے۔ عالم ملکوت میں ایسے شخص کو "بادشاہِ عظیم" کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔ مقالہ چونتیسواں اللہ تعالیٰ پر ناخوش نہ ہونے کی تاکید میں ہے۔ اس میں انسان کو سمجھایا گیا ہے کہ ہر تکلیف کی مدت علمِ الٰہی میں مقرر ہے اور تقدیر کی کتاب میں نوشتہ ہے۔ ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے خاموشی اور صبر و رضا سے کام لینا ضروری ہے کیونکہ اُس کا ہر فعل حکمت پر مبنی ہے۔ عطا محمد قادریؒ "ینبوع الغیب" میں وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جو چیز صحت یا بیماری، فقر یا غناء اللہ تعالیٰ بندہ کو عطا کرتا ہے اُسمیں اللہ تعالیٰ کی کوئی حکمت ہوتی ہے اور وہ چیز بندہ کے لئے رحمت ہی رحمت ہے۔ اگرچہ بندہ اُس حکمت کو نہیں جانتا۔ ہر تکلیف مومن کے لئے گناہ کا کفارہ ہے اور ولی کیلئے ترقیِ مدارج کا باعث ہے۔ وُہ اپنی کاریگری میں پختہ کار ہے یعنی اُس کا ہر فعل اُس کے کمال پر دال ہے کیونکہ اُس کا جو فعل بظاہر قبیح معلوم ہوتا

ہے اُس کے نیچے رحمت کا ایک خزانہ چھپا ہوتا ہے۔ اُس کا کوئی فعل عبث نہیں ہے اور وہ کسی چیز کو باطل یعنی لعب کیلئے پیدا نہیں کرتا یعنی اللہ تعالیٰ کسی چیز کو بے فائدہ پیدا نہیں کرتا۔ اُس پر نقائص کی نسبت کرنی جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ممکناتِ عالم کی صورت پر ظہور ایسے ہے جیسے سیاہی کا ظہور حروف کی صورت پر ہے۔ اب بعض حروف سیدھے ہیں اور بعض ٹیڑھے ہیں لیکن سیاہی نہ سیدھی ہے نہ ٹیڑھی ہے۔ سیاہی ان اضافات سے مُنزہ اور مُعرا ہے۔"[۱۰]

شارح لکھتے ہیں کہ بعض اولیاء اللہ تعالیٰ کے ایسے محبوب ہیں کہ محو اثبات کے مالک ہیں اور وہ عین ثابتہ اور عین خارجہ دونوں کو بدل سکتے ہیں۔ شارح آگے اسی بات کے سلسلے میں لکھتے ہیں کہ شیخ سیّد عبدالقادر جیلانیؒ کی وہ نرالی شان ہے کہ رب تعالیٰ نے شہنشاہِ بغداد کو بے پروائی کا وہ خزانہ عطا کیا ہوا ہے اور انہیں وہ قوتِ تکوین عطا کی ہوئی ہے کہ آپ ہر تقدیر کیا معلّق کیا مبرم سب پر قادر ہیں۔[۱۱] اس سلسلے میں "بہجت الاسرار و معدن الانوار" کے حوالے دیئے گئے اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی شان بیان کی ہے۔

پینتیسواں مقالہ پرہیز گاری کے بیان میں ہے اسمیں بتایا گیا ہے کہ نفسانی خواہشات اور حرص وہوا سے فارغ ہونا بشری مقدور نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کی بارش سے حرص کی آگ کو بُجھا دیتا ہے۔ مقالہ چھتیسواں دُنیا و آخرت کے بیان میں ہے۔ اس مقالے میں نفس پر سوار ہو کر اُسے تہذیب سکھانے اور سلامتی کی راہ پر چلانے کا حکم دیا گیا ہے۔ توکل اور کسب کرنے کے بارے میں احادیث درج کی ہیں۔ اس حوالے سے سالک کو ایمان قوی ہونے پر توکل اختیار کرنے کا مشورہ دیا گیا ہے۔ توکّل کے بارے میں صوفی عطا محمد قادریؒ لکھتے ہیں کہ توکّل سے مراد تمام اسباب کو ترک کر کے روزی براہِ راست اللہ تعالیٰ سے لینا ہے۔ اللہ اپنے محبوبوں کو روزی بلا کسب بھیجتا ہے اور مخلوق کے ہاتھوں بھیجتا ہے۔ انبیاء واولیاء سب نے ابتدا میں کسب کیا اور انتہا میں توکّل کا لذیذ لُقمہ کھایا ہے۔ عام مسلمان کسب کرتا اور کسب پر ہی بھروسہ کرتا ہے۔ مومن بظاہر کسب کرتا اور دل سے اللہ تعالیٰ پر توکّل کرتا ہے۔ عارفِ کامل کو اللہ تعالیٰ کسب سے فارغ کر دیتا ہے اور اپنے دروازہ پر بٹھا کر

Marfat.com

اُسے توکّل کا لذیذ لقمہ کھلاتا ہے۔"[۱۲]

مقالہ سینتیسواں حسد کی برائی کے بیان میں ہے۔ مقالہ اڑتیسواں صدق اور اخلاص کے بارے میں ہے۔ مقالہ اُنتالیسواں شقاق و وفاق اور نفاق کی تفسیر ہے اور یہ مقالہ مختصر بھی ہے۔ چالیسواں مقالہ سالک کے روحانیوں کے زمرے میں داخل ہونے کے بیان میں ہے۔ اکتالیسواں مقالہ غنا کی مثال اور اُسکی کیفیت کے بیان میں ہے۔ بیالیسواں نفس کی حالتوں کے بارے میں ہے۔ انسانی نفس کی دو حالتیں ہیں۔ ایک حالتِ آرام اور دوسری حالتِ بَلا۔ جب انسان کا نفس مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو وہ بے صبر ہو کر لبِ شکوہ وا کر کے بے ادبی کا مرتکب ہوتا ہے اور حالتِ آرام میں نفس کا کام تکبر کرنا اور شہوات ولذت کی پیروی کرنا ہے اور موجود نعمتوں کو حقیر جان کر وہ مانگتا ہے جو اُس کے مقسوم میں نہیں۔ پھر خدا تعالیٰ نفس کو کبیرہ گناہوں کی سزا دینے اور مستقبل میں معاصی سے باز رکھنے کیلئے پہلے سے زیادہ سخت بلاؤں کی طرف لوٹا دیتا ہے۔ اگر نفس ادب ملحوظ رکھتا اور اطاعت وشُکر ورضا کو اپنے اوپر لازم کر لیتا تو اُس کیلئے بہتر ہوتا۔ اس کے بعد صبر ورضا اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

مقالہ تینتالیسواں غیر اللہ سے سوال کرنیکی مذمت کے بیان میں ہے۔ یہ مقالہ مختصر ترین ہے اور ساڑھے چار لائنوں پر مشتمل ہے۔

مقالہ چوالیسواں عارِف باللہ کی بعض دُعائیں قبول نہ ہونے کیوجہ کے بیان میں ہے۔ تصوّف میں خوف ورجا دونوں ضروری ہیں۔ عارف کی پرواز خوف ورجا کے بغیر ناممکن ہے۔ عارف اللہ تعالیٰ کا مقرب ہے اور اُس کا حال ومقام یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی چیز کا ارادہ ہی نہ کرے لہٰذا عارف کا اپنی دُعا کی قبولیت اور ایفائے وعدہ کا طلب کرنا اُس چیز کا غیر ہے جس کے وہ درپے ہے کیونکہ محبت کی شرط یہ ہے کہ عاشقِ مولا کا کوئی ارادہ باقی نہ رہے۔ اسی وجہ سے اُس کی دعا بعض اوقات قبول نہیں ہوتی تا کہ وہ بارگاہِ ایزدی میں قیامِ مؤدبانہ سے غافل نہ ہو جائے اور سوال کرنے لگے اور ایسا کرنے میں شرک پایا جاتا ہے۔

مقالہ پینتالیسواں نعمت اور ابتلا کے بیان میں ہے۔ نعمت یافتہ عبد کو نعمتوں پر غرور

نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ شُکر کرنا چاہیے۔ کیونکہ شکر سے غفلت کے نتیجے میں نعمتیں بند کی جا سکتی ہیں اور ایسا کرنا بلاؤں کی آمد کا سبب بن سکتا ہے۔

مقالہ چھیالیسواں حدیث قُدسی کی تفسیر میں ہے۔ یہ مقالہ طویل ہے۔ اسمیں قوتِ تکوین کے مالک اولیاءِ کی تین اقسام کا ذکر ہے۔ اوّل صاحبِ تصّرف دوم صاحبِ اِذن سوم صاحبِ اختیار۔ صاحبِ تصّرف کو قوتِ تصّرف حاصل کے باوجود اُس کو کائنات میں تصّرف کرنے کی اجازت نہیں۔ صاحبِ اختیار وہ ولی ہے جس کو کائنات میں تصّرف کرنے کا پورا اختیار حاصل ہے۔ اُس کو اِذن کی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد صوفی عطا محمد قادریؒ اپنے پیر و مرشد اعلیٰ حضرت جناب مولانا پیر غُلام محمد قبلہ امام جلویؒ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ صاحبِ اختیار مرد ہیں۔ اس کے بعد خاتم الاولیاء کی تشریح کی ہے اور مقالہ کے آخری حصّہ میں حضرت عائشہؓ کی شان اور فضائل بیان کیے گئے ہیں۔

مقالہ سینتالیسواں قربِ الٰہی کی ابتدا اور انتہا کے بیان میں ہے۔ اسمیں قربِ الٰہی کی ابتدا ورع کو اور انتہا رضا و تسلیم اور توکّل کو تسلیم کیا گیا ہے۔ یہ مقالہ چار لائنوں پر مشتمل انتہائی مختصر مقالہ ہے۔ مقالہ اڑتالیسواں مومن کو اوّل کیا کام کرنا لازم ہے، کے بیان میں ہے۔ مومن کو پہلے فرائض، پھر سُنتیں، پھر نوافل اور باقی فضیلت والے کام کرنے چاہییں۔ انچاسواں مقالہ نیند کی برائی کے بیان میں ہے۔ نیند کو بیداری پر ترجیح دیکر اختیار کرنا ادنیٰ چیز کو اختیار کرنا ہے۔ اور مُردوں کے ساتھ جا ملنے کے مترادف ہے۔ کیونکہ نیند موت کی بہن ہے جبکہ شب بیداری دل سے حجاب دور کرنے کا سبب ہے۔

مقالہ پچاسواں بُعد الٰہی دور کرنے کے علاج میں ہے۔ اس سلسلے میں کئی تجاویز دی گئی ہیں:

۱۔ اللہ کی طرف پرواز کرنا اور راحت کو ترک کرنا۔

۲۔ ادب کو نگاہ میں رکھنا اور اپنے حال پر مغرور نہ ہونا اور آدابِ خدمت میں کوتاہی نہ کرنا۔

۳۔ اللہ تجھے جتنا ناز بخشے تو اُتنا ہی زیادہ نیاز کر۔

۴۔ عِلم وقُرب کا فخر نہ کرنا بلکہ اپنی ہستی مٹا دینا۔

۵۔ غیر اللہ کیلئے وُجود نہ دیکھنا کیونکہ ہر شے کا وجود اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔

٦۔ ہر چیز کو منجانبِ الٰہی سمجھنا کیونکہ فاعلِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔

مقالہ اکیانواں زُہد کے بیان میں ہے۔ مقالہ بانواں بعض اولیاء پر بَلا نازل ہونے کے سبب کے بیان میں ہے۔نزولِ بلا کی صورت میں ادب اختیار کر کے اپنی تفتیش کرنا ضروری ہے کہ سالک نے کونسے اوامر ترک کیۓ اور کونسی مناہی کا ارتکاب کیا۔کون کون سے ظاہری و باطنی گناہ کیۓ۔تقدیر الٰہی پر کیا اعتراض کیا۔کیونکہ انہی گناہوں کی پاداش میں بَلا میں مبتلا کیا جاتا ہے۔اگر بلا دُور ہوگئی تو بہتر ورنہ دُعا کرے اور عذر خواہی میں مشغول ہو اور سوال کرنے میں مداومت کرے کیونکہ ممکن ہے کہ اُس کی مصیبت اِسی لئے ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا رہے۔قبولیت میں تاخیر بد نصیبی کی وجہ سے نہیں بلکہ تاخیر کسی دوسری مصلحت کی بنا پر ہوتی ہے۔[١٣]

مقالہ ترینواں خوشنودی الٰہی طلب کرنے کی تاکید میں ہے۔اسمیں بتایا گیا ہے کہ فعلِ مولا میں فنا کا مقام طلب کرنا چاہیے۔بلا پر صبر کرنا عام ولیوں کا مقام ہے۔بَلا پر شُکر کرنا خاص ولیوں کا مقام ہے۔بَلا پر شُکر کرنا خاص ولیوں کا مقام ہے۔بَلا پر رضا کا مقام اخص الخواص اولیاء کا ہے اور بلا میں فنا کا مقام فقرائے کاملین کا ہے۔جو لوگ رضا و فنا اور حفظِ حال کا سوال کرتے ہیں وہ خدا کاملین کا ہے۔جو لوگ رضا و فنا اور حفظِ حال کا سوال کرتے ہیں وہ خدا کے محبوب و پسندیدہ اعمال کی توفیق مانگتے ہیں۔

مقالہ چونواں دنیا و آخرت میں زُہد کے بیان میں ہے۔اللہ کے طالب کو دنیا اور آخرت دونوں میں زہد اختیار کرنا چاہیے۔اللہ کے وصال کا طالب دنیا کے ساتھ آخرت بھی ترک کر دیتا ہے۔وہ دنیا کو آخرت کیلئے اور آخرت کو اپنے رب کیلئے ترک کر دیتا ہے۔کسی طلب کی موجودگی میں وہ صحیح معنوں میں زاہد نہیں بن سکتا۔اُس کے لئے نفس کے ساتھ مجاہدہ ضروری ہے۔اُسے نفس کو فقر دائمی پر راضی رکھنا پڑے گا۔

مقالہ پچپنواں حظوظ کے ترک اور تناول کے بیان میں ہے۔

Marfat.com

حصّوں اور مقسومات کے ترک کرنے کے تین مراتب ہیں:

۱۔ پہلا مرتبہ ترکِ حُظوظ کا ترکِ حرام ہے اور یہ مومن کی حالت ہے۔

۲۔ ترکِ حظوظ کا دوسرا مرتبہ اللہ تعالیٰ کی خاطر نفس کی تمام مرغوب اشیاء ترک کرنا ہے خواہ وہ شرعاً حلال یا مُباح ہی کیوں نہ ہوں اور یہ ولی کی حالت ہے۔

۳۔ تیسرا مرتبہ اللہ کی خاطر ہر شے کیا دُنیوی کیا اُخروی، ترک کی جائے حتیٰ کہ طالبِ مولا اپنی ہستی سے بھی فانی ہو جائے۔ یہ فقیرِ کامل کی حالت ہے۔

اس بیان کے بعد ولی اور فقیرِ کامل کا فرق بتایا گیا ہے۔ اور پھر حصّوں اور مقسومات کے لینے کی چار حالتیں بیان کی ہیں وہ یہ ہیں:

۱۔ پہلی حالت خواہشِ طبع سے لینا اور وہ حرام ہے اس حالت میں حرام و حلال کی تمیز نہیں رہتی۔

۲۔ دوسری حالت شَرع کے ہاتھ سے لینا اور وہ مُباح اور حلال ہے۔

۳۔ تیسری حالت امرِ الٰہی کے ساتھ لینا ہے اور وہ ولایت اور ترکِ ہَوا کی حالت ہے۔

۴۔ چوتھی حالت محض فضلِ الٰہی سے لینا ہے۔ یہ فقیرِ کامل کی حالت ہے۔

مقالہ چھپنواں فنا اور اُس کے مراتب کے بیان میں ہے۔ فنا کے سلسلے میں صوفی عطامحمد قادریؒ لکھتے ہیں:

"بندہ اپنی وہمی ہستی سے فانی ہو جاتا ہے اور ذاتِ حق کے ساتھ باقی ہو جاتا ہے۔ حالتِ فنایہ کے طاری ہونے کے بعد سالک کے قلب میں صفاتِ کاملہ الٰہیّہ کا ظہور ہوتا ہے۔ جب سالک ذاتِ حق سے باقی ہو جاتا ہے تو وہ انسانِ کامل بن جاتا ہے اور حق اور خلق کے درمیان برزخ جامع بن جاتا ہے۔ عبد ترقی کر کے صفاتِ رُبوبیّت سے مُتّصف ہو جاتا ہے۔ اور رب تنزّل کر کے صفاتِ عبودیّت سے متصف ہو جاتا ہے۔ اِنسان کامل گاہے مرتبہ رُبوبیّت میں ہوتا ہے اور گاہے مرتبہ عبودیّت میں ہوتا ہے۔"[۱۴]

Marfat.com

وضاحت کیلئے شارح نے دَائرۂِ اللہ پیش کیا ہے۔مقالہ طویل ہے۔

مقالہ ستاونواں قبض و بسط کی تشریح میں ہے۔ولی پر طرح طرح کی حالتیں وارد ہوتی رہتی ہیں اُس پر واجب ہے کہ وہ اپنی حالتوں کو چھپا کر رکھے۔اپنی حالت میں گرفتاری کا نام قبض ہے۔ابتدا میں سالک پر کئی حالتیں آتی ہیں اور وہ صاحبِ حال کہلاتا ہے۔جب اُس کو عرفان الٰہی نصیب ہوتا ہے تو وہ صاحبِ مقام ہو جاتا ہے۔صاحبِ حال صاحبِ تکوین ہوتا ہے اور صاحبِ مقام صاحبِ تمکین ہوتا ہے۔صاحبِ حال قبض کی حالت میں رہتا ہے اور صاحبِ مقام بَسط و کشائش میں ہوتا ہے۔عارفِ کامل کا قیام قدر کے ساتھ ہوتا ہے۔ قدر کے ساتھ قیام میں بسط ہی بسط ہے۔سالک کو ہر حالت کی حد کو نگاہ رکھنا ضروری ہے تا کہ شرعی حدود ٹوٹنے نہ پائے۔[۱۵]

اس مقالے میں عارفوں کے مراتب اور مقامات کا ذکر بھی ہے۔پہلا مقام اور مرتبہ تقدیر الٰہی کے ساتھ صبر کرنا ہے۔دوسرا مرتبہ تقدیر الٰہی پر شُکر کرنا ہے۔تیسرا مرتبہ رضا بالقضا ہے۔چوتھا مرتبہ فنا ہے۔

مقالہ اٹھاونواں ہر جہت سے نظر کو روکنے کی تاکید میں ہے۔اس مقالہ میں غیر اللہ پر نگاہ نہ رکھنے کی تلقین کر کے مراقبہ وحدت الوجود کو خدا کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ بتایا گیا ہے۔لا اِلٰہ کی تلوار سے عالم کی نفی کرنے سے اِلّا اللہ کا راز معلوم ہوتا ہے۔اور سالک کے آسمانِ قلب پر شمسِ معرفت طلوع ہوتا ہے۔عین الیقین کا مرتبہ اور مشاہدہ حاصل ہوتا ہے۔اور حق الیقین کے مرتبہ کے بعد سالک نہ اپنا فقر دیکھتا ہے اور نہ اپنا غنا۔اس مقام پر پہنچ کر شاہی اور گدائی، سونا اور مٹی، عزت اور ذِلّت یکساں ہو جائے گا۔

مقالہ اُنسٹھواں بَلا پر رضا اور نعمت پر شکر کرنے کے بارے میں ہے۔اس مقالے میں سالک کو بلا و نعمت اور ان کی شروط کی حفاظت کرنے کی تلقین ہے۔شکر کی اقسام زبان کے ساتھ، قلب کے ساتھ اور شکر اعضاء کے ساتھ بیان کی گئیں۔ساٹھواں مقالہ سَیر الیٰ اللہ و فِی اللہ و مِنَ اللہ کی تشریح میں ہے۔اِکسٹھواں مقالہ ورع اور تقویٰ کے تین مراتب کے بیان میں ہے۔مقالہ باسٹھواں محبت اور محبوب کے بیان میں ہے۔

تریسٹھواں معرفت کی ایک قسم کے بیان میں ہے۔ شارح لکھتے ہیں:

"عارف کامل وہ ہے جس کا اپنا کوئی ارادہ اچھا یا بُرا باقی نہ رہ جائے۔ محبت کی شرط یہ ہے کہ تیرا ارادہ باقی نہ رہے.... پس فقیرِ کامل وہ ہے جو اپنی خودی سے یعنی اپنے ارادوں خواہشوں اور اُمیدوں سے بلکہ اپنی ہستی موہوم سے اس طرح خالی ہو جائے جس طرح بنسری خالی ہوتی ہے۔"[16]

مقالہ چونسٹھواں موتِ ابدی اور حیاتِ ابدی کے بیان میں ہے۔ عارف کی موت ابدی خواہشات سے فارغ ہونا اور فنافی اللہ کے مرتبہ تک پہنچنا ہے اور حیاتِ ابدی سے مُراد اپنی ہستی سے فانی اور ذاتِ حق سے باقی ہونا ہے۔ اس کو بقا باللہ کا مرتبہ کہا جاتا ہے۔

مقالہ پینسٹھواں اِجابتِ دُعا کی تاخیر میں اللہ تعالیٰ پر ناراض نہ ہونے کے بیان میں ہے۔ عارف کی اعتراض کی زبان کاٹ دی جاتی ہے۔ اُسے شکر وصبر وموافقت اور رضا کو اختیار کرنے کو کہا جاتا ہے۔

مقالہ چھیاسٹھواں دُعا کرنے اور دُعا کو ترک نہ کرنے کے بیان میں ہے۔ مقالہ سڑسٹھواں جہادِ نفس اور اُس کی کیفیت کی تفصیل میں ہے۔ مقالہ اَڑسٹھواں آیۂ کریمہ کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِی شَاْنٍ کی تفسیر میں ہے۔

اسمیں قضا کی دو قسمیں بتائی ہیں:

۱۔ قضائے مُعلّق یہ دُعا سے ٹل جاتی ہے۔

۲۔ قضائے مبرم یہ دُعا سے نہیں ٹلتی۔

صوفی عطا محمد قادریؒ لکھتے ہیں کہ رب تعالیٰ نے حضور ﷺ کو وہ شانِ معشوقیت عطا کی ہوئی ہے کہ آپؐ قضائے مبرم پر بھی قلم پھیر دیتے ہیں۔ اس کے بعد وہ محبوبِ سبحانی جناب شیخ سیّد عبدالقادر جیلانیؒ کو حضور نبی کریم ﷺ کے معشوق قرار دیتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ وہ بھی قضائے مبرم پر قلم پھیر دیتے ہیں اور اس کے بعد اعلیٰ حضرت مولانا پیر غلام محمد صاحب قبلہ امام جلویؒ کے مقامِ ناز کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ " آپ کتابِ قدر میں

Marfat.com

جسطرح چاہتے ہیں محو اثبات کرتے ہیں۔ قضائے مبرم پر قلم پھیر دیتے ہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے وہ تصرّف بخشا ہے کہ آپ اعیان ثابتہ کو بدل ڈالتے ہیں یعنی نئی استعدادیں عطا کر دیتے ہیں۔ اِس مسکین نے کئی دفعہ آنکھوں سے دیکھا ہے کہ آپ کتابِ قدر میں سے سابقہ اوراق نکال کر پھاڑ دیتے ہیں اور بالکل نئے اوراق لگا دیتے ہیں۔"[17]

مقالہ اُنہتر واں اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور عصمت طلب کرنے کے بیان میں ہے۔ مقالہ ستّر واں شکر اور اعترافِ قصور کے بیان میں ہے۔ مقالہ اِکہتّر واں مُرید اور مُراد کے بیان میں ہے۔ مرید سے اللہ تعالیٰ کا عاشق اور طالب مراد لی جاتی ہے اور مراد سے اللہ تعالیٰ کا معشوق اور مطلوب مراد لی جاتی ہے۔ مُرید بلا میں گرفتار ہوتا ہے اور مُراد ناز ونعم میں پرورش پاتا ہے۔

مقالہ بہتّر واں بازار میں سے گزرنے والے فقراء کے آداب اور اُنکی پانچ قسموں کے بیان میں ہے۔ مقالہ تہتر واں "اللہ تعالیٰ کبھی اپنے ولی کو غیر کے عیوب پر مطلع کرتا ہے" کے بیان میں ہے۔ مقالہ چوہتّر واں "عاقل پر کون سے اُمور واجب ہیں جن سے وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلیل تلاش کرے" کے بیان میں ہے۔ اس مقالے میں مسئلہ وحدت الوجود بیان کیا ہے اور اسے توحید کا مغز کہا ہے۔ رب تعالیٰ جسکو اپنی معرفت عطا کرنا چاہتا ہے اُس پر یہ رازِ توحید منکشف کر دیتا ہے۔ رازِ توحید یہ ہے کہ تمام اشیاء اُسی کے ساتھ یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ موجود ہیں اور بذاتِ خود معدوم ہیں۔ مقالہ پچھتّر واں تصوّف کی بنیاد کے بیان میں ہے۔ اس مقالے میں اُن آٹھ خصلتوں کا ذکر ہے جن پر تصوّف کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ وہ یہ ہیں:

۱۔ سخاوت، ۲۔ رضا، ۳۔ صبر، ۴۔ عاجزی اختیار کرکے خاموشی سے دُعا کرنا، ۵۔ صُوف پہننا، ٦۔ خوفِ الٰہی سے رونا اور عشقِ الٰہی میں فراق میں رونا، ۷۔ سیاحت اختیار کرنا، ۸۔ فقر اختیار کرنا۔

مقالہ چھہتّر واں میں حضرت سُلطان غوث الثقلینؒ کی ایک وصیت مُندرج ہے۔ اس وصیت میں امیروں کے ساتھ خودداری سے ملنے اور غریبوں کے ساتھ عاجزی سے ملنے

Marfat.com

کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اخلاص، حُسنِ ادب، سخاوت، حق، صبر، بے نیازی، شریعت کی پابندی اور دوسرے کارِ خیر کی وصیت بھی کی گئی۔ مقالہ ستّر واں اللہ تعالیٰ کی معیّت اور فنا عنِ الخلق کے بیان میں ہے۔ اس مقالے میں اللہ کے طالب کو اپنی خلوت کے دروازے پر ہر شے کو چھوڑ کر تنہا داخل ہونے کو کہا گیا ہے۔ کیونکہ اللہ واحد ہے اور واحد کو پسند کرتا ہے۔ خلقت سے ظاہری تعلقات ممنوع نہیں قلبی تعلقات ممنوع ہیں۔ اس مقالے میں مقامِ بقا اور مقامِ استقامت اور حقیقتِ محمدیہ ﷺ کا بھی ذکر ہے۔

مقالہ اُٹھتّر واں اہلِ مجاہدہ ومحاسبہ ومُعاہدہ کی دس خصلتوں کا بیان ہے۔ وہ دس خصلتیں یہ ہیں:

۱۔ جھوٹی یا سچّی قسم عمداً یا سہواً نہ کھانا
۲۔ جھوٹ سے پرہیز کرنا
۳۔ وعدہ خلافی نہ کرنا
۴۔ کسی شے پر لعنت بھیجنے یا اُس سے کم ایذا پہنچانے سے اجتناب کرنا
۵۔ بدُ دعا نہ کرنا
۶۔ کسی ایک انسان پر شرک و کُفر اور نفاق کی قطعی شہادت نہ دینا
۷۔ گناہ کی طرف نگاہ کرنے سے ظاہر و باطن میں پرہیز کرنا
۸۔ کسی پر اپنا بوجھ نہ ڈالنا
۹۔ حرص اور طمع سے جان چھڑانا اور نفس کو اُن چیزوں کے طمع میں نہ ڈالنا جو لوگوں کے پاس ہیں۔
۱۰۔ تواضع اختیار کرنا

اس کے بعد تواضع کی تعریف متعیّن کی گئی ہے اور اس خصلت کو سالک کیلئے سب سے زیادہ ضروری کہا ہے کیونکہ تواضع تکبر کا دروازہ بند کر دیتی ہے۔

تکملہ مقالہ اُناسی حضرت سلطان غوث الثقلینؒ کی وصیتوں اور مرضِ وصال کے ذکر میں ہے۔ اس مقالے میں اُس وصیت کا ذکر ہے جو غوثِ اعظمؒ نے مرضِ وصال میں

Marfat.com

اپنے صاحبزادے حضرت شیخ عبدالوہابؒ کو فرمائی تھی۔

مقالہ اسّی میں وصال مبارک کے متعلق بقیہ کلام کا ذکر ہے۔ یہ اقوال مبارک جو شارح نے لکھے ہیں، وہ ہیں جو محدّثین اور علما نے اپنی تصانیف میں نقل کئے ہیں۔ ان اقوال کے بعد محبوبِ سُبحانی جناب سیّد شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے نرالے منصب کا تذکرہ ہے۔ شارح کی طرف سے آخر میں خاتمۃ الکتاب ہے۔ اسمیں ''ینبوع الغیب من فتوح الغیب'' کے اختتام کی تاریخ ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۹۰ھ لکھی ہوئی ہے۔ آخر میں شارح نے اپنے پیرومرشد کی شان، وصال مبارک کی تاریخ اور صندوق مبارک کی جلو آنہ شریف سے فیصل آباد (سابق لائلپور) منتقلی کا ذکر کیا ہے۔

حواشی:

۱۔ عطا محمد یَنْبُوعُ الْغَیْبِ مِنْ فُتُوحُ الْغَیْبِ لاہور: اشرف پریس، س۔ن بارِ اول۔ ص۳۔۴

۲۔ مذکورہ حوالہ ص۸

۳۔ مذکورہ حوالہ ص۱۳

۴۔ مذکورہ حوالہ ص۱۳

۵۔ مذکورہ حوالہ ص۱۷

۶۔ مذکورہ حوالہ ص۲۰

۷۔ مذکورہ حوالہ ص۴۶

۸۔ مذکورہ حوالہ ص۹۵

۹۔ مذکورہ حوالہ ص۱۶۸

۱۰۔ مذکورہ حوالہ ص۲۱۲

۱۱۔ مذکورہ حوالہ ص۲۱۴

۱۲۔ مذکورہ حوالہ ص۲۲۶۔۲۲۷

۱۳۔ مذکورہ حوالہ ص۲۷۸

۱۴۔ مذکورہ حوالہ ص۲۹۱

Marfat.com

۱۵۔ مذکورہ حوالہ ص۲۹۹۔۳۰۰۔۳۰۱

۱۶۔ مذکورہ حوالہ ص۳۲۶

۱۷۔ مذکورہ حوالہ ص۳۴۱

Marfat.com

تحقیق الاولیاء فی شان سُلطانُ الاصفیاء (جلد اوّل)

یہ کتاب صوفی عطا محمد قادریؒ کی تصنیف ہے۔ اس کے ۳۷۱ صفحات ہیں اور یہ اشرف پریس لاہور سے طبع ہوئی۔ کتاب کا یہ دوسرا ایڈیشن ہے۔ سنِ اشاعت درج نہیں۔ کتاب غوثِ اعظم پاک میراں محی الدین شیخ سیّد عبدالقادر جیلانیؒ کے مُناقب کے سلسلے میں اولیاء اللہ اور عالموں کے علوم و مکاشفات پر مبنی ہے کتاب میں علمائے کرام کے اعتراضات کے مدلل جوابات ہیں۔ مصنف نے بتایا ہے کہ حضرت غوثِ اعظم پاک کی شانِ اقدس میں نازل کردہ متعدد آیات اُنہوں نے اپنے پیرو مرشد پیر غلام محمد صاحب قبلہ امام جلویؒ سے حاصل کی ہیں۔ اکابر اولیائے کرام نے بیان فرمایا ہے کہ غوث الثقلین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے سرِ مبارک پر رب تعالیٰ نے خلافتِ کُبریٰ کا تاج پہنایا ہوا ہے اور آج تک کوئی ہستی آپ کے کمال تک نہیں پہنچی اور نہ ہی اُن میں سے کسی کو یہ درجہ نصیب ہوا اس لئے آپ کی ہمت اور قوت کا کوئی سامنا نہیں کر سکتا اور نہ ہی ہدایت اور ارشاد میں کوئی آپ کا ہم پلہ ہوا ہے۔[1]

حضرت خواجہ بہاؤالدین شاہ نقشبند سلسلۂ نقشبندیہ کے مورثِ اعلیٰ ہیں اور حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانیؒ کو مقامِ محمدیؐ سے مُشرف سمجھتے ہیں اور فرماتے ہیں:

بادشاہِ ہر دو عالم شاہِ عبدالقادرؒ است
سرورِ اولادِ آدم شاہِ عبدالقادرؒ است

Marfat.com

دونوں جہان کے بادشاہ عالی سرکار شاہِ عبدالقادرؒ ہیں اور حضرت آدمؑ کی اولاد کے سردار بادشاہِ عبدالقادرؒ ہیں۔

آفتاب و ماہتاب و عرش و کُرسی و قلم
نُورِ قلب از نورِ اعظم شاہِ عبدالقادرؒ است

سُورج، چاند، عرش وکُرسی، لوح وقلم نُورِ قلب حضرت محبوبِ سُبحانی شیخ سیّد عبدالقادر جیلانیؒ کے نورِ اعظم سے ہیں۔

صوفی عطا محمد قادریؒ فرماتے ہیں کہ شاہِ نقشبندؒ حضرت غوثِ اعظم پاکؒ کو مقامِ محمدیؐ سے مُشرف سمجھتے ہیں اور حضورؐ کے بعد رب تعالیٰ کی بارگاہ میں افضل ترین ہستی جانتے ہیں۔[۲]

شیخ عارف ابو محمد علی بن ابوبکر سے منقول ہے کہ جب میرے سردار شیخ سیّد عبدالقادرؒ نے فرمایا میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے تو شیخ علی ہیتیؒ نے اُٹھ کر آنحضرت کا قدم مُبارک پکڑا اور اپنی گردن پر رکھا۔ اس پر بعض اصحاب نے پوچھا کہ آپ نے اس طرح کیوں کیا۔ فرمایا کہ آنحضرت اس قول کے کہنے پر مامور ہیں اور اُن کو اس بات کا اِذن ہوا ہے کہ اولیائے کرام سے جو اس بات کا مُنکر ہو اس کو معزول کر دیں پس میں نے چاہا کہ آپ کے تابعداروں میں سے پہلا میں ہو جاؤں۔[۳]

صوفی عطا محمد قادریؒ فرماتے ہیں کہ شیخ علی ہیتیؒ کا آنحضرت کا قدم مبارک اپنی گردن پر رکھنے کی وجہ یہ تھی کہ اُنہوں نے آنحضرت میں حقیقتِ محمدیہؐ کا ظہور اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا اور حضرت غوث الثقلینؒ نے یہ کلمہ سوائے لسان حقیقت محمدیہؐ کے نہیں فرمایا۔ بہت سے اولیائے اللہ نے فنافی الرسولؐ کا مقام حاصل کرنے کے بعد لسانِ حقیقتِ محمدیہ ﷺ سے کلام فرمایا ہے۔ سادات صوفیاء کے نزدیک فنافی الحقیقت محمدیہؐ ایک مسلمہ امر ہے لیکن ہر ولی اپنی استعداد کے مطابق اس سے حظ حاصل کرتا ہے۔ چونکہ حضرت سلطان غوث الثقلینؒ کی اِستعداد کامل ترین ہے اور آپ کو اس لحاظ سے حظِ وافر نصیب ہے لہٰذا خلافتِ کُبریٰ کا تاج آپ کے سَر مُبارک پر پہنایا گیا۔[۴]

Marfat.com

حضرت غوثِ اعظم پاک شیخ عبدالقادر جیلانیؒ گاہے بگاہے کرسی پر بیٹھ کر مذکورہ اعلان کی وضاحت فرماتے:

"اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا نبی یا ولی پیدا نہیں فرمایا جو میری مجلس میں حاضری نہ دے زندہ اپنے بدنوں کے ساتھ اور فوت شُدہ اپنی ارواح کے ساتھ۔"[۵]

حضرت غوثِ اعظم پاکؒ کی شان اُن کے "قصیدہ غوثیہ" کے اس ارشاد سے ظاہر ہے:

"اگر میں اپنا راز یا توجہ سمندروں پر ڈالوں تو تمام سمندروں کا پانی زمین میں جذب ہو کر خشک ہو جائے اور اُن کا نام ونشان نہ رہے۔"[۶]

صوفی عطامحمد قادریؒ لکھتے ہیں کہ میرے سُلطان غوث الثقلینؒ کا وہ مقام ہے کہ علمائے ظاہر تو درکنار علمائے ربّانی کے عقول وفہوم بھی وہاں نہیں پہنچتے۔ اسی لئے آپ نے بامرِ الٰہی اپنی شان خود ہی بیان فرمادی ہے تاکہ لوگ ورطۂ ہلاکت میں نہ گریں اور فرمایا ہمارا مقام مُخدع ہے۔ مُخدع اُس دیوانِ خاص کو کہتے ہیں جہاں بادشاہ اپنے مشیروں کے ساتھ مشورہ کرتے ہیں۔ نیز فرمایا کہ سرکارِ دوعالم حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہِ عالیہ سے جو انعامات تقسیم ہوتے ہیں وُہ ہمارے ہی ہاتھ سے ہوتے ہیں یعنی ہم حضور ﷺ کے مشیرِ اعلیٰ ہیں۔[۷]

رب تعالیٰ فرماتے ہیں اور اُسی کا زور پہنچتا ہے اپنے بندوں پر اور وہی حکمت والا خبردار ہے۔ (انعام ع۲) ابنِ عربیؒ "فتوحاتِ مکیہ" باب ۳۷ میں فرماتے ہیں کہ یہ آیۂ کریمہ محبوبِ سبحانی حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانیؒ کی شانِ اقدس میں نازل کی گئی ہے۔ آپ چونکہ سرکارِ دوعالم حضور نبی کریم ﷺ کے محبوب ہیں اِس لئے مقامِ ناز آپ پر ختم ہے۔ کتاب "تفریح الخاطر" میں مذکور ہے کہ ابتدا میں جب آپ کا ظہور ہوا۔ جو شخص بے وضو آپ کا نام لیتا وُہ ہلاک ہو جاتا تھا۔ بعد میں یہ جلالیت خلقت سے اُٹھالی۔[۸]

صوفی عطامحمد قادریؒ اپنے پیر ومُرشد مولانا پیر غلام محمد صاحب قبلہ امام جلویؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ فرمایا حضور ﷺ کا معشوق ایک ہی ہے اور وُہ سیّد عبدالقادر جیلانیؒ ہیں۔ جملہ سابقہ انبیاء وجملہ اولیاء متقدمین اور متاخرین حضور ﷺ کے عاشق ہیں۔ اُن میں سے کِسی کو مقامِ ناز نصیب نہیں۔ صوفی صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے لفظ معشوق میں غور کیا

Marfat.com

تو لفظ معشوق کے اعداد بحسابِ ابجد ۵۱۶ نکلے اور عبد القادر جیلانیؒ کے اعداد نکالے تو وہ بھی ۵۱۶ نکلے۔ نقشہ ملاحظہ ہو:

اعداد بحسابِ ابجد

معشوق	م	ع	ش	و	ق					میزان
	۴۰	۷۰	۳۰۰	۶	۱۰۰					۵۱۶
عبدالقادر	ع	ب	د	ا	ل	ق	ا	د	ر	میزان
	۷۰	۲	۴	۱	۳۰	۱۰۰	۱	۴	۲۰۰	
جیلانی	ج	ی	ل	ا	ن	ی				۵۱۶
	۳	۱۰	۳۰	۱	۵۰	۱۰				

اب لفظ محبوب میں غور کیجئے۔ محبوب کے اعداد بحسابِ ابجد ۵۸ نکلتے ہیں اور محی کے بھی ۵۸ ہیں۔ نقشہ ملاحظہ ہو۔

اعداد بحسابِ ابجد

محبوب	م	ح	ب	و	ب	۵۸
	۴۰	۸	۲	۶	۲	
محی	م	ح	ی			۵۸
	۴۰	۸	۱۰			

چونکہ سرکارِ دو عالم حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں وسیلۂ اعظم آپ ہی ہیں اس لئے تمام عوالم کی فریادیں ازل سے لیکر ابد تک حضرت غوثِ اعظمؒ ہی سنتے ہیں اسی لئے آپ کا خطاب مُستطاب غوثِ اعظم ہے۔ آپ جملہ عباد کے فریادرس ہیں۔[9]

صاحبِ ''قلائد الجواہر'' نے ''مجمع الفضائل'' سے نقل کیا ہے کہ میں نے مشائخ سے سُنا ہے کہ ہمارے سیّد سردار حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ ہی غوثِ اعظم ہیں اور جب لفظ

Marfat.com

غوثِ اعظم بولا جاتا ہے تو اس سے آپ ہی مُراد ہوتے ہیں کیونکہ خُدا نے آپ کو اِس لفظ سے مخاطب کیا ہے (كذا فِي فِي الغوثيته) آپ نے شبِ معراج میں حضور نبی کریم ﷺ کو دیکھا اور ولایتِ محمدیہؐ اور وراثتِ محبوبیہ کے خِلقت سے بہرہ اندوز ہوئے۔

حضرت غوث پاکؒ اِس معراج شریف کی رات کا واقعہ اپنے ایک قصیدہ شریف میں پیش فرماتے ہیں جو ''تتمہ فتوح الغیب بر حاشیہ بہجتہ الاسرار'' مطبوعہ مصر میں مندرج ہے۔ • چند اشعار پیش کیئے جاتے ہیں۔

ترجمہ:

۱۔ مُجھے عرشِ مجید پر رَبّ تعالیٰ کی بارگاہ میں باریابی نصیب ہوئی۔ انوارِ الٰہیہ میرے لئے ظاہر ہوئے اور حق تعالیٰ نے مجھے یہ مرتبہ عطا کیا۔

۲۔ میں نے اپنے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے عرش کو دیکھا۔ میرے لئے اللہ تعالیٰ کے تمام خزانے کھول دیئے گئے اور اللہ تعالیٰ نے میرا نام غوثِ اعظم رکھا۔

۳۔ خداوند تعالیٰ نے مجھے اپنی نظرِ عنایت سے وصال کا تاج پہنایا اور بزرگی وقُرب کا خِلعت پہنایا۔

جنابِ غوثِ اعظمؒ نے اپنے متعلق "قصیدہ روحی" میں خود فرمایا ہے:

ترجمہ:

"میرے ڈنکے جُملہ عوالم میں مشرق سے لے کر مغرب تک بج رہے ہیں۔ میں اپنی رحمت سے موجودات ہر دو عالم کی فریادیں سُننے والا ہوں۔"

"زمانہ بھر میں جُملہ محبت کا دَم بھرنے والوں سے میرا مقام بلند ہے۔ میرے دربار میں بوقتِ حاضری افلاک میرا طواف کرتے ہیں۔"

"میں نے حضرت آدمؑ کے ظہور سے قبل عشقِ الٰہی میں پرورش پائی۔ مجھے (ازل ہی سے) رَبّ تعالیٰ کی حضوری حاصل ہے اور مُجھے اُس نے سرداری کے منصب سے نوازا ہُوا ہے۔"

"میرے مدارج بہت عالی ہیں۔ کون ہے جو مُجھ سے مرتبہ میں آگے ہے۔ جنت

Marfat.com

میں میرے نغمات سُنے جاتے ہیں۔"

"رب تعالیٰ نے مجھے علمِ حقیقت کے علاوہ اَسّی اور علوم اپنے علمِ غیب میں سے عطا کیے ہوئے ہیں۔"

" کوئی ایسا منبر نہیں جس پر میرا خُطبہ نہین پڑھا جاتا اور کوئی ایسی مسجد نہیں جس میں میرا ذکرِ خیر نہ ہو۔"

"اے میرے مُرید! میرا دامن مضبوطی سے پکڑ لے۔ میں تیری دُنیا میں بھی اور روزِ قیامت کو بھی مدد کروں گا۔"

"میں سمندر کی امواج اور اُن کی تعداد کو بھی جانتا ہوں اور روئے زمین پر ریت کے جتنے دانے ہیں اُن سب کی تعداد مُجھے معلوم ہے۔"

"میں نے یہ قصیدہ فخریہ نہیں کہا بلکہ مجھے اِس کا اِذن دیا گیا ہے اور منشائے الٰہی یہ ہے کہ لوگ میری حقیقت کو شناخت کرلیں۔"

میں نے یہ کلام نہیں کیا جب تک مجھے اَمر نہیں ہوا کہ " کلام کر اور خوف نہ کر کیونکہ تُو بیشک ہر حالت میں اللہ کا دوست ہے۔"[۱۱]

جنابِ غوثِ اعظمؒ کے بہت سے قصائد ''فتوح الغیب برحاشیہ بہجتہ الاسرار و معدن الانوار'' مطبوعہ مصر میں مندرج ہیں۔ جس قصیدہ کے اشعار کا ترجمہ درج کیا گیا ہے، اُن میں سے ایک ہے۔ بعض علمائے کرام کا یہ عقیدہ ہے کہ آپ نے یہ کلام مبارک بحالتِ سُکر فرمایا ہے چنانچہ جناب غوث پاکؒ نے خود ہی اُن کے وہمِ باطل کی تردید فرمادی ہے۔ فرمایا میں نے یہ کلام فخر سے نہیں بلکہ امرِ الٰہی سے کیا ہے۔ صوفی صاحب فرماتے ہیں کہ عارفِ کامل خوب سمجھتا ہے کہ یہ اَنا کی موج نہیں ہے بلکہ یہ کلام دائرہ شریعت کے اندر ہے۔ اسمیں میں اور تُو کا ذکر ہے۔ جناب نے اپنی نرالی شان بیان کرنے کے بعد اپنا نسب بیان فرمایا ہے "میری دادی حضرت سیّدۃ النّساء زہراؓ جنابِ محمد ﷺ کی شہزادی ہیں اور میرا دادا لشکر کا سردار حضرت شاہ علیؓ ہیں۔ اُن سب کی برکات ہر وقت میرے شاملِ حال ہیں۔"[۱۲]

''قصیدہ غوثیہ'' میں فرماتے ہیں:

Marfat.com

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ نے مجھے قطبوں پر حاکم بنایا ہے پس میرا حکم ہر حالت میں جاری ہے۔"

"اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے رازِ قدیم پر مطلع کیا اور مجھے عزت کا ہار پہنایا اور جو کچھ میں نے مانگا وہ عطا کیا۔"

"اگر میں اپنا راز پہاڑوں پر ڈالوں تو وہ ریزہ ریزہ ہو کر ریت میں ایسے مل جائیں کہ اُن میں اور ریت میں فرق نہ رہے۔"

"اللہ تعالیٰ کے تمام شہر میرا ملک ہیں اور اُن پر میری حکومت ہے اور میرا وقت میرے دل کی پیدائش سے پہلے ہی صاف تھا یعنی میری روحانی حالت میرے جسم کے پیدا ہونے سے پہلے ہی مُصفا تھی۔" [۱۳]

اس قصیدہ کو بھی عُلمائے ربانی آپ کی دائمی حقیقی شان کا مرأت جانتے ہیں نہ کہ کلامِ سُکر۔ یہ قصیدہ آپ کی شانِ اقدس کا ایک آئینہ ہے جسمیں آپ کے مدارج، مراتب، حالات، کمالات اور کرامات پُوری ٹھاٹھ سے چمکارا مار رہے ہیں۔ [۱۴]

حضرت شاہ عبدالحق محدّث دہلویؒ ''اخبار الاخبار فی اسرار الابرار'' کے دیباچہ میں حضرت غوثِ اعظم پاک کی شانِ اقدس میں فرماتے ہیں۔

ترجمہ: "اگرچہ جمالِ محمدؐ تمام آلِ محمدؐ میں چمک رہا ہے لیکن یہاں اور ہی جمال ہے اور اَور ہی کمال ہے۔ جمال جمالِ محمدؐ ہے اور کمال کمالِ محمدؐ۔" [۱۵]

صوفی عطا محمد قادریؒ فرماتے ہیں کہ اگرچہ تمام انبیاء اور اولیاء نے حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس سے اپنی اپنی استعداد کے مطابق روحانی فیض حاصل کیا ہے لیکن حضرت محی الدّین کی استعداد سب سے کامل ترین اور قوتِ جذب سب سے زیادہ تھی اِس لئے آپ حضور ﷺ کے لیے مرأتِ تامہ ہیں۔ [۱۶]

حضرت غوثِ اعظم پاک پیرانِ پیر دستگیر محبوب سُبحانی حضرت سیّد عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں:

ترجمہ: "میرے اور تمہارے درمیان اور تمام خلائق کے درمیان اتنا فاصلہ ہے

Marfat.com

جتنا آسمان اور زمین کے مابین پس مجھ کو کسی پر قیاس نہ کرو اور کسی کا مجھ پر قیاس نہ کرو۔" [۱۷]

امام ربّانی مجدّد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی نے اپنی کتاب ''مکتوبات امام ربّانی'' کے آخری مکتوب میں فرمایا ہے کہ مرتبہ قطبیّت ائمہ اثنا عشر میں ترتیب وار بطریقِ استقلال چلا آیا ہے اور اُن کے بعد جس کسی کو یہ مرتبہ نصیب ہُوا بطریقِ نیابت تھا حتیٰ کہ نوبت سلطان حضرت غوثِ اعظم پاک شیخ سیّد عبدالقادر جیلانیؒ کی آن پہنچی اور یہ مرتبۂ قُطبیّت مستقل طور پر آپ کے سپرد ہوا اور آپ اس کے مرکز بن گئے۔ [۱۸]

آپ نے ''قصیدہ شریف'' میں اِس حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

ترجمہ: "اوّلین سب کے سورج غروب ہو گئے اور ہمارا سُورج ابدالآباد تک ساتویں آسمان پر چمکتا رہے گا اور کبھی غروب نہ ہوگا۔" [۱۹]

سید داؤد آفندی قادری نقشبندی فرماتے ہیں کہ حضرت امام قطب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی کیا تعریف کی جائے۔ آپ جملہ عوالم ظاہر و باطن کے شیخ ہیں۔ آپ یکتائے زمانہ اور بلحاظ علو مرتبہ تمام اکابر دین کے سرتاج ہیں۔ آپ جُملہ عوالم کے لئے قطب مدار علیہ ہیں۔ آپ کا یہ منصب دورِ تسلسل سے ہے۔ اس میں کوئی تعطیل کی قید نہیں۔ آپ حضورؐ کا عین ہیں اور آپ کی کوئی مثل نہیں۔ [۲۰]

حضرت غوثِ اعظمؓ فرماتے ہیں کہ میرا تیر صائب ہے۔ میرا نیزہ بے خطا ہے۔ میرا گھوڑا زین کسا ہوا ہے۔ میں خدا کی بھڑکتی ہوئی آگ ہوں۔ میں حالات کا سلب کرنے والا ہوں۔ میں ایک ایسا سمندر ہوں جس کا کنارہ نہیں۔ میں وقت کی دلیل ہوں۔ اے بچو آؤ اور اس بحرِ ناپیدا کنار سے کچھ حاصل کرلو اور ہمیشہ میری آنکھ کی پُتلی لوح محفوظ میں ہے۔ میں خداتعالیٰ کے علم اور مشاہدہ کے سمندروں میں غوطہ زن ہوں۔ [۲۱]

حضرت غوث الثقلینؓ فرماتے تھے کہ انسانوں کے مشائخ ہوتے ہیں اور جنوں کے بھی مشائخ ہوتے ہیں اور فرشتوں کے بھی مشائخ ہیں۔ میں کُل کا شیخ ہوں۔ [۲۲]

آپ فرماتے تمام مردانِ خدا قضا وقدر تک پہنچ کر رُک جاتے ہیں مگر میرے

Marfat.com

وہاں پہنچنے پر میرے لئے ایک دریچہ کھول دیا جاتا ہے پس میں اسمیں داخل ہوتا ہوں اور حق کی تقدیروں سے حق کے ساتھ اور حق کے واسطے اور حق میں جھگڑا کرتا ہوں پس مردُوہ ہے جو تقدیر سے جھگڑا کرے نہ وہ جو اُس کے موافق ہو۔ [۲۳]

تمام اولیاء اللہ اور بڑے بڑے صاحب طریقت مشائخ نے حضور غوث پاکؒ کے بلند مرتبہ کی شہادت دی ہے اور اس میں کسی کو انکار نہیں۔ حضرت خواجہ حسن بصریؒ سے لیکر سیّدنا حضرت میراں محی الدّین شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے زمانہ اقدس تک تمام اولیاء و صوفیاء نے آپکی بابرکت تشریف آوری کی خوشخبری دی ہے۔ آپکی بشارت ہر قطبِ زماں نے دی ہے۔ آپ سے پہلے آنے والے جُملہ اقطاب واولیاء آپ کے دربان تھے اور شہنشاہ کی آمد کی خبر دینے کیلئے لشکریوں کی طرح آپ سے پہلے آئے۔ جس طرح سورج کے سامنے سب روشن ستارے غائب ہو جاتے ہیں اسی طرح جب آپ کا آفتابِ ولایت بلند ہوا تو آسمانِ ولایت کے سارے ستارے مدھم پڑ گئے۔ آپ وہ صاحبِ قدم ہیں کہ جن کے پائے مبارک کے آگے تمام اولیاء اللہ کی گردنیں بلا انکار جھک گئیں۔ جب آپ نے بحکمِ الٰہی کرسی پر بیٹھ کر فرمایا "میرا قدم جملہ اکابر اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہے۔" تو آپ کے جلال کے سامنے تمام اولیا حاضر و غائب نے اپنے سر جھکا دیئے۔ اصفہان کے ایک متکبّر شخص کے سوا کسی نے انکار نہ کیا جو آپ کے حال سے بے خبر تھا۔ اولیا اللہ میں علم اور عمدہ مال کے باعث اُس کی بڑی تعظیم و توقیر تھی لیکن اُس پر شقاوت (بدبختی) غالب آگئی اور آپکے قدم مبارک کے آگے اپنی گردن نہ جھکائی جسطرح شیطان ملعون کو ملائکہ میں عزت حاصل تھی لیکن بدبختی اُس کے شاملِ حال ہوئی۔ سب فرشتوں نے حضرت آدمؑ کو سجدہ کیا لیکن ابلیس نے اُس نورِ محمدی کو سجدہ کرنے سے انکار کیا جو حضرت آدمؑ کی پیشانی مبارک میں جلوہ گر تھا۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ لعنت کا طوق اُس کے گلے کا ہار بنا۔ [۲۴]

زیرِ نظر کتاب میں ۶۸ مناقب ۳۱۳ صفحہ سے ۳۷۱ صفحہ تک مختلف عنوانات کے تحت بیان کیئے گئے ہیں ان کی ترتیب کچھ یوں ہے:

پہلی منقبت آپ کی گردن مُبارک پر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم رکھنے کے

Marfat.com

بیان میں۔

دوسری منقبت آپکی پیدائش کے بیان میں۔

تیسری منقبت تمام اولیاء ومشائخ کی حضور غوثِ پاکؓ کے بلند مرتبہ کی شہادت کے سلسلے میں۔

چوتھی منقبت اِس امر کے بیان میں کہ پہلے جو شخص آپ کا نام بے وضو لیتا ہلاک ہو جاتا۔ پھر آپ نے معاف فرما دیا۔

پانچویں منقبت ایک مسلمان اور عیسائی کے جھگڑے کے فیصلہ کیلئے آپ کے ایک مُردہ کو زندہ کرنے کے بیان میں۔

چھٹی منقبت آپ کے نام کے اسمِ اعظم کے برابر ہونے کے بیان میں۔

ساتویں منقبت آپ کے ارواح کو ملک الموت سے چھڑانے کے بیان میں۔

آٹھویں منقبت ایک لڑکی کا لڑکا بنانے کے بیان میں۔

آٹھویں کے بعد اٹھارویں منقبت کا بیان ہے جو آپ کی جڑاؤ جوتی کے بیان میں ہے۔

بیسویں منقبت حضرت خضرؑ کی آپ کی مدح کے بیان میں ہے۔

چھبیسویں منقبت آپ کی شفاعت سے نِصف امّت کے نجات پانے کے بیان میں ہے۔

چونتیسویں منقبت آپ کے اِس قول مبارک میں کہ یہ وجود میرے نانے کا وجُود مبارک ہے نہ عبدالقادر کا۔

چالیسویں منقبت آپ کی تجویز سے ہر ایک ولی کو رتبہ ولایت کے ملنے کے بیان میں۔

چونتالیسویں منقبت آپ کی ایک نظر سے لوگوں کی جماعت کو واصِل باللہ کرنے کے بیان میں۔

سینتالیسویں منقبت جنوں کے آپ کے فرمانبردار ہونے کے بیان میں ہے۔

Marfat.com

۵۱ویں منقبت آپ کے کلماتِ عظیم کے بیان میں ہے۔
۵۲ویں منقبت آپ کے اُن کلمات میں جو آپ نے پہلے پہل فرمائے۔
۵۶ویں منقبت آپ کے اصطبل کے ایک کُتّے کا شیر پر حملہ آور ہونے کے بیان میں ہے۔
منقبت ۵۷ویں آنحضرت کا سوائے اللہ تعالیٰ کے ہر چیز پر قادر و غالب ہونے کے بیان میں ہے۔
۶۰ویں منقبت آپ کے اخلاق کے بیان میں ہے۔
۶۲ویں منقبت آپکو خدا تعالیٰ کا ایک کتاب (جسمیں آپکے تمام مُریدوں کے نام درج تھے) دینے کے بیان میں ہے۔
۶۵ویں منقبت آپ کے نسب کے بیان میں ہے۔
۶۷ویں منقبت نمازِ حاجت اور آپ سے مدد مانگنے کے بیان میں ہے۔
زیرِ تبصرہ کتاب پوری کی پوری حضرت غوثِ اعظم میراں محی الدّین محبوبِ سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی شان بیان کرتی ہے۔ جن اولیائے کرام کی کتابوں سے اقتباسات لیے گئے ہیں اور جن کے مکاشفات کا ذکر ملتا ہے اُن کے اسمائے گرامی مع کتب درج ذیل ہیں:

۱۔	حضرت جلال الدّین سیوطیؒ	خصائص الکبریٰ
۲۔	مولانا محمد صادق شہابی سعدی قادریؒ	مناقب غوثیہ
۳۔	صوفی عطامحمد قادریؒ	تفسیر جلویؒ
۴۔	حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ	فتوح الغیب
	"	الفتح الرّبانی
۵۔	حضرت امام حسینؓ	مرأۃ العارفین
۶۔	محی الدّین ابنِ عربیؒ	فتوحاتِ مکیہ
		فصوص الحکم

Marfat.com

۸۔	حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ	کشف المحجوب
۹۔	حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی	زبدۃ الآثار، زبدۃ الاسرار
۱۰۔	حضرت شیخ عبدالقادر ابن محی الدین	تفریح الخاطر
۱۱۔	علامہ شیخ محمد بن یحییٰ التادفی الحلبی	قلائد الجواہر
۱۲۔	شیخ رشید بن محمد جنیدی	حرز العاشقین
۱۳۔	حضرت مجدد الف ثانی	مکتوبات امام ربانی
۱۴۔	حضرت شیخ امام نورالدین ابی الحسن الشطنوفی	بہجۃ الاسرار ومعدن الانوار
۱۵۔	حضرت مُلّا علی قاریؒ	نزہتہ الخاطر الفاطر
۱۶۔	حضرت شاہ ابوالمعالی لاہوری	تحفۃ القادریہ
۱۷۔	حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی	تحفہ اثنا عشریہ
۱۸۔	حضرت سلطان باہوؒ	محک الفقراء کلاں
۱۹۔	حضرت شیخ احمد شہاب الدین بن حجر مکی	الفتاویٰ الحدیثیہ
۲۰۔	مولانا رومؒ	مثنوی شریف
۲۱۔	شیخ کمال الدین شیخ عبداللطیف بغدادی	اللطائف اللطیفہ
۲۲۔	قاضی عالم الدین نقشبندی	فیض الکریم

ان کتابوں کے علاوہ ''اسرار القدم'' جو صوفی صاحب کی اپنی کتاب ہے، کا ذکر ملتا ہے۔ ''گلزارِ معانی''، ''اسرار الطالبین'' اور ''رسالہ حقیقۃ الحقائق'' کا ذکر بھی ہے۔

صوفیانہ کتب سے حوالے عربی میں دیئے گئے ہیں۔ اُنکی شرح اور اپنی تحقیق اپنے عینی مشاہدے کے مطابق مصنف نے اُردو میں لکھی ہے۔

حضرت غوثِ اعظم کے مناقب بیان کرنے کیلئے کئی کتابیں اور سیاہی کے سمندر مطلوب ہیں۔ آخر میں ہم ایک واقعہ بیان کرتے ہیں۔ یہ واقعہ شیخ علی بن الہیتی کا بیان کردہ ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں اور شیخ بقا بن بطو آپ کے ساتھ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے مزار پر زیارتِ قبر کے لئے گئے۔ اُس وقت میں نے مشاہدہ کیا کہ امام موصوفؒ نے اپنی قبر سے نکل

Marfat.com

کر آپ کو اپنے سینے سے لگایا اور عرض کیا "یا شیخ عبدالقادرؓ میں علمِ شریعت و علمِ حقیقت و علمِ حال میں آپ کا محتاج ہوں۔"[۲۵]

سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا مقام و مرتبہ بیان کرتی ہوئی مصنف کی تین اور کتابیں ہیں۔ مذکورہ کتاب کے علاوہ "تحقیق الاولیاء فی شان سُلطانُ الاصفیا جلد ثانی"، "تفسیر جلوی" اور "تفسیر غوثیہ" جناب غوث الاعظمؓ کی شانِ اقدس بیان کرتی ہیں۔

حواشی:

۱۔ صوفی عطا محمد قادریؒ "تحقیق الاولیاء فی شان سُلطانُ الاصفیاء" (جلد اول) لاہور: اشرف پریس، سن ندارد، بارِ دوم، ص ۴۵۔۴۶

۲۔ ایضاً ص ۴۶

۳،۴۔ ایضاً ص ۴۰

۵۔ آپ کا یہ قول مبارک نورالدین ابی الحسن علی بن یوسفؒ اپنی کتاب ''بہجۃ الاسرار و معدن الانوار'' کے صفحہ ۲۴ پر اور حضرت شاہ عبدالحق محدّث دہلویؒ اپنی کتاب ''زبدۃ الآثار'' کے صفحہ ۵۰ پر اور ''زبدۃ الاسرار'' کے صفحہ ۵۸ پر حضرت شیخ عبدالقادر قادری ابن محی الدین اپنی کتاب ''تفریح الخاطر'' کے صفحہ ۵۹ پر اور حضرت شاہ ابوالمعالی لاہوریؒ اپنی کتاب ''تحفۃ القادریہ'' باب یازدہم صفحہ ۴۷ پر نقل فرماتے ہیں۔

۶۔ بحوالہ تحقیق الاولیاء فی شان سُلطانُ الاصفیاء ص ۵۶

۳۔ ایضاً ص ۵۸

۴۔ ایضاً ص ۶۹

۹۔ ایضاً ص ۷۱

۱۰۔ ایضاً ص ۸۹

۱۱،۱۲۔ ایضاً ص ۹۲ تا ۹۶

۱۳۔ ایضاً ص ۱۰۲، ۱۰۳

۱۴۔ ایضاً ص ۱۰۵

Marfat.com

۱۵۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی "اخبارالاخبار فی اسرارالابرار" ص ۵

۱۶۔ تحقیق الاولیاء فی شان سُلطانُ الاصفیاء ص ۱۰۵، ۱۰۶

۱۷۔ فتوح الغیب (برحاشیہ بجتہ الاسرار) مطبوعہ مصر، ص ۱۶۹

۱۸۔ بحوالہ تحقیق الاولیاء فی شان سُلطانُ الاصفیاء ص ۱۱۱

۱۹۔ ایضاً

۲۰۔ ایضاً ص ۱۶۳، ۱۶۴

۲۱۔ ایضاً ص ۲۰۶، ۲۰۷

۲۲۔ ایضاً ص ۲۰۷

۲۳۔ ایضاً ص ۲۰۹

۲۴۔ ایضاً ص ۳۲۹ تا ۳۳۱

۲۵۔ ایضاً ص ۲۹۷

Marfat.com

تحقیق الاولیاء فی شان سُلطانُ الاصفیاء (جلد ثانی)

صوفی عطامحمد قادریؒ کی اس تصنیف کا سائز ۸/ ۲۰×۳۰ ہے اور صفحات ۱۵۲ ہیں۔ یہ کتاب کا ایڈیشن دوم ہے اور اس کا سنہ اشاعت ۱۴۰۸ ہجری ہے۔ کتاب غوثِ اعظم پاک میراں محی الدین سید عبدالقادر جیلانیؒ کے مُناقب کے سلسلے میں اولیاء اللہ کے علوم اور مکاشفات پر مبنی ہے۔ مناقب بیان کرنے والے افراد اور کُتب کے نام درج کیے جاتے ہیں۔

۱۔ شیخ الاکبر محی الدین ابنِ عربیؒ	فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ
۲۔ نورالدین عبدالرحمٰن جامیؒ	نفحات الانس
۳۔ حضرت امام یافعیؒ	روض الریاحین فی حکایات الصالحین
۴۔ علی بن سلطان محمد القادری	نزہت الخاطر الفاطر
۵۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ	اخبار الاخیار
۶۔ شیخ محمد صادق شہابی سعدی قادریؒ	مناقب غوثیہ
۷۔ عبدالوہاب شعرانیؒ	طبقات الکبریٰ
۸۔ دارا شکوہ قادریؒ	سفینۃ الاولیاء
۹۔ حضرت سلطان باہوؒ	محک الفُقر اءکلاں
۱۰۔ مولانا غلام قادر بھیروی	اسلام کی چوتھی کتاب

Marfat.com

۱۱۔ مولانا احمد رضا خاں بریلوی قادریؒ — حدائق بخشش (نعتیہ دیوان)

۱۲۔ میاں محمد صاحب — سفر العشق یعنی قصہ سیف الملوک و بدیع الجمال

(مطبوعہ دیوان پرنٹنگ پریس لاہور ۱۹۱۴ء میں در باب مدح حضرت غوث الاعظم جیلانیؒ ص ۱۰)

۱۳۔ اشرف علی تھانوی — خصوص الکلم فی حل فصوص الحکم

۱۴۔ شیخ مجدّ دالدّین شیرازیؒ — روض المنازل فی مناقب الشیخ محی الدین عبد القادرؒ

۱۵۔ امام قسطلانی (شارح صحیح بخاری) — الروضۃ الزاہر فی مناقب شیخ عبد القادرؒ

۱۶۔ ذہبی (عالمِ حدیث اور محک الرجال) — طبقات المقرّئین

کئی جگہوں پر مصنف نے اپنی کتاب "تفسیر جلوی" کا ذکر بھی کیا ہے۔ "تحقیق الاولیاء" بھی غوثِ اعظم سید عبد القادر جیلانیؒ کے مناقب اور شان بیان کرتی ہے۔ مصنف نے مقدّمہ میں یہی بات لکھی ہے۔ مقدمہ میں جناب غوثِ اعظم پاک پیرانِ پیر دستگیرؒ کی ولادت مبارک اور وصال مبارک کے سنین لکھے ہیں۔ تکملہ میں صوفی عطا محمد قادریؒ لکھتے ہیں کہ " تحقیق الاولیاء فی شان الاصفیاء" جناب غوثِ اعظم پاک پیرانِ پیر دستگیر محبوب سبحانی میراں محی الدّین بازِ اشہب حضرت شیخ سیّد عبد القادر جیلانیؒ کے حکم مبارک سے لکھی گئی ہے بلکہ آپ ہی لکھانے والے ہیں اور یہ مسکین محض کاتب ہے۔ یارانِ طریقت اور ہر خاص و عام کی خدمات عالیات میں گزارش ہے کہ اِس کتاب کے کسی حرف پر اعتراض نہ کریں اور اپنا ایمان ضائع نہ کریں۔ کتاب " تحقیق الاولیاء فی شانِ سُلطان الاصفیاء" ایک آسمانی دسترخوان ہے۔ اِس کے تمام عقائد قرآن مجید، احادیث شریف اور بزرگانِ دین کے اقوال سے مستحکم کیے گئے ہیں....علمائے ربّانی نے اپنے عینی مشاہدہ کے مطابق حضرت سُلطان غوثِ اعظمؒ کی شانِ اقدس اپنی تصانیف میں تحریر کی لیکن اُن کا یہ عقیدہ قرآن مجید اور

احادیث شریف کے ساتھ مستحکم نہ تھا۔"[۱]

تکملہ کے آخر میں لکھتے ہیں:

"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ علمائے کرام واولیائے عظام کی خدمات عالیات میں عرض کر دوں کہ اس کتاب مستطاب کے مطالعہ کے بعد جس کسی نے اس کتاب میں مندرجہ عقائد کا انکار کیا، وہ چاہِ ہلاکت میں اوندھا لٹکایا جائے گا، اُس کا حال سلب کر لیا جائے گا اور دُنیا وآخرت میں ذِلّت کا طوق اُس کے گلے میں پہنایا جائے گا۔"[۲]

مصنف نے مقدمہ کے بعد غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا نسب نامہ لکھا ہے جو کتاب "سِرُّ الاسرار فِیمَا یَحاجُ اِلَیھِمِ الابرار" ص ۵ سے لیا گیا ہے۔ فہرست کتب میں ۲۱ اسمائے کُتب مع اسامی مصنفین درج ہیں۔

کتاب میں غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے کمالاتِ خصوصی کو بیان کیا گیا ہے اور اُنہیں معشوقِ اعظم کہا ہے۔ کسی شاعر کا مقولہ ہے۔

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

کتاب میں غوثِ اعظمؒ کی ریاضت شاقہ، شانِ ولایت، کرامات اور وعظ میں اثر وتصرف کا ذکر ہے۔ جناب غوثِ اعظمؒ ازل ہی سے ولی ہیں جیسا کہ جناب نے خود دعویٰ فرمایا ہے کہ میں نے علم کے سمندروں میں قبل از پیدائش غوطے لگائے تھے۔ حضرت موسیٰؑ بن عمران میرے بھائی اور رفیق تھے اور میں یکتائے زمانہ ہوں۔ سورج طلوع نہیں ہوتا جب تک مجھے سلام نہ کرے اور مجھے ہونے والے واقعات کی خبر دیتا ہے اور اسی طرح مہینے، ہفتے اور دن میرے پاس آتے ہیں اور مجھے سلام کرتے ہیں اور اُن واقعات سے آگاہ کرتے ہیں جو اُن میں ہونے والے ہوتے ہیں۔ اور مجھے رب تعالیٰ کی عزت کی قسم، نیک بخت اور بد بخت میرے سامنے پیش کئے جاتے ہیں اور میری آنکھ کی پُتلی ہر وقت لوحِ محفوظ میں ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کے علم کے سمندروں میں غوطہ زن ہوں اور مشاہدہ کرتا ہوں۔"[۳]

"فتوحاتِ مکیہ" کی جلد سوم میں لکھا ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا سا تصرف فی

Marfat.com

العالم کسی کا نہ تھا اور یہ فرد وحید دُرِّ بحرِ توحید کے ہیں۔ اُن کی محبوبیت ایسی جلوہ گر ہے کہ انس و جن وملائکہ آپ کے دربار کے سامنے سر جھکا رہے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں بریلوی اپنے عینی مشاہدہ کے مطابق کہتے ہیں کہ میرے حضرت سلطان غوث الثقلین کی حقیقت عقول اور فہوم سے بالاتر ہے۔

صوفی عطا محمد قادریؒ فرماتے ہیں کہ سلطان باہو کی تحقیق کا لبِ لباب سنہری حروف میں لکھنے کے قابل ہے کہ جو کوئی اللہ کا بندہ ہے خواہ مومن ہے خواہ مُسلم، خواہ غوث ہے خواہ قطب، خواہ ولی ہے سب میرے حضرت پیر کے مرید ہیں۔[۴]

غلام میراں محی الدینؒ کو رسولِ پاکؐ کی حضوری نصیب ہو جاتی ہے اور اُس پر آتشِ دوزخ حرام ہو جاتی ہے۔

سگِ درگاہِ میراںؒ شو چو خواہی قُربِ ربّانی
کہ بر شیراں شرف دارد سگِ درگاہِ جیلانیؒ

ترجمہ: حضرت میراں محی الدینؒ کی درگاہ کا کُتّا بن جا اگر تو رب تعالیٰ کا قرب چاہتا ہے کیونکہ حضور کی درگاہ شریف کا کُتّا شیروں پر شرف رکھتا ہے۔[۵]

جناب حضرت غوث الاعظم جیلانیؒ کی مدح میں اشعار ہیں:

واہ وا میراں شاہ شہاں دا سیّد دو ہیں جہانی
غوث الاعظم پیر پیراں دا ہے محبُوب ربّانی
نانک دادک وَلوں اُچّا سُچّا حَسبوں نسبوں
نبیاں نالوں گھٹ نہ رہیا ہر صفتوں ہر وسبوں
آلِ نبیؐ اولاد علی دی سیرت شکل اونہاندی
نام لیاں لکھ پاپ نہ رہندے میل اندر دی جاندی
غوثاں قطباں دے سَر میراں قدم مبارک دھریا
جو دربار انہاں دے آیا خالی بھانڈا بھریا[۶]

صوفی عطا محمد قادریؒ غوث الثقلین کہنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

Marfat.com

ترجمہ: ''آنحضرت کو غوث الثقلین اِس لیے کہتے ہیں کہ آپ کا تصرّف جنّوں اور انسانوں پر یکساں ہے چنانچہ جس طرح انسان غوثِ اعظمؒ کی مجلس مُبارک میں حاضری دیتے تھے اور اسلام قبول کرتے تھے اور آپ کے دستِ مبارک سے توبہ کرتے تھے اور مستفید ہوتے تھے اِسی طرح جنّات بھی صف بہ صف مجلس شریف میں حاضر ہوتے تھے اور اسلام لاتے تھے اور فوائد حاصل کرتے تھے۔ نیز آنحضرت فرمایا کرتے تھے کہ انسانوں کے بھی مشائخ ہیں اور جنّوں کے بھی مشائخ ہیں اور ملائکہ کے بھی مشائخ ہیں لیکن میں کُل کا شیخ ہوں۔''[۷]

مناقبِ غوث الاعظمؒ کے سلسلے میں کتابوں کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ ان میں سب سے مشہور اور مستند کتاب ''بہجتہ الاسرار'' ہے۔ بقول صوفی صاحب "حضرت غوث الثقلینؒ کے مناقب وفضائل حد حصر واحصار سے باہر ہیں اور اُن کا تحریر میں لانا ممکن نہیں ہے۔ جو کچھ کتب میں درج ہے وہ آپ کے کمالات کے بحور میں سے ایک قطرہ اور حدود میں سے ایک ذرّہ ہے۔ حضرت شیخ الحرمین عبداللہ یافعی فرماتے ہیں کہ'' آپ کے مناقب شریف اس قدر روشن وجلی ہیں کہ اوراقِ ریاحین واغصانِ بساتین میں اُن کی گنجائش نہیں اور آپ کے مراتب اِس قدر عُلیہ ہیں کہ صنادیدِ عارفین کو اُن کی خبر تک نہیں اور اسالیبِ واصفین اُن پر محیط نہیں ہوسکتے۔ وہ السنۂ اقلام اور سرانگشتانِ انام کے حیطۂ تحریر سے باہر ہیں۔''[۸]

تمام مردانِ خدا قضا وقدر تک پہنچ کر رُک جاتے ہیں لیکن غوثِ اعظمؒ جب قضا و قدر تک پہنچتے ہیں تو اُن کیلئے ایک دریچہ کھول دیا جاتا ہے اور وہ اسمیں داخل ہوجاتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ "میں حق کے لئے حق کے ساتھ حق کی تقدیروں کے ساتھ جھگڑتا ہوں۔ پس مردوُہ ہے جو تقدیر سے جھگڑے نہ وُہ جو اس کے موافق ہو۔''[۹]

''بہجتہ الاسرار'' اور ''تکملہ امام یافعیؒ'' میں لکھا ہے کہ جناب غوثِ الاعظمؒ نے فرمایا جو شخص مصیبت کے وقت مجھے پکارتا ہے میں اُس سے اُس کی مصیبت دفع کرتا ہوں اور جو سختی کے وقت میرا نام لے کر مجھے پکارے میں اُس سے سختی کو دُور کر دیتا ہوں اور جو اپنی کسی حاجت کے وقت میرے وسیلہ سے خُدا سے دُعا مانگے وُہ حاجت اُس کی پُوری ہوگی۔''[۱۰]

Marfat.com

مصنف نے کتاب کے آخر میں " شکرانہ " کے عنوان کے تحت حافظ برکت علی قادری لاہوریؒ کا شکریہ ادا کیا ہے اور بتایا ہے کہ اُنہوں نے زیادہ کتابیں مہیا کیں۔ حضرت مولانا محمد عمر مناظر پاکستان لاہوری کا شکریہ بھی ادا کیا ہے کہ انہوں نے بعض کتب نقل کرنے کے لئے عطا کیں۔ آخر میں پنجاب یونیورسٹی لاہور کی لائبریری اور پبلک لائبریری سے استفادہ کرنے کا اعتراف کرتے ہوئے ان اداروں کا شکریہ ادا کیا ہے۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے ایک قلمی اور کرم خوردہ نسخہ کا ذکر بھی کیا ہے۔

حواشی:

۱۔ میاں عطا محمد قادریؒ، " تحقیق الاولیاء فی شان سُلطانُ الاصفیاء " (جلد ثانی) ایدیشن دوم: سنِ اشاعت ۱۴۰۸ ہجری، ص ۱۵۱

۲۔ ایضاً

۳۔ ایضاً، ص ۵۵

۴۔ ایضاً، ص ۱۴۴

۵۔ ایضاً، ص ۱۴۱

۶۔ ایضاً، ص ۱۳۵۔۱۳۶

۷۔ بحوالہ سفینۃ الاولیاء ص ۴۳، ترجمہ تحقیق الاولیاء فی شان سُلطان الاصفیاء، ص ۱۳۳

۸۔ " تحقیق الاولیاء فی شان سُلطانُ الاصفیاء " (جلد ثانی) ص ۱۲۰

۹۔ ایضاً، ص ۱۲۷

۱۰۔ ایضاً، ص ۹۳

Marfat.com

بغدادی گلشن ــــــ جائزہ

یہ کتاب صوفی عطا محمد قادریؒ کی تصنیف ہے۔ اس کتاب کے آخری صفحہ پر جو تاریخ درج ہے وہ ۹ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ ۲۸ جنوری ۱۹۸۰ء کی ہے۔ ۹۶ صفحات پر مشتمل یہ کتاب امام عالیمقام حضرت امام حسینؑ کی تصنیف ''مِرأۃ العارفین فی ملتمس زین العابدینؑ'' کی شرح ہے۔ ''مرأۃ العارفین'' کی شروح اکثر شارحین نے لکھی ہیں۔ ''بغدادی گلشن'' کے بارے میں صوفی عطا محمد قادریؒ "مقدمتہ الکتاب" میں لکھتے ہیں:

"یہ شرح سرکار دو عالم حضور نبی کریم جناب محمد پاک ﷺ کی لکھائی ہوئی ہے۔ کتاب مُجملاً توحید باری تعالیٰ، مسئلہ وحدتُ الوُجود معہ امثلہ، حضرت انسانِ کامل ﷺ کی شانِ اقدس، حروفِ مقطّعات کی تفسیر، مراتب ستہ، اقطاب عارفین کی شان، عالم ذات و عالمِ اَمر اور عالم خلق، ہر ہر عالم کی اُم الکتاب اور کتابُ المبین، جمیع عوالَم حقی اور خلقی، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تفسیر، سورہ فاتحہ کی تفسیر اور رُوحِ جسمانی ورُوح سُلطانی اور رُوح قُدسی کے بیان پر مشتمل ہے۔ شرح میں تصوّف کے تمام اہم مسائل لِکھائے گئے ہیں۔"[۱۱]

مندرجہ بالا اقتباس سے پتہ چلتا ہے کہ مصنف نے مقدمہ میں کتاب کے موضوعات کے تعیّن کے ساتھ تصوف کی اصطلاحوں کے بارے میں معلومات فراہم کی ہیں۔ ''مرأت العارفین'' سیّد الشہداء سیّد الکونین حضرت امام حسینؑ کی تصنیف لطیف ہے جو

Marfat.com

اُنہوں نے اپنے فرزند دلبند حضرت امام زین العابدینؑ کے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمائی ہے۔صوفی عطامحمد قادریؒ دیباچہ میں لکھتے ہیں:

"امام عالیمقام نے اس کتاب میں اِمامت کا جوہر پلٹا ہے۔بعض کج فہم عُلماء اس کتاب پُر اسرار کا اِس لئے انکار کر رہے ہیں کہ کتاب کے علوم اُن کے فہوم اور عقول سے بالاتر ہیں۔"[۲]

صوفی عطامحمد قادریؒ نے ''مرأت العارفین'' کی شرح اپنے پیرومرشد حضرت جناب پیر غلام محمد صاحب کے بلند ادراک کے توسّط سے لکھی اور اُن کے حکم پر لکھی۔کتاب کا نام بھی اُنہی کے حکم پر رکھا گیا۔اسی کتاب میں صوفی صاحب اپنے پیرومرشد جناب غلام محمد صاحب اور دادا پیر سیّد شیر محمد صاحب گیلانی کی ''مرأت العارفین'' سے محبت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"میرے پیرومُرشد حضرت اِمام جلویؒ کو کتاب ''مرأتُ العارفین'' ساری کی ساری زبانی یاد تھی۔گاہے بگاہے مجالس میں جناب ''مرأتُ العارفین'' کی شرح فرمایا کرتے تھے۔حضور پُرنور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے پیرومرشد قبلہ وکعبہ اعلیٰ حضرت جناب پیر سیّد شیر محمد صاحب گیلانی والی فتح پور شریف ''مرأت العارفین'' کا درس دیا کرتے تھے اور جناب کو اِس کتاب سے اتنی محبت تھی کہ رات کو سونے کے وقت کتاب کو سینہ مُبارک پر رکھ کر سویا کرتے تھے۔میرے حضور قبلہ پیر اِمام جلویؒ نے فرمایا کہ ہم نے ساری کتاب ''مِرأتُ العارفین'' کا خلاصہ ایک نقشہ کی صُورت میں تیار کیا جس کی شکل گُلدستہ کی سی تھی اور وُہ نقشہ قبلہ وکعبہ اعلیٰ حضرت جناب قطبُ الاقطاب پیر سیّد قطب علی شاہ صاحب بخاری والی سندھیلیانوالی شریف کی خدمتِ اقدس میں پیش کیا۔آپ نقشہ کو دیکھ کر رو پڑے اور زبان دُرفشاں سے فرمایا "مرأت العارفین وہ کتاب ہے جس کا ایک حرف بھی عُلمائے کرام نہیں سمجھتے اور آپ نے اس کتاب کا ایک پھُول بنا دیا ہے۔"

Marfat.com

نیز فرمایا" کتاب ''نہج البلاغت'' کی چھان بین جیسے ہم نے کی ہے کسی نے نہیں کی اور ''مرأت العارفین'' کی چھان بین جیسے آپ نے کی ہے آج تک کسی نے نہیں کی۔" [۳]

شارح نے اس بات کا بھی اعتراف کیا ہے کہ اُنہوں نے اپنے پیرو مرشد سے عِلم الحروف پڑھا ہے اور حُروف کی اشکال سے معانی، حُروف کے اعداد سے معانی اور حُروف کے مخارج سے معانی اِستنباط کرنا سیکھا ہے۔

''بغدادی گلشن'' میں صوفیانہ مسائل کی وضاحت کیلئے دائرے پیش کیے گئے ہیں:

۱۔ دائرہ مراتبِ حقی
۲۔ دائرہ مراتبِ خلقی
۳۔ دائرہ انسانِ کامل ﷺ اجمالی اور تفصیلی
۴۔ دائرۃ اللہ
۵۔ دائرہِ وُجود واحد
۶۔ دائرہِ کتابِ وُجود
۷۔ دائرہِ کُلیّہ
۸۔ دائرۃ الرّحمٰن
۹۔ دائرۃ الرّحیم
۱۰۔ دائرہِ عام انسان
۱۱۔ دائرہِ خاص انسان
۱۲۔ دائرہ خاص الخاص انسان
۱۳۔ دائرۃ النفوس

کتاب میں دائروں کے علاوہ نقشہ جلال و جمال، نقشہ خلاصہ ''مرأت العارفین'' اور جمیع عوالم مع ہر عالم کی اُمّ الکتاب اور کتابُ المُبین کا نقشہ بھی ملتے ہیں۔ نقشوں کا مقصد طالبانِ اسرار کو سمجھانا ہے۔ فرماتے ہیں:

Marfat.com

" کسی عالم کی اُمّ الکتاب وہ شے ہے جس میں اُس عالم کی ہر شے مُجملاً پائی جاتی ہے اور اُس عالم کی کتابُ المبین وہ شے ہے جسمیں اُس عالم کی ہر شے تفصیلاً پائی جاتی ہے۔ "[۴]

انسانِ کامل کے بارے میں جو مُجمل ہے اُسی کی تفصیل جمیع عوالم میں پائی جاتی ہے۔اسی سلسلے میں چھ نکات بیان فرمائے:

۱۔ حضرت انسانِ کامل صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس اللہ تعالیٰ کی ذات کا آئینہ ہے۔

۲۔ حضرت انسانِ کامل صلی اللہ علیہ وسلم کا علمِ اجمالی اللہ تعالیٰ کے علم اجمالی کا آئینہ ہے۔

۳۔ حضرت انسانِ کامل صلی اللہ علیہ وسلم کی روح القدس قلم اعلیٰ کا آئینہ ہے۔

۴۔ حضرت انسانِ کامل صلی اللہ علیہ وسلم کا قلبِ انور لوحِ محفوظ کا آئینہ ہے۔

۵۔ حضرت انسانِ کامل صلی اللہ علیہ وسلم کا جسمِ اطہر عرش کا آئینہ ہے۔

۶۔ حضرت انسانِ کامل صلی اللہ علیہ وسلم کا نفس یعنی علم تفصیلی کُرسی کا آئینہ ہے۔[۵]

صوفیانہ اصطلاحوں کو سمجھنا آسان نہیں ہوتا لیکن صوفی عطا محمد قادریؒ نے اپنی اس کتاب میں اصطلاحوں کی وضاحت کے سلسلے میں عام فہم اور آسان مثالیں دی ہیں جیسے وحدت الوجود کے سلسلے میں لکھتے ہیں:

"موجیں اور ٹھاٹھیں دریا سے پیدا ہو رہی ہیں اور پھر اُسی کے ساتھ مل جاتی ہیں۔ شعاعیں آفتاب سے پیدا ہوتی ہیں اور غروب کے وقت سب آفتاب سے مِل جاتی ہیں۔"[۶]

ہر شے کا اپنے وجود سے پہلے ذاتِ حق میں اور اشیاء کے ظہور کے بعد ذاتِ حق کا اُن میں ہونا ضروری ہے۔ وضاحت میں لکھتے ہیں:

"حروف ظہور سے قبل دوات میں موجود تھے اور حروف کے ظہور کے بعد سیاہی حروف میں موجود ہے۔ موجیں اور ٹھاٹھیں قبل از ظہور دریا میں تھیں اور اب اُن کے ظہور کے بعد دریا موجوں اور ٹھاٹھوں میں ہے۔"[۷]

اس کتاب میں تصوف کی اصطلاحوں کے بارے میں معلومات ہیں جیسے حقیقتِ محمدیہ تصوف

کی مشہور اصطلاح ہے۔ اس کے بارے میں شارح لکھتے ہیں کہ عالم کو اگر کتاب تصور کیا جائے تو حقیقتِ محمدیہ بمنزلہ قلم کے ہے اور ذاتِ حق بمنزلہ دوات ہے۔ یعنی ذاتِ حق کا ظہور عالم کی صورت پر قلم کے واسطہ سے ہوا۔ ذاتِ حق کا ظہور اعیانِ ثابتہ کی صورت پر ہوا۔

اعیانِ ثابتہ بھی علمِ تصوّف کی اصطلاح ہے۔ اعیانِ ثابتہ کو صُورِ علمیہ یا حقائق ممکنات بھی کہا جاتا ہے۔ اعیانِ ثابتہ کا وجود علم میں ہے اور خارج میں ان کا کوئی وجود نہیں۔ ذاتِ حق کا ظہور پہلے مرتبۂ علم میں اعیانِ ثابتہ کی صورت پر ہوا۔ اور پھر اعیانِ ثابتہ کے احکام اور آثار کے مطابق اعیان خارجیہ یعنی عالم کی صورت پر ہوا۔ [۸]

اشیائے عالم اعیانِ ثابتہ کا پرتو ہیں۔ صُورِ علمیّہ حقائق ممکنات ہیں اور مرتبۂ علم میں ثابت ہیں۔ علم سے باہر نہیں آئے اور علم صفاتِ الٰہی سے ایک صِفت ہے اور مطابق عقیدہ صُوفیائے جودیہ صفات عینِ ذات ہیں۔ [۹]

مراتبِ ستّہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ مراتبِ حقّی

۲۔ مراتبِ خلقی

مراتبِ حقّی:

مراتبِ حقّی تین ہیں:

۱۔ پہلا مرتبہ لاتعین اور اطلاق اور ذات بحت کا ہے۔ اس مرتبہ میں وُجود صفات کی اضافت سے منزہ اور ہر قید سے حتیٰ کہ قیدِ اطلاق سے بھی پاک ہے۔ اِس مرتبے کو مرتبہ احدیت کہتے ہیں۔ یہ صرافت ذاتی کا مرتبہ ہے اور حق سبحانہ وتعالیٰ کی کُنہ ہے۔ اس سے اوپر کوئی مرتبہ نہیں بلکہ تمام مراتب اس کے نیچے ہیں۔ اسمیں اَسماء کا کوئی ظہور نہیں۔ اس مرتبہ کی مثال بیج کی سی ہے۔ اس میں درخت بالقُوہ موجود ہے لیکن اُن قویٰ کا ظہور کوئی نہیں یا اس مرتبہ کی مثال اُس عالم کی ہے جو سویا پڑا ہے۔ اُس عالم کے سینہ میں بے شمار علوم ہیں لیکن اس حالت میں اُسے اپنے علوم کا کوئی شعور نہیں۔ [۱۰]

Marfat.com

۲۔ دوسرا مرتبہ تعیّن اوّل ہے۔ اسمیں اسماء کا ظہور علمی اجمالی ہے۔ اس مرتبہ کو وحدت کہتے ہیں۔ اس مرتبہ کی مثال انگور کی سی ہے جو بیج سے پیدا ہوتا ہے۔ انگور میں درخت کے قویٰ کا ظہور اجمالی ہے یا دوسری مثال اُس عالم کی ہے جو سویا پڑا تھا اور جاگا اور اپنے سینہ میں نظر ماری اور اپنے تمام عُلوم کو اجمالاً جان لیا۔[۱۱]

۳۔ تیسرا مرتبہ تعیّن ثانی ہے۔ اس مرتبہ کو واحدیت کہتے ہیں۔ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا اپنی ذات اور صفات اور تمام موجودات کو تفصیلی طور پر اور بعض کو بعض سے امتیازاً جان لینا ہے۔ اس مرتبہ کی مثال اُس سوئے ہوئے عالم کی ہے جو جاگا اور اپنے سینہ کے تمام عُلوم تفصیلاً جان لیے۔ واحدیّت ان چار قسموں پر منقسم ہے یعنی نُور، وُجود، شہود اور علم۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے اُوپر خود تجلّی کی اِس کا نام نُور ہے اور اپنے آپ کو پایا یہ وُجود ہے اور اپنی خودی کے ساتھ خود حضور ہُوا یہ شہود ہے اور اِن سب کو معلوم کیا یہ علم ہے۔ اصطلاحات صوفیہ میں انہیں اعتبارات اربعہ کہتے ہیں۔[۱۲]

مراتبِ خلقی:

مراتبِ حقّی کی طرح مراتبِ خلقی بھی تین ہیں:

۱۔ عالمِ ارواح: ذاتِ حق نے مرتبہ واحدیت سے تنزّل فرما کر عالمِ ارواح کی صورت پر جلوہ آرائی کی۔ اعیان ثابتہ کے احکام اور آثار کے مطابق عام ارواح اور انسانوں کی اَرواح پیدا کیں اور عالمِ ارواح تیار ہو گیا۔

۲۔ عالمِ مثال: اللہ تعالیٰ نے عالمِ ارواح پر اور انسانوں کی ارواح پر صورتوں کے لباس پہنائے اور اسمیں ترتیب کا خیال رکھا لہٰذا عالمِ مثال تیار ہو گیا۔

۳۔ عالمِ اجسام: عالمِ ارواح کی مثالوں کو کامل کیا گیا اور مثالوں کو اجسام کا لباس پہنایا تو عالمِ اجسام تیار ہو گیا۔

ساتواں مرتبہ انسانِ کامل کا ہے۔ انسان تمام مراتب احدیت، وحدت، واحدیت، عالمِ ارواح، عالمِ مثال اور عالمِ اجسام کا جامع ہے۔

''بغدادی گلشن''، میں صوفیانہ اصطلاحوں کے علاوہ فلک الافلاک کا ذکر بھی ہے۔ اسے فلکِ اعظم کہتے ہیں۔ یہ نواں آسمان عرش ہے جو سب افلاک کے اُوپر ہے۔ چونکہ یہ آسمان ستاروں سے صاف اور سادہ ہے اس لئے اسے فلکِ اطلس بھی کہتے ہیں۔ اُس کے نیچے آٹھواں آسمان کُرسی ہے۔ اِس کے نیچے ساتوں سیّاروں کے سات آسمان ترتیب سے ہیں۔

عالم کی صورت پر ذاتِ حق کا ظہور ہے لیکن ذاتِ حق کا ظہور ہر شے، ہر تعیّن اور ہر انسان میں اُن کی استعداد کے مطابق ہے۔ اس کی شرح کرتے ہوئے صوفی عطا محمد قادریؒ لکھتے ہیں:

"مثال کے طور پر آفتاب سارے عالم پر یکساں چمک رہا ہے۔ مساجد پر بھی چمک رہا ہے اور منادر پر بھی چمک رہا ہے۔ ہر مکان پر چمک رہا ہے لیکن کسی مکان میں روشنی تھوڑی ہے اور کسی میں زیادہ ہے۔ اگر مکان میں آفتاب کی شعاعیں کسی روشندان کے ذریعے داخل ہو رہی ہیں تو روشنی تھوڑی ہے۔ اگر شعاعیں کسی دروازہ کے ذریعہ داخل ہو رہی ہیں تو روشنی زیادہ ہوتی ہے۔ لیکن اگر کسی مکان کی چھت اُڑ جائے تو آفتاب پُورے کا پُورا اُس مکان میں چمکتا ہے۔" [۱۳]

صوفی عطا محمد قادریؒ کو صوفیانہ مسائل کے بیان میں جو کمال حاصل ہے وہ کمال ہم شرح میں بھی دیکھتے ہیں۔ مندرجہ بالا مثال کے بعد لکھتے ہیں کہ جو شخص اس راز کو پالیتا ہے کہ میرے جسم میں ذاتِ الٰہی کا ظہور میری استعداد کے مطابق ہے وہ اپنے ربّ تعالیٰ کا عارف بن جاتا ہے۔ یہ عرفان قلوب سے وہمِ غیریت کے حجاب اُٹھنے سے ملتا ہے۔ انسان کو اپنے سے باہر کچھ تلاش کرنے کی ضرورت نہیں۔ اُسے ہر وقت مراقبہ وحدت الوجود میں مشغول رہنا چاہیے۔

زیرِ نظر کتاب میں انسانوں کے مختلف مقامات اور مختلف مراتب بیان کیے گئے ہیں۔ ایک انسان کافر ہے تو دوسرا مسلم ہے۔ ایک مُحب ہے تو دوسرا محبوب۔ ہر انسان کی

Marfat.com

استعداد مختلف ہے۔ استعداد مختلف ہونے کے باعث ہر انسان کا ادراک فہم اور عقل بھی مختلف ہے۔ اِدراک مختلف ہونے کے باعث صفاتِ بھی مختلف ہیں۔ صفات مختلف ہونے کے باعث افعال بھی مختلف ہوتے ہیں۔ کئی مظہرِ جمال ہیں، کئی مظہرِ جلال ہیں۔

مسئلہ قدر کے بارے میں کتاب میں دو اُمر ملحوظ رکھنے کی تلقین ملتی ہے۔ ایک اصل واقعہ اور دوسرا حفظِ ادب۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ ہر چیز منجانب الٰہی ہے اور انسان مجبور و معذور ہے۔ بادشاہ سے لیکر فقیر تک سب تقدیر کے اسیر ہیں۔ اگرچہ انسان اور اُس کے اعمال کو بھی اللہ نے پیدا کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے حفظِ ادب کی تعلیم دی ہے۔ کارِ خیر کو اللہ کی طرف اور کارِ شر کو اپنی طرف منسوب کرنا چاہیے۔ ابلیس نے حفظِ ادب ملحوظ نہ رکھا اس لئے راندۂ بارگاہ ہوا۔ خطا حضرت آدمؑ نے بھی کی لیکن اُنہوں نے خطا کو اپنے ذمہ لگایا، نادم ہوئے، روئے اور توبہ کی گویا حضرت آدمؑ نے حفظِ ادب اختیار کیا۔

۹۶ صفحات پر مشتمل اس مختصر کتاب میں تصوف کے بڑے گہرے اور باریک مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ مسائل اگرچہ مشکل تھے لیکن مثالیں عام فہم تھیں۔ کتاب کو باریک بینی کے ساتھ پڑھنے کی ضرورت ہے۔ صوفیانہ ادب میں "بغدادی گلشن" کی خاص اہمیت ہے۔ علمِ حقیقت کی حامل کتاب کو ادبی دنیا میں پہلی بار متعارف کرایا جا رہا ہے۔

حواشی:

۱۔ صوفی عطا محمد قادریؒ، بغدادی گلشن، فیصل آباد: دربار حضرت پیر امام جلویؒ بارِ اوّل: ۱۹۸۰، ص ۲

۲۔ مذکورہ حوالہ ص ۳

۳۔ مذکورہ حوالہ ص ۴۸

۴۔ مذکورہ حوالہ ص ۷۶

۵۔ مذکورہ حوالہ

۶۔ مذکورہ حوالہ ص ۱۵

Marfat.com

۷۔ مذکورہ حوالہ ص۱۶

۸۔ مذکورہ حوالہ ص۴

۹۔ مذکورہ حوالہ ص۷

۱۰۔ مذکورہ حوالہ ص۷

۱۱۔ مذکورہ حوالہ ص۸

۱۲۔ مذکورہ حوالہ ص۸

۱۳۔ مذکورہ حوالہ ص۳۶

Marfat.com

تفسیر جلویؒ

صوفی عطا محمد قادریؒ کی کتاب " تفسیر جلویؒ " ۲۷ رجب ۱۳۸۴ھ میں عین معراج شریف کے موقع پر اشرف پریس لاہور سے چھپی۔ کتاب کا یہ تیسرا ایڈیشن ۲۳۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں حضرت غوث الاعظم پیرانِ پیر دستگیر میراں محی الدین محبوب سبحانی شیخ سیّد عبدالقادر جیلانیؓ کی شانِ اقدس میں آیات درج کی گئی ہیں اور دورِ حاضر کے ضروری مسائل کا حل پیش کیا گیا ہے۔ کتاب کے آغاز میں تفسیر جلوی میں مندرجہ آیات کی فہرست ہے۔ پہلے نمبر پر خطبۃ الکتاب ہے پھر سورۃ فاتحہ ہے۔ تیسرے چوتھے اور پانچویں نمبر پر سُورۃ بقرہ سے آیات ہیں پھر آلِ عمران کی دو آیات ہیں۔ اس کے بعد سورۃ نساء، سورۃ انعام اور سورۃ اعراف سے ایک ایک آیت لی گئی ہے۔

خطبۃُ الکتاب میں مصنف لکھتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم حضور نبی کریم جناب محمد پاک ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی اُمتِ مبارکہ میں سے کُمل اقطاب عارفین آپ کے دینِ مبارک کی اشاعت کرتے چلے آئے ہیں اور یہ کُمل افراد حضور ﷺ کی دائمی حضوری والے اور فنا و بقا اور مقامِ استقامت سے مشرف ہیں۔ اقطاب عارفین نے قرآنِ مجید کی مکمل تفاسیر لکھی ہیں لیکن میں نے دورِ حاضرہ کے ضروری مسائل کے لئے ایک مختصر تفسیر پیش کی ہے۔ چونکہ قرآنِ مجید کے حقائق اور مطالب معانی مجھے اعلیٰ حضرت مولانا پیر غلام محمد صاحب قبلہ امام جلویؒ کے درِ دولت سے نصیب ہوئے ہیں اس لئے اس تفسیر بے نظیر کا نام

''تفسیر جلویؒ'' رکھا گیا۔[1]

قرآنِ مجید بحرِ بیکراں ہے اور اِس سمندر کی تہ میں اَسرارات و رَمُوزات کے جواہر لامتناہی ہیں۔ بعض اقطاب عارفین نے اپنی تفاسیر میں حروف مقطعات کے معانی بیان کئے ہیں لیکن سب کا آپس میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ یعنی ہر دن اُس کی ایک نئی شان ہے۔ حقیقت میں عند العارفین یَوم سے مُراد تجلّی ہے یعنی ہر تجلّی میں اُس کی ایک نئی شان ہے۔ صوفی عطا محمد قادریؒ لکھتے ہیں کہ ہر انسان میں اللہ تعالیٰ نے ایک نئی شان سے تجلّی کیا ہے لہٰذا ہر ولی کو اللہ تعالیٰ نے ایک نیا ادراک اور ایک نیا علم عطا کیا ہے اسی لئے حضرت امام غزالیؒ ''احیاء العلوم'' میں فرماتے ہیں کہ میں اس امر کو روا رکھتا ہوں کہ میرا ایک بھائی اُس علم سے لُطف اندوز ہو جسکی مجھے خوشبو بھی نہ پہنچی ہو۔ تفاسیر کے معنی میں اختلاف کی یہی وجہ ہے لیکن سب تفاسیر حق ہیں۔ کیونکہ سیّدنا غوث الاعظمؒ کتاب ''الفتح الرّبانی'' میں فرماتے ہیں کہ بعض اقطاب عارفین ایسے ہیں کہ اُن کا ہاتھ حضورﷺ کے ہاتھ مُبارک میں ہے اور حضورؐ اُن کی دِن رات تربیت فرما رہے ہیں۔[2]

''تفسیر جلوی'' کے موضوعات کو لیا جائے تو ہم سب سے پہلے حضرت غوث الاعظم جناب سید عبدالقادر جیلانیؓ کی شانِ اقدس کے بیان کو ترجیح دیں گے۔

غوث الاعظمؒ کی شانِ اقدس:

حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانیؓ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے حضرت شاہ عبدالحق محدّث دہلویؒ اپنی کتاب ''زبدۃ الاسرار'' میں فرماتے ہیں کہ جب حضرت شاہ محی الدّین غوث الاعظمؒ کا بغداد میں ظہور ہوا تو آپ نے تخت پر بیٹھ کر ایک بھاری جلوس میں جسمیں تمام انبیاء و اولیاء و ملائکہ و جنات حاضر تھے اعلان کیا کہ یہ میرا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے۔ اُس جلوس کی صدارت خود سرکارِ دو عالم حضور نبی کریمﷺ نے کی اور حضورؐ نے سرداری کا خِلعت اور تاج ملائکہ مقربین کے ہاتھ سے حضرت سُلطان محی الدّین کو

پہنایا۔ آپ کے معاصرین اولیاء اللہ کی شہادتیں ہیں کہ کوئی نبی یا ولی ایسا نہ تھا جو اُس مجلس میں حاضر نہ ہو۔ جناب غوثِ اعظمؒ نے اپنے سابقہ اعلان کی وضاحت کرتے ہوئے دوبارہ تخت پر فرمایا: اے لڑکے! ہزار سال سفر کرتا کہ تو مجھ سے ایک کلمہ سُنے۔ اے لڑکے! ولایات یہاں ہیں، درجات یہاں ہیں میری مجلس میں خلعتیں تقسیم ہوتی ہیں۔[۳]

''تفسیر جلوی'' کے مصنف نے حضرت غوثِ اعظمؒ کو حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حضورؐ کا ازلی رفیق اور وزیر اعظم کہا ہے اور متعدد آیات سے ثابت بھی کیا ہے۔ اگرچہ آپؐ کے جملہ صحابہ نے آپؐ سے اپنی اپنی استعداد کے مطابق فیض حاصل کیا اور فنا فی الحقیقۃ محمدیہؐ سے بھی مشرف ہیں لیکن کما حقہ، مقامِ محمدیؐ سوائے حضرت سُلطان محی الدینؒ کے کسی کو نصیب نہیں۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ اکابر محدّثین اور ائمہ نے اس امر پر اتفاق کیا ہے کہ حضرت سُلطان محی الدّینؒ کا پسینہ مُبارک خوشبودار تھا اور آپ کے جسمِ اطہر پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی اور یہ خصائص صرف نبی کریم ﷺ کے لئے ثابت ہیں۔ سوائے حضرت غوثِ اعظمؒ کے کسی نبی اور ولی کے لئے یہ خصائص ثابت نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت غوثِ اعظمؒ حضور نبی کریم ﷺ کے لئے مرأت تامہ ہیں۔[۴]

''قصیدہ روحی'' میں جناب غوث الاعظمؒ فرماتے ہیں کہ مجھے اُس وقت عالی مراتب حاصل تھے جب جناب محمد ﷺ کا نورِ پاک اللہ تعالیٰ کے علم میں مکنون و مستور تھا اور آپؐ نبوت سے مشرف تھے۔ میں نے حضرت آدمؑ کے ظہور سے قبل عشقِ الٰہی میں پرورش پائی۔ مجھے ازل ہی سے رب تعالیٰ کی حضوری حاصل ہے اور مجھے اُس نے سرداری کے منصب سے نوازا ہوا ہے۔[۵]

معراج شریف کی رات جب جناب رسُولِ پاک ﷺ ساتویں آسمان پر پہنچے تو بُراق بھی رہ گیا اور جبرئیلؑ بھی رہ گئے اور ابھی عرشِ معلیٰ تک سفر باقی تھا۔ رب تعالیٰ نے حضرت غوثِ اعظمؒ کی روحِ مُبارک کو آپؐ کی سواری اور رفاقت کیلئے مامور فرمایا اور حضرت غوثِ اعظمؒ نے حضورؐ کو اپنے کندھوں پر اُٹھا کر اپنی روحانی طاقت سے ایک آن میں عرشِ معلیٰ پر پہنچا دیا۔ رب تعالیٰ نے اس نرالے جوڑے کا استقبال کیا اور فرمایا قسم ہے مجھے

Marfat.com

جوڑے کی۔ حضرت غوث الثقلین جناب سیّد عبدالقادر جیلانیؒ اس واقعہ کا ایک قصیدہ میں ذکر فرماتے ہیں:

ترجمہ:

"یعنی قاب قوسین میں جب دوستوں کا اجتماع ہوا تو اُس بلند مقام پر جناب محمد پاک ﷺ کے نُورِانوار کے ساتھ ہم بھی موجود تھے۔"[۶]

مولانا اشرف علی تھانوی اپنی کتاب "خصوص الکلم فی حل فصوص الحکم" کے صفحہ ۵۵ پر فرماتے ہیں کہ بعض عارفین حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانیؒ کو خاتم ولایت خاصہ محمدیہؐ کہتے ہیں۔ چونکہ علمِ ولایت میں حضرت غوثِ اعظم محبوب سبحانی میراں محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانیؒ جملہ رُسل واولیاء کے پیرومرشد ہیں اس لئے جب آپ کا ظہور عنصری بغداد شریف میں ہوا تو آپ نے تخت پر بیٹھ کر اپنے اس خاتم الاولیاء کے نرالے منصب کا اعلان فرمایا۔

توحید:

اللہ تعالیٰ کسی ایک جہت میں مقیّد نہیں بلکہ شش جہات میں اُس کا ظہور ہے۔ ہر ذرّہ میں، ہر شے میں، ہر تعیّن میں، ہر جاندار میں، ہر بے جان میں، ہر انسان میں، ہر ولی میں، ہر نبی میں غرضیکہ تمام مخلوقات کائنات، جمادات، نباتات، حیوانات ارضین وسمٰوات میں اُسی کا ظہور ہے۔ جدھر رُخ کرو اُسی طرف اُس کا چہرہ ہے اُسی کی حقیقت جلوہ آرا ہے۔ مراد یہ ہے کہ تمام عوالم میں رنگِ توحید چھایا ہوا ہے اور ذرّہ ذرّہ انا الحق کی موجیں مار رہا ہے۔ اس رازِ حقیقت کو وہ ہی پاسکتا ہے جسکو کسی فقیرِ کامل کے ہاتھ سے بادہ توحید نصیب ہو۔[۷]

عالم حق کی نشانی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوائے کوئی چیز عرصہٴ وجود میں پیدا ہی نہیں ہوئی۔ پس عالم ظہورِ حق ہے۔ عالم کا ذرّہ ذرّہ انا الحق کہہ رہا ہے۔ ہر شے اُس کی بے مثلی پر گواہ ہے۔ کسی ایک درخت کو لیجئے۔ مِن وعَن اُس کی مثل درخت آپ کو سارے عالم میں نہ ملے گا۔ کسی انسان کو لیجئے مِن وعَن اُس کی مِثل انسان آپ کو سارے عالم میں نہ ملے گا

Marfat.com

غرضیکہ عالم کی ہر شے بے مثل ہے۔ عالم ظہورِ حق ہے لیکن حق تعالیٰ نے ہر ذرہ میں، ہر شے میں، ہر انسان میں اُس کی اِستعداد، لیاقت اور قوتِ جذب کے مطابق ظہور فرمایا ہے۔[۸]

ابنِ عربیؒ "فصوص الحکم" میں فرماتے ہیں کہ عالم علامت سے مُشتق ہے۔ علامت نشانی کو کہتے ہیں۔ عالم کو عالم اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ کسی دُوسری چیز کی علامت ہے یعنی کسی دُوسری چیز کی نِشانی ہے۔ اور وہ دُوسری چیز حق ہے یعنی عالم حق کی نشانی ہے۔ اس کے ظاہر پر نظر رکھو تو خلق ہے اور حقیقت پر نظر رکھو تو یہ حق ہے۔[۹]

دل کی دو کیفیتیں:

ولایت کے اسرار بیان کرتے ہوئے مصنف نے دل کی دو حالتوں قبض اور بَسط کا ذِکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ آسمانِ قلب پر کبھی آفتابِ عشق طلوع ہو کر دن پیدا کر دیتا ہے اور گاہے اُس کے آسمانِ قلب پر آفتابِ عشق غروب ہو کر رات پیدا کر دیتا ہے۔ یہ دن رات بدلتے رہتے ہیں یعنی عارف کے قلب میں گاہے بَسط کی حالت اور گاہے قبض کی حالت وارد ہوتی رہتی ہے۔ قبض اور بَسط ولی کے دو پہر ہیں اور ان سے ولی معشوقِ حقیقی کی طرف پرواز کرتا ہے۔ بعض وقت عارف کے قلب میں اِنقباض وارد ہوتا ہے۔ اس حالت میں معشوقِ حقیقی کی طرف عدم رغبت اور عبادت کی طرف عدم رغبت وارد ہوتی ہے گویا عشق کا دریا خشک ہو جاتا ہے۔ دل میں ذوق ختم ہو جاتا ہے اور عاشق کیلئے رات پڑ جاتی ہے۔ یہ حالتِ قبض ہے۔ اس وقت سالک ولی کو تشویش ہوتی ہے اور وہ قبض کے دور کرنے کے لیے ذِکر و فِکر و توبہ کی طرف دھیان کرتا ہے حتیٰ کہ رَب تعالیٰ اُس کی حالت بدل دیتے ہیں اور اُس کے قلب میں کشائش پیدا ہو جاتی ہے۔ عشق کا دریا ٹھاٹھیں مارنے لگ جاتا ہے۔ ذوق و شوق کی لہریں اُٹھتی ہیں۔ مُناجات میں لذت، عبادت کی طرف رغبت، طبیعت میں سرور، معشوقِ حقیقی کی طرف ترقی ظاہر باہر معلوم ہوتی ہے۔ اس حالت کا نام بَسط ہے۔ اس حالت میں عارف اپنے رَبّ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتا ہے۔[۱۰]

وجود کی دو جہتیں:

وجود کی دو جہتیں ہیں۔ ایک جہت سے یہ قدیم ہے ایک جہت سے حادث ہے۔ ایک جہت سے یہ واجب ہے اور ایک جہت سے یہ ممکن ہے۔ غرضیکہ عالم کے ہر ذرّہ ہر شے ہر تعیّن اور ہر انسان کے لیے دو جہتیں ہیں۔ اُس کے ظاہر یا صورت پر نظر رکھو تو خلق ہے، حادث ہے، ممکن ہے لیکن اُس کی حقیقت پر نظر رکھو تو حق ہے قدیم ہے واجب ہے۔ ہر شے کے لیے دو وجود ہیں ایک علمی وجود دوسرا عینی خارجی وجود۔ علمی وجود اللہ تعالیٰ کے علم میں موجود ہے اور عینی خارجی وجود اُس علمی وجود کا ظہور ہے۔ پس علمی وجود کے لحاظ سے ہر شے قدیم اور عینی وجود کے لحاظ سے ہر شے حادث ہے۔ اشیاء کے علمی وجودوں کو اعیانِ ثابتہ کہا جاتا ہے۔ اعیانِ ثابتہ دوسرے الفاظ میں حقائق ممکنات ہیں۔ حکماء کی اصطلاح میں ان کو ماہیات بھی کہتے ہیں۔[۱۱]

تمام وجود ایک دائرہ کی مانند ہے جو مرکزِ دائرہ پر نصف میں ایک خط کے گزرنے کے ساتھ تقسیم شدہ ہے۔ نصفِ اعلیٰ وُجودِ قدیم اور واجب اور حق کے ساتھ مسمّٰی ہے اور اللہ تقسیم اور انقسام سے پاک ہے اور نصفِ اَسفل وُجودِ مُحدث اور ممکن اور خَلق کے ساتھ موسُوم ہے پس دائرہ کا ہر نصف ایک قَوس ہے اور خط واحد اُس قوس کا وتر ہے پس خط دائرہ کے دونوں قوسوں کا وَتر ہے اور اِس کے ساتھ دائرہ کا ہر نصف اپنے حال پر مقّوس ہے۔ پس معلوم ہوا کہ مقامِ محمدی ﷺ صورت و معنیٰ کے اعتبار سے تمام کمالات الٰہیہ اور کمالاتِ خَلقیہ کا جامع ہے۔ وضاحت کیلئے مصنف نے دائرہ وجود بنایا ہے جو یہ ہے:

دَائِرَئہ وُجُود

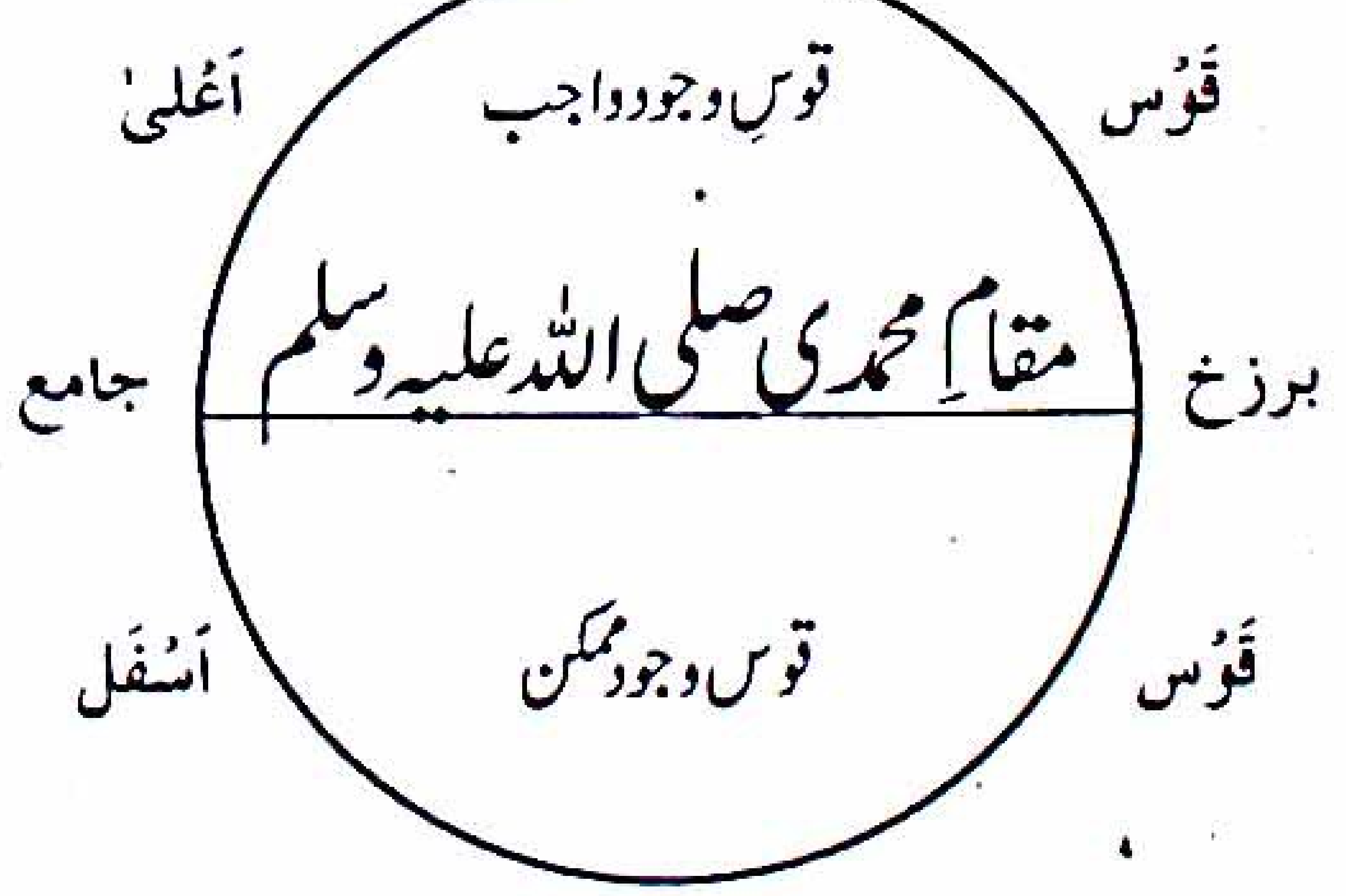

اس دائرہ کو سمجھنے کیلئے مقامِ مجاہدہ سے ترقی کر کے مقامِ مشاہدہ تک پہنچنا ضروری ہے۔ رب تعالیٰ کی رُویت کے لیے بھی عبادت کے وقت دل میں مراقبہ ضروری ہے۔ آئینۂ قلب صاف ہونے پر چہرۂ مقصود نظر آ جائیگا۔ "خبردار بیشک وہ ہر شے پر محیط ہے۔"[۱۳]

رُویت الٰہی:

بعض کج فہم دنیا میں رُویتِ الٰہی حاصل ہونا ناممکن قرار دیتے ہیں اور آیۂ ذیل پیش کرتے ہیں: لَاتُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ۔ اُس کی آنکھیں اِدراک نہیں کرتیں حالانکہ اسمیں بقول صاحبِ کتاب "ادراک کی نفی ہے رُویت کی نفی نہیں۔ اِدراک اور چیز ہے رُویت اور چیز ہے۔ اِدراک سے مُراد کسی چیز کی کُنہ تک پہنچنا ہے اور رُویت محض اُس کا مشاہدہ ہے۔ اَب آفتاب کی رُویت سوائے اندھوں کے ہر کسی کے لیے ممکن ہے لیکن آفتاب کا ادراک مثلاً آفتاب کا زمین سے فاصلہ یا قُرصِ آفتاب کا قُطر یا آفتاب کی رفتار وغیرہ معلوم کرنا ناممکن ہے۔ اِسی طرح اللہ تعالیٰ کی رُویت سوائے دِل کے اندھوں کے ہر کسی کے لیے ممکن ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی کُنہ کا ادراک کسی انسان کے لیے ممکن نہیں۔ دارِ دُنیا میں رُویت الٰہی کے مُنکرین کو رب تعالیٰ تنبیہہ فرماتا ہے کہ جو کوئی اِس جہان میں اندھا رہا یعنی دیدارِ الٰہی سے محروم رہا پس وُہ آخرت میں بھی اندھا ہے یعنی دیدارِ الٰہی سے محروم ہے۔"[۱۴]

انسان کی فضیلت:

سالک بتدریج ترقی کرتا ہے۔ پہلے بندہ مُسلم بنتا ہے پھر مومن، پھر مُوقن، پھر عارف، پھر عالم، پھر مُحِب اور بعد میں محبوب بن جاتا ہے۔ ایسے آدمی کے بارے میں حضرت غوثِ اعظمؒ اپنی کتاب "الفتح الرّبانی" کی پینتالیسویں مجلس میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ایسے آدمی کا درجہ اسلام سے ایمان، ایمان سے اِیقان، اِیقان سے معرفت، معرفت سے عِلم، عِلم سے محبت، محبت سے محبوبیت اور طلب سے مطلوبیّت کی طرف ترقی کر جاتا ہے۔[۱۵]

رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے حبیبِ پاک ﷺ! اِن کو فرما دیجئے کہ یہ مجھے نہ عرشِ مجید پر تلاش کریں اور نہ ارضِ حمید میں تلاش کریں بلکہ اپنی ذاتوں میں تلاش کریں کیونکہ میں

اِن کی ذاتوں میں بستا ہُوں اور عرش سے میری مُراد بندۂ مومن کا دل ہے اور حدیثِ قُدسی میں ہے کہ میں زمین و آسمان میں نہیں سما سکتا اور اپنے مومن بندے کے دِل میں سما جاتا ہوں۔ یہ مجھے عالم میں تلاش نہ کریں بلکہ اپنی ذات میں تلاش کریں کیونکہ عالم میری صِفات کا مظہر ہے اور حضرتِ انسان میری ذات کا مظہر ہے۔ حدیثِ قدسی ہے کہ میں کسی چیز میں ایسا ظاہر نہیں ہوا جیسا کہ انسان میں ظاہر ہوا ہوں۔ اگر چہ شجرۃُ الکون پر میرا ہی ظہور ہے لیکن شجر کا مقصود ثمر ہے اور وہ حضرتِ انسان ہے اور ثمر ہمیشہ بیج کی شکل پر ہوتا ہے۔ [۱۶]

انسان قالب اور روح کا مجموعہ ہے۔ اس قالب میں ایک ہی مکین ہے اور وہ رب تعالیٰ ہے۔ رب تعالیٰ کا انسان کو فرمانا کہ میں تمہاری ذات میں رہتا ہوں اسی طرح ہے جسطرح گلاب کے پھول کو خوشبو زبانِ حال سے کہہ رہی ہے کہ اے پھول! میں تجھ میں بس رہی ہوں۔ اب پھول کے اندر دیکھئے کہیں خوشبو نظر نہیں آتی۔ باہر دیکھئے نظر نہیں آتی۔ پھول کی پتی پتی چیر دو کہیں نظر نہیں آتی۔ راز یہ ہے کہ خوشبو نے مجسم ہو کر پھول کی صورت اختیار کر لی ہے۔ پھول کا ظاہر بھی خوشبو، باطن بھی خوشبو، اول بھی خوشبو، آخر بھی خوشبو، جیسا کہ شیخ الاکبر ''فتوحات'' باب ۴۰۵ میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر شے کی صورت اور ہر شے کا عین ہے۔ [۱۷]

سجدۂ تعظیمی:

''تفسیر جلوی'' کے صفحہ ۱۸۲ پر سوال درج ہے کہ کیا شرع کی رُو سے بزرگانِ دین کو سجدہ تعظیمی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس سوال کے جواب کے دو حصے ہیں:

جواب علمائے رسُوم:

سجدہ تحیہ زمانہ حضرت آدمؑ سے حضور کے زمانۂ پاک تک جائز رہا۔ فرشتوں نے حضرت آدمؑ کو سجدہ کیا۔ حضرت یعقوبؑ اور برادران حضرت یُوسفؑ نے یُوسفؑ کو سجدہ کیا۔ پھر اِسلام نے اِس سجدہ تحیہ کو حرام فرمایا۔ لہٰذا اگر کوئی مسلمان کسی آدمی کو سجدہ تحیہ کرے تو گنہ گار ہے مجرم ہے حرام کا مرتکب ہے مگر مشرک یا کافر نہیں۔ [۱۸]

Marfat.com

جوابِ عُلمائے رَبّانی:

شرع کی رُو سے بزرگانِ دین کو سجدہ کرنا فرض نہیں ہے لیکن جائز ہے۔ اگر کوئی عاشقِ رسول اللہ ﷺ کسی ولیِ کامل میں نورِ محمدی ﷺ کا دیدۂ دِل سے مُشاہدہ کرے اور اُس نورِ پاک کی تعظیم کی خاطر اُس ولیِ کامل کی طرف مُنہ کر کے سجدہ کرے تو عندالشرع جائز ہے۔ البتہ علمائے رُسوم اور اُن کے مُقتدیوں کو سجدۂ تعظیمی سے گریز کرنا چاہئے تا کہ عاشقانِ رسُولِ پاک ﷺ اور اُن لوگوں میں تمیز ہو جائے۔[۱۹] گویا مصنف نے سجدۂ تعظیمی کا تعلق عشق سے جوڑا ہے۔

صوفی عطا محمد قادریؒ نے اقطاب عارفین کی تصانیف سے سجدۂ تعظیمی کے حق میں دلائل پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ رب تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو ملائکہ سے سجدہ کرایا۔ ابلیس نے انکار کیا راندۂ بارگاہ ہوا۔ اب بھی مَلکی صفات والے لوگ اولیاء اللہ کو سجدہ تحیہ کرتے ہیں اور متکبر لوگ اس سجدۂ تحیہ کا انکار کرتے ہیں۔ اُن کا انکار اس اَمر پر شاہد ہے کہ اُن کے سینہ میں جناب رسول پاک ؐ کا عشق نہیں۔ غلبۂ محبت میں عشاق سجدہ کر ڈالتے ہیں اور یہ اُن کی نورِ محمدیؐ کی تعظیم ہے۔ قطب الاقطاب حضرت پیر سیّد قطب علی شاہؒ پیر محلوی نے اپنے رسالہ "حیات النبی" میں آدابِ بزرگان و تعظیمی سجدہ کے بیان میں ایک باب باندھا ہے۔ آپ کا مختصر فتویٰ یہ ہے: اور بزرگانِ خُدا کے آگے تعظیمی و تکریمی سجدہ کرنا اور اُن کے آگے جھُکنا اور ہاتھ پاؤں کو بوسہ دینا اور اُن کے ہاتھ میں ہاتھ مِلانا جائز ہے لیکن عبُودیت کا سجدہ کرنا تو خاص اللہ تعالیٰ کے لیے ہے غیر کو ہر گز جائز نہیں ہے۔ مگر تعظیمی و تکریمی سجدہ کرنے میں کوئی شرک وغیرہ نہیں ہے۔[۲۰]

مصنف نے دو احادیث کے حوالے دیئے ہیں اور حضرت مہر علی شاہ گولڑویؒ کا فتویٰ سجدۂ تعظیمی سے متعلق کتاب "فتاویٰ مہریہ" سے نقل کیا ہے جو ایڈیٹر ''خطیب'' نظام المشائخ کے خط کے جواب میں لکھا گیا تھا۔ اس کے علاوہ سجدہ تحیہ کے متعلق حضرت مجدد الف ثانی کا فتویٰ بھی درج کیا گیا ہے جو انہوں نے اپنی کتاب ''مکتوبات امام ربانی'' کے مکتوب ۳۰ جلد ثانی میں اپنے مرید سعید خواجہ محمد اشرف کے سوال کے جواب میں تحریر کیا

ہے۔فرماتے ہیں:

"اگر کوئی شخص نماز میں صورتِ شیخ کو سجدہ کر لے تو جائز ہے کیونکہ صُورتِ شیخ مسجُود الیہ ہے نہ کہ مسجُود لہ جیسا کہ کعبہ شریف مسجُود الیہ ہے نہ کہ مسجُود لہ۔اگر نماز میں صُورتِ شیخ کو سجدہ جائز ہے تو دیگر اوقات میں بھی شیخ کو سجدہ تحیہؔ بطریقِ اولیٰ جائز ہے۔"[۲۱]

مصنف نے "فتاویٰ عزیزیہ" سے حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلویؒ کا فتویٰ بھی نقل کیا ہے:

ترجمہ از فارسی:

یہ بزرگ لوگ سجدۂ تعظیمی کو کیوں جائز قرار دیتے تھے بڑی تفتیش کے بعد اُن کے اس فعل کی توجیہہ یہ معلوم ہوئی کہ اُن کے نزدیک سجدہ دو قسم کا تھا ایک سجدۂ عبادت دُوسرا سجدۂ تعظیم۔سجدۂ عبادت کو وہ خود کُفر وحرام شدید جانتے تھے اور سجدۂ تعظیمی کو جائز فرماتے تھے۔سجدۂ عبادت وسجدۂ تحیہؔ میں فرق بلحاظ نیّت یہ ہے کہ اگر بزرگوں کی ملاقات اور حاضری کے وقت بطریق تعظیم وتکریم تحیہؔ وسلام مسنونہ سے کُچھ اور زیادتی واقع ہو جائے وہ سجدۂ تحیہؔ ہے اور اگر رجال غیب کے تقرّب اور کیفیات مطلوبہ کے حاصل کرنے کی غرض سے یہ سجدہ واقع ہو تو سجدۂ عبادت ہے جیسے کفّار کا سجدہ بتوں کی طرف لیکن فرشتوں کا سجدہ حضرت آدمؑ کے لیے سجدۂ تعظیم تھا۔اکثر مفسّرین کی رائے یہی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ سجدہ خُدا کے لیے تھا اور آدمؑ کو محض قبلہ بنانا منظور تھا۔بہر حال چُونکہ فرشتے بسبب مقابلہ حق تعلیم اَسماء سجدۂ تعظیمی کے لیے مامور کیے گئے تھے اِسی طرح وہ لوگ بھی جو دوسروں سے علم سیکھتے ہیں یا رُشد وہدایت کے طالب ہیں وہ بھی بطریقِ اَولیٰ اپنے مُعلّموں اور مُرشدوں کے سجدہ تحیہؔ کے لیے مامور سمجھے جائیں گے بطورِ قیاس روشن کے۔[۲۲]

سجدۂ تعظیمی کی حقیقت بیان کرتے ہوئے صوفی عطا محمد قادریؒ لکھتے ہیں کہ

Marfat.com

جناب حضرت غوثِ اعظم پاک پیرانِ پیر دستگیر میراں محی الدّین محبوبِ سبحانی قطبِ ربّانی شیخ سید عبدالقادر جیلانیؒ اپنی کتاب "الفتح الرّبانی" مجلس باسٹھویں میں ارشاد فرماتے ہیں کہ بعض اولیاء وہ ہیں کہ فرشتے پیچھے ہاتھ باندھ کر اُنہیں سجدہ کرتے ہیں۔ اب شیخِ کامل وہ ہے جو اپنی آنکھ سے دیکھے کہ ملائکہ اُسے سجدہ کرتے ہیں۔ ہر عالم یا مفتی یا مُدرس سجدۂ تعظیم کے لائق نہیں۔ اب جن لوگوں کو فرشتے سجدہ کرتے ہیں وُہ ہی تعظیم کے لائق ہیں اور ملائکہ سوائے اُمرالٰہی کے اولیاء اللہ کو سجدہ نہیں کرتے۔[۲۳]

صوفی صاحب لکھتے ہیں کہ سجدہ تحیہّ کرنے سے طالبِ خُدا کے دل سے فخر و تکبّر و رعونت مٹ جاتی ہے۔ دل میں نیاز پیدا ہو جاتا ہے۔ شیخ کے نزدیک وُہ مُقرّب ہو جاتا ہے۔ وہ جتنا نیاز کرتا ہے اُتنا ہی سرفراز ہو جاتا ہے۔ چُونکہ شیخِ کامل فنا فی الرسولؐ اور فنا فی اللہ کے مقامات سے مُشرف ہے اس لیے شیخِ کامل کو سجدۂ تحیہّ حقیقتاً حضورؐ کو سجدہ تحیہّ ہے۔[۲۴]

مصنف نے سجدۂ تعظیمی پر کافی طویل بحث کی ہے۔ اور مثالیں بھی بہت دی ہیں۔ آخری حوالہ حضرت شیخ عبدالکریم جیلی کی کتاب کا ہے۔ وہ اپنی کتاب "الانسان الکامل" باب ۶۰ میں فرماتے ہیں کہ حضورؐ کی ہمیشہ سے یہ عادت جاری ہے کہ آپؐ ہر زمانہ میں اَکملین کی صُورت میں متصور ہوتے ہیں تاکہ اُن کی شان کو بلند کریں اور اُن کی خواہش کو قائم فرماویں۔ پس وہ ظاہر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء ہیں اور باطن میں آپؐ اُن کی حقیقت ہیں (انتہیٰ) پس اکملین اقطاب عارفین کی خاطر بھی سجدۂ تحیہّ جائز ہے۔ ہر درویش یا عالم یا مُفتی یا مُدرس کے لیے سجدۂ تحیّتہ جائز نہیں۔ صوفی صاحب آخر میں لکھتے ہیں کہ فنا فی الرسولؐ کے مقام سے مشرف اقطاب عارفین کی علامت یہ ہے کہ رب تعالیٰ اُنکی تعظیم سجدۂ تحیہّ سے کراتا ہے دوسرے کسی درویش یا عالم کو ایسی تعظیم نصیب نہیں۔[۲۵]

مرأت العارفین کا انکار:

اس زمانہ کے بڑے بڑے اکابر عُلماء مرأت العارفین'' کو حضرت اِمام حُسینؓ کی

تصنیف ماننے سے انکار کر رہے ہیں۔ صوفی عطا محمد قادریؒ لکھتے ہیں کہ انکار کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ علمِ توحید سے بے بہرہ ہیں۔ اقطاب عارفین کی مجلس سے دُور ہیں اور اپنے علمِ ظاہر کے نشہ میں مخمور ہونے کے باعث علمِ باطن سے محجوب ہیں۔ کتاب ''مرأت العارفین'' جُملہ کتبِ توحید کی اصل ہے اور حضرت اِمام حسینؓ نے اِس کتاب میں امامت کا جوہر پلٹا ہے۔ بڑے بڑے اکابر اولیاء اللہ نے اس کتاب کی شروح لکھی ہیں۔ آپ نے یہ کتاب حضرت امام زین العابدینؒ کے ایک سوال کے جواب میں لکھی ہے جیسا کہ خُطبۃ الکتاب میں آپ فرماتے ہیں: اے میرے صالح فرزند! میں نے تیرے سوال کو قبول کیا جب تو نے مجھ سے سوال کیا کہ میں تیرے لئے فاتحۃ الکتاب کے متعلق جسکو اہلِ اللہ اور اُس کے خواص اپنی اصطلاح میں اُمّ الکتاب کہتے ہیں، ایک مختصر رسالہ اُس علمِ باطن سے لکھوں جو مجھے اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہوا ہے۔ میں اِس رسالہ کا نام ''مِرأتُ العارفین فی مُلتمس زین العابدین'' رکھتا ہوں۔[۲۶]

صوفی عطا محمد قادریؒ مزید لکھتے ہیں کہ کتاب خود ہی شاہد ہے کہ واقعی یہ امام پاکؑ کی تصنیف ہے۔ آخر میں لکھا ہے کہ کج فہم علما کو تاکید کی جاتی ہے کہ اس کتابِ مُقدس کا انکار کر کے اپنے ایمان کو ضائع نہ کریں بلکہ اِس کتاب کے معانی کسی عارفِ کامل سے سمجھنے کی کوشش کریں۔[۲۷]

کتابِ "تفسیر جلوی" میں سرکارِ دو عالم حضور نبی کریم ﷺ کی تین حالتوں بشری، مَلکی اور حقّی کی وضاحت بیان کی گئی ہے۔ ولایت کے اعلیٰ سات مراتب بھی بیان ہوئے ہیں اور معراجِ شریف کے حوالے سے جناب غوثِ اعظمؒ کی شان بھی بیان کی گئی ہے۔ شان کے ساتھ مقام بھی بیان ہوا ہے۔ کتاب کے آخر میں ''مرأت العارفین'' کا خطبہ عربی میں پیش کیا گیا ہے۔

حوالے:

کتاب "تفسیر جلوی" میں درج حوالوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ہم حوالوں میں استعمال ہونے والی کتب کے نام مصنفین کے ناموں کے ساتھ درج کرتے ہیں:

Marfat.com

۱۔ الفتح الرّبانی	حضرت غوث الاعظم سید عبد القادر جیلانیؒ
۲۔ سِرّ الاسرار فیما یحتاج اِلَیہِ الابرار	"
۳۔ مرأت العارفین	حضرت امام حسینؑ
۴۔ فصوص الحکم	ابنِ عربیؒ
۵۔ فتوحات مکیہ	"
۶۔ احیاء العلوم	حضرت امام غزالیؒ
۷۔ خصائص الکبریٰ	حضرت جلال الدین سیوطی
۸۔ الیواقیت والجواہر	حضرت امام شعرانیؒ
۹۔ بہجتہ الاسرار	حضرت شیخ نور الدین ابن الحسن شطنوفیؒ
۱۰۔ شرح فتوح الغیب	شاہ عبد الحق محدث دہلوی
۱۱۔ زبدۃ الاسرار	"
۱۲۔ کمالات الالٰہیہ	حضرت شیخ عبد الکریم جیلیؒ
۱۳۔ انسان الکامل	"
۱۴۔ مکتوبات امام ربانی	حضرت مجدد الف ثانیؒ
۱۵۔ رسالہ حیات النّبی	حضرت پیر سیّد قطب علی شاہ پیر محلویؒ
۱۶۔ فتاویٰ مہریہ	حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ گولڑوی
۱۷۔ فتاویٰ عزیزیہ	حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی

۱۸۔ تحقیق الاولیاء فی شانِ سلطان الاصفیاء صوفی عطا محمد قادریؒ

حواشی:

۱۔ عطا محمد "تفسیرِ جلوی"، لاہور: اشرف پریس، بار سوم: ۱۳۸۴ھ، ص ۲

۲۔ ایضاً ص ۱۲، ۱۳

۳۔ ایضاً ص ۳۷

Marfat.com

۴۔ ایضاً ص ۱۱
۵۔ ایضاً ص ۲۲۸
۶۔ ایضاً ص ۷۷تا ۸۰
۷۔ ایضاً ص ۱۴
۸۔ ایضاً ص ۱۱۶۔۱۱۷
۹۔ ایضاً ص ۱۱۶
۱۰۔ ایضاً ص ۹۲
۱۱۔ ایضاً ص ۱۲۲
۱۲۔ ایضاً ص ۱۲۱۔۱۲۲
۱۳۔ ایضاً ص ۱۲۰
۱۴۔ ایضاً ص ۱۳۲
۱۵۔ ایضاً ص ۱۳۱
۱۶۔ ایضاً ص ۱۳۲
۱۷۔ ایضاً ص ۱۳۳۔۱۳۴
۱۸۔ ایضاً ص ۱۸۳
۱۹۔ ایضاً ص ۱۸۵
۲۰۔ ایضاً ص ۱۸۷
۲۱۔ ایضاً ص ۱۸۸
۲۲۔ ایضاً
۲۳۔ ایضاً ص ۱۸۹
۲۴۔ ایضاً ص ۱۹۵
۲۵۔ ایضاً ص ۱۹۹
۲۶۔ ایضاً ص ۲۰۰

Marfat.com

تفسیر رُومیؒ

اشرف پریس لاہور کی مطبوعہ کتاب " تفسیر رُومی" کا یہ پہلا ایڈیشن ہے۔اس کتاب کا سالِ اشاعت ۱۳۸۶ھ ہے۔جناب صوفی عطا محمد قادریؒ کی یہ کتاب ۲۱۶صفحات پر مشتمل ہے۔کتاب کے آخر میں "سببِ تالیف تفسیر رومی" کے عنوان کے تحت بتایا گیا ہے کہ جب صوفی عطا محمد قادریؒ کے پیر ومرشد پیر غلام محمد صاحب قبلہ امام جلویؒ نے اِس عالمِ فانی سے عالمِ جاودانی کی طرف انتقال فرمایا تو غم کا پہاڑ اُن کے سر پر ٹوٹ پڑا۔اور غم غلط کرنے کی خاطر صوفی صاحب نے یہ کتاب تصنیف کی۔مصنف نے سببِ تالیف بیان کرنے کے بعد فہرست آیات مندرجہ تفسیر رومی بھی دی ہے۔اس فہرست میں ۵۶ سورتوں کے نام ہیں جن سے "تفسیر رومی" میں مندرجہ آیات لی گئی ہیں۔

مولانا روم کی فارسی نثر میں واحد تصنیف رسالہ " فیہ مافیہ " ہے۔" فیہ مافیہ " مولانا روم کی باقاعدہ تصنیف نہیں بلکہ ان کے ملفوظات کا مجموعہ ہے۔اہلِ علم آپ کی مجلس میں اپنے اپنے مسائل پیش کرتے۔مولانا ان مسائل پر اپنی مجالس میں روشنی ڈالتے ہوئے جو ارشاد فرماتے، آپ کے صاحبزادے سلطان بہاؤالدین انہیں محفوظ کر لیتے۔" فیہ مافیہ " انہی مرتب کردہ ارشادات کا مجموعہ ہے۔

" فیہ مافیہ " میں بیان کردہ مسائل تقریباً وہی ہیں جو مولانا روم نے اپنی مثنوی میں وضاحت سے بیان کیے ہیں۔" دیوانِ شمس تبریز " کا تغزل بھی انہی اسرار ورموز سے مملو

Marfat.com

ہے۔اسی لئے عبدالرّشید تبسّم کی "ملفوظاتِ رومی" میں لکھا ہوا ہے:

"یہ تمام صورتحال اس حقیقت کی آئینہ دار ہے کہ "مثنوی" اور "دیوان شمس تبریز" کو سمجھنے کے لیے "فیہ مافیہ" کا مطالعہ بے حد مُفید ہے۔اس کے مطالعے سے مولانا کے بنیادی تصوّرات سے بڑی حد تک روشناس ہوا جا سکتا ہے۔"[۱]

مولانا روم کی فارسی نثر کی یہ کتاب "فیہ مافیہ" گذشتہ پچیس تیس سال کی دریافت ہے۔اس سے قبل کم از کم پاک و ہند اور ایران میں عام پڑھا لکھا طبقہ اس تصنیف کے وجود سے قطعاً ناآشنا تھا۔زیادہ سے زیادہ کسی پرانے تذکرہ میں اس کتاب کا نام نظر آجاتا تھا۔ پروفیسر نکلسن اپنے انگریزی مقدمہ 'انتخاب دیوان شمس تبریز' مطبوعہ کیمبرج کے صفحہ ۱۷۰ پر لکھتے ہیں:

"جلال الدین نثر کے بھی ایک رسالہ کے مصنف ہیں جس کا نام "فیہ مافیہ" ہے۔یہ رسالہ تین ہزار شعروں پر مشتمل ہے۔اسمیں زیادہ تر معین الدین پروانہ سے رومی کا خطاب ہے۔اس رسالہ کے قلمی نسخے نایاب ہیں۔"[۲]

مولانا شبلی نعمانی سوانح مولانا رومی مطبوعہ کانپور کے صفحہ ۴۶ پر مولانا روم کی تصانیف کے عنوان کے ماتحت کہتے ہیں:

""فیہ مافیہ" یہ ان خطوط کا مجموعہ ہے جو مولانا نے وقتاً فوقتاً معین الدین پروانہ کے نام لکھے۔یہ کتاب بالکل نایاب ہے۔"[۳]

پروفیسر نکلسن نے "فیہ مافیہ" کو اشعار کا مجموعہ اور مولانا شبلی نعمانی نے خُطوط کا مجموعہ قرار دیا۔مولانا عبدالماجد دریابادی نے سب سے پہلے اس کتاب کو کتابی صورت میں شائع کیا۔اُنہوں نے ۱۹۲۸ء میں اعظم گڑھ میں اسے چھاپا اور اس کے بعد پروفیسر بدیع الزماں فروز انفر نے ۱۹۵۰ء میں نسخ ٹائپ میں طہران سے شائع کیا۔اس کتاب کے دو مختلف ایڈیشن ایک ہندی ایڈیشن اور دوسرا ایرانی ایڈیشن بازار میں موجود ہیں۔دونوں

Marfat.com

ایڈیشنوں کے متن ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ایرانی ایڈیشن میں کل ۷۴ فصلیں ہیں جن میں سے ۶۸ فصلیں فارسی میں اور ۶ فصلیں عربی میں ہیں۔ ہندی نسخوں میں فصلیں ہی نہیں صرف استنبولی نسخہ میں فصلیں تھیں۔ اصل کتاب میں کسی فصل کا کوئی عنوان نہیں صرف "فصل" لکھ کر عبارت شروع کر دی گئی ہے۔ بہت کم فصلوں میں پیراگراف موجود ہیں۔ چھ چھ صفحہ کی بعض فصلیں ہیں جو ایک ہی پیراگراف میں ہیں۔[۴]

"فیہ مافیہ" کا ترجمہ اُردو میں "ملفوظاتِ رومی" کے نام سے عبدالرشید تبسم نے جون ۲۰۰۰ء میں کیا۔ ''ملفوظاتِ رومی'' مکتبہ جدید پریس لاہور سے شائع ہوئی۔ "ملفوظاتِ رومی" میں مضامین کے اعتبار سے عنوان مقرر کر دیئے گئے ہیں اور ہر فصل کو متعدد پیروں میں توڑ دیا گیا ہے۔ ''ملفوظاتِ رومی'' کے مصنف کے مطابق ''فیہ مافیہ'' کی عبارت کئی مقامات پر ٹیلیگرافک قسم کی عبارت ہے جسکا مفہوم واضح نہیں۔[۵]

صوفی عطا محمد قادریؒ نے انہی ملفوظات کو تفسیرِ قرآن مجید کی طرز پر جمع کر کے سلیس اُردو زبان میں ترجمہ کر دیا ہے اور اس کا نام "تفسیرِ رومی" رکھا ہے۔ اس ترجمہ میں ملفوظات کی ترتیب "ملفوظاتِ رومی" سے مختلف ہے۔ "فیہ مافیہ" کا یہ ترجمہ صوفیانہ شان رکھتا ہے۔ صوفی عطا محمد قادریؒ چونکہ خود باکمال صوفی تھے اس لئے ''تفسیرِ رومی'' میں ایک صوفی کی فکر کو دوسرے صوفی نے بڑی خوبی سے اس ترجمہ میں منتقل کیا ہے۔ گویا ''تفسیرِ رومی'' میں صرف ایک زبان کو دوسری زبان میں منتقل نہیں کیا گیا بلکہ ایک صوفیانہ فکر کو منتقل کیا گیا ہے۔ اسی لئے یہاں مترجم کا درجہ اسلوبی فنکار سے بڑھ گیا ہے۔

مترجم انسان دوست ہونے کی وجہ سے کلاسیکی ہوتا ہے اور ترجمے کے باطن میں بھی کلاسیکیت ہوتی ہے۔ مترجم اور وہ بھی ایک صوفی مترجم ابدی قدروں کا علمبردار ہوتا ہے۔ تفسیرِ رومی میں کلاسیکی انداز ہے کیونکہ تصوف ابدیت کا حامل ہے اور تفسیرِ رومی کے مضامین صوفیانہ ہیں اور ایک کامل صوفی سے بڑھ کر ان مضامین کی ترجمانی کون کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صوفی عطا محمد قادریؒ نے مولانا روم کی "فیہ مافیہ" کے ملفوظات کا ابہام دور کر دیا ہے کیونکہ "تفسیرِ رومی" میں صوفی مترجم کا جذبِ دروں شامل ہے۔

Marfat.com

ادب تخلیق کاروں سے بڑھ کر مترجمین کا ضرورت مند ہوتا ہے۔ کسی بھی ادب کے احیاء کی قوت کا اندازہ مترجمین کی تعداد اور قابلیت سے لگایا جاتا ہے۔ کسی قوم کا ادب صرف مترجمین کی کوششوں کی بدولت ہی زندہ رہ پاتا ہے اور مترجمین بھی بین الاقوامی شہری ہونے کا اعزاز حاصل کر لیتے ہیں۔

اچھا ترجمہ صرف زبان دانی کے سہارے نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس کیلئے موضوع سے دلچسپی ہونا بہت ضروری ہے۔ ڈاکٹر ظ۔ انصاری "ترجمے کے بنیادی مسائل" میں لکھتے ہیں:

"جو لوگ کسی خاص موضوع کی کتاب یا مضمون سے گہری دلچسپی یا اس کے متعلق بنیادی معلومات نہ رکھتے ہوں، انہیں صرف زبان دانی کے بل پر اس موضوع کے ترجمے سے نہیں کھیلنا چاہیے۔"[۶]

کسی علمی مضمون یا کتاب کا ترجمہ وہی کر سکتا ہے جسے اس کے موضوع سے شغف ہو کسی شاعر کو فلسفے کی کسی کتاب کا ترجمہ نہیں کرنا چاہیے کیونکہ ترجمہ سمجھ لینے اور سمجھا دینے کا نام ہے اور جو شخص کسی متن کو خود نہیں سمجھتا وہ کسی کو سمجھانے میں بھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ جب ایک صوفی کسی صوفیانہ کتاب کا ترجمہ کرتا ہے تو اُس کا رنگ ہی کچھ اور ہوتا ہے۔ صوفی چونکہ صوفیانہ مضامین کو خود سمجھتا ہے اس لئے اُس کا ترجمہ حال میں قال کا رنگ لیے ہوتا ہے۔ یہی کیفیت ہمیں ''تفسیر رومی'' میں دکھائی دیتی ہے۔

''تفسیر رومی'' کو ترجمے کے لحاظ سے دیکھنے کے بعد اس کتاب کے موضوعات کی طرف آتے ہیں۔

عشق تصوف کا بہت بڑا موضوع ہے۔ دل سے عرش تک عشق ہی عشق بھرا ہوا ہے۔ اگر آتش سوزِ عشق ہے تو پانی بھی رفتارِ عشق ہے اور بقول میر تقی میر

ع سچے ہیں شاعراں خدا ہے عشق

''تفسیر رومی'' میں عشق کے بارے میں کہا گیا ہے:

"اے طالب! محبت اور عشق پیدا کر تا کہ صرف صُورت بین نہ بنے بلکہ

Marfat.com

کون ومکان میں یار ہی یار نظر آئے۔"[۷]

دلِ روشن تصوف میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ ''تفسیر رومی'' میں لکھا ہے کہ "حضرت یوسفؑ کے پاس ایک دوست دُور دراز سے سفر کر کے آیا۔ آپ نے فرمایا میرے لئے کیا تحفہ لایا ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ وہ کونسی چیز ہے جو آپکے پاس نہیں لیکن چونکہ عالم میں آپ سے زیادہ اور کوئی حسین نہیں اس لئے میں آپ کے لیے آئینہ لایا ہوں تا کہ آپ ہر لحظہ اُس میں اپنے حسن و جمال کا مشاہدہ فرماویں۔ پس حق تعالیٰ کے پاس کونسی چیز نہیں ہے اور اُس کو کس چیز کی حاجت ہے مگر حق تعالیٰ کے حضور میں دلِ روشن لیجانا چاہیے تا کہ وہ ذاتِ پاک اُس میں اپنے حسن و جمال کا مشاہدہ فرماوے۔"[۸]

قربِ خدا ہر صوفی کی خواہش رہی ہے۔ ''تفسیر رومی'' میں لکھا ہے کہ حضرتِ حق سُبحانہٗ وتعالیٰ تیرے بہت ہی نزدیک ہیں۔ ہر فکر و تصوّر جو تو کرتا ہے ذاتِ حق لازماً اُس کے ساتھ ہوتے ہیں کیونکہ اُس تصور و اندیشہ کو وہ ہی پیدا کرتے ہیں اور تیرے دل کے سامنے رکھ دیتے ہیں مگر غایت نزدیکی کی وجہ سے تو اُس ذاتِ پاک کو نہیں دیکھ سکتا۔ مثال کے طور پر کیسی عجیب بات ہے کہ ہر کام جو تُو کرتا ہے تیری عقل اُس کے ساتھ ہوتی ہے بلکہ اُس کام کو سرانجام دیتی ہے لیکن تو عقل کو دیکھ نہیں سکتا۔ اگر چہ تو اُس کو آثار سے دیکھتا ہے لیکن تو اُس کی ذات کو نہیں دیکھ سکتا۔ ایک اور مثال لیجئے ایک شخص حمام میں جاتا ہے اور گرمی محسوس کرتا ہے وہ حمام کے اندر جس جگہ پھرتا ہے آگ اُس کے ساتھ ہوتی ہے اور آگ کی تاب کی تاثیر سے وہ گرمی حاصل کرتا ہے لیکن آگ کو نہیں دیکھتا۔ جب وہ حمام سے باہر نکلتا ہے تو آگ کو آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے اور اُس وقت وہ جان لیتا ہے وہ گرمی اِس آگ کی وجہ سے تھی اور تابِ حمام بھی اِسی آگ سے تھی اور اس طرح خود آدمی بھی ایک عجیب قسم کا حمام ہے۔ اس میں عقل و رُوح و نفس سب کی تابش ہے لیکن جب تک تو اِس حمام کے اندر ہے آگ کو بظاہر دیکھ نہیں سکتا۔ اگر چہ آثار سے دیکھتا ہے۔ جب تو اس حمامِ قالب سے باہر آ جاتا ہے اور اُس عالم کی طرف عروج کر جاتا ہے تو بلا شبہ تو ذاتِ نفس و ذاتِ عقل اور ذاتِ روح کا مشاہدہ کر لیتا ہے اور جان لیتا ہے کہ وہ زیرکی تابشِ عقل سے تھی۔ وہ مکر و حیلے نفس

کے تھے اور زندگی اثرِ روح تھی یعنی اس وقت تو بلاشبہ ان میں سے ہر ایک کی ذات یعنی حقیقت کو پالیتا ہے۔[9]

غیرِ لیلیٰ پر نظر مجنوں کے لیے شمشیرِ قاتل ہے۔ اس سلسلے میں ''تفسیر رومی'' میں لکھا ہے کہ بادشاہ نے مجنوں کو بلا کر کہا کہ تجھ کو کیا ہو گیا ہے اور کیا وجہ ہے کہ تُو نے اپنے آپ کو رُسوا کر دیا ہے۔ خان و مان ترک کر کے خراب وخستہ ہو گیا ہے۔ لیلیٰ کیا چیز ہے اور کیا حُسن رکھتی ہے؟ آ تجھ کو سیمیں بدن اور پری رُخسار محبوب دکھاؤں۔ تجھ پر قربان کر دوں اور تجھ کو بخش دُوں۔ جب مجنوں کو اُن مہ جبینوں میں جبکہ وہ ناز وادا کر رہی تھیں لایا گیا تو مجنوں سر جھکا کر کھڑا ہو گیا اور اپنے آپ پر نظر ڈالتا تھا۔ بادشاہ نے فرمایا: بھائی سر اُٹھا اور اُن کی طرف نظر کر۔ مجنوں نے جواب دیا میں ڈرتا ہوں کیونکہ عشقِ لیلیٰ تلوار سونت کر کھڑا ہے۔ اگر سر اٹھاؤں تو سر قلم کر دے گا۔ سُبحان اللہ! وُہ عشقِ لیلیٰ میں اس قدر غرق تھا کہ دوسرے کی پرواہ تک نہیں تھی۔ غیرِ لیلیٰ پر نظر اُس کے لیے شمشیرِ قاتل تھی۔ آخر دوسرے نازنینوں کی بھی خوبصورت آنکھیں، حُوروں کے سے چہرے، سُرخ ہونٹ اور تلوار کی طرح تیز ناک تھے پھر اُس نے اُس میں کونسی خاص چیز دیکھی ہوئی تھی کہ اُس میں ساکن ہو کر رہ گیا تھا۔[10]

صوفی صاحب مجنوں کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

> "آدمی میں ایک ایسا عشق و درد و طلب و تردّد اور تقاضا ہے کہ اگر صد ہزار عوالم اُس کی مَلکیّت ہو جائیں تو بھی وُہ آسائش اور آرام نہیں پاتا۔ یہ ساری مخلوق ہر حرفت میں، ہر پیشہ میں، ہر صنعت میں، ہر منصب میں اور تحصیلِ انواع عُلوم میں کوشش کرتی ہے لیکن کہیں بھی آرام نصیب نہیں ہوتا کیونکہ جو کچھ اصل مقصود ہے وُہ حاصل نہیں ہوتا آخر معشوق کو "دلآرام" کہتے ہیں کیونکہ وصالِ معشوق سے عاشق کے دل کو آرام نصیب ہوتا ہے پس اُس کے مِلے بغیر کیسے آرام وقرار نصیب ہو سکتا ہے؟ یہ جُملہ مقاصِد وخوشیاں مِثل سیڑھی کے ہیں اور چونکہ سیڑھی کے پائے قیام اور رہائش کے لیے نہیں ہوتے بلکہ محض عبوری کے لیے ہوتے ہیں اس لیے مبارک ہے وہ شخص جو جلدی ہی بیدار اور واقف ہو

جائے تا کہ اُس کا سلوک جلدی ہی طے ہو جائے اور اپنی عُمرِ عزیز کو نردبان کے اِن پایوں میں ضائع نہ کرے۔"[۱۱]

صورت فرعِ عشق ہے۔ کیونکہ بغیر عشق اِس صُورت کی قدر نہ تھی۔ فرع وہ چیز ہوتی ہے جس کا وُجود بغیر اصل کے نہ ہو سکے۔ اِسی لیے اللہ تعالیٰ کے لیے صورت کا اِطلاق نہیں کرتے کیونکہ صورت فرع ہوتی ہے اور اُس ذات کو فرع نہیں کہا جا سکتا۔ عشق بھی چونکہ بلا صُورت متصور نہیں ہے اور منعقد نہیں ہوتا اِس لئے عشق بھی فرعِ صورت ہے۔"[۱۲]

اس کے بعد صوفی صاحب نئے پیراگراف میں لکھتے ہیں:

"میں کہتا ہوں کیوں عِشق بلا صُورت متصوّر نہیں ہے بلکہ صُورتوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ صد ہزار صُور کیا علمی کیا عینی عِشق سے پیدا ہو جاتی ہیں۔ اگرچہ نقش کا وُجود بغیر نقاش کے نہیں ہوتا اور نقاش کا ثبوت بغیر نقش کے نہیں ہوتا لیکن نقش فرع ہے اور نقاش اصل۔"[۱۳]

اندیشہ ــــــ جہتِ وسعت ہے۔ اندیشہ کو جہتِ وسعت میں استعمال کیا گیا ہے یعنی اے بھائی تُو تو بس ایک خیال ہی خیال ہے۔ اندیشہ سے مُراد خیال یا اِدراک یا قوّتِ مُدرکہ ہے۔ اعنی اِنسان تو اِس قوّتِ مدرکہ کا نام ہے اِس کے علاوہ ہڈیاں ہیں یا گوشت پوست ہے۔ اِسی قوتِ مُدرکہ کا دُوسرا نام حضرتِ رُوح ہے جو عین ذات حضرتِ حق سبحانہٗ و تعالیٰ ہے۔ اگر کوئی شخص فہمِ عوام کی خاطر زیادہ نازک تاویل کرنا چاہے تو کہہ سکتا ہے الانسان حیوان ناطق (اِنسان حیوانِ ناطق ہے) کیونکہ نطق اندیشہ ہی ہوتا ہے خواہ مُضمر ہو خواہ مظہر ہو اور اِس کے سوا حیوان ہے تو پس ہوا کہ "اِنسان" عبارت ہے "اندیشہ" سے اور اِس کے سوا ہڈیاں ہیں اور گوشت پوست ہے۔ کلام مثل آفتاب کے ہے اور تمام آدمی اُسی سے گرم و زندہ ہیں۔ یہ آفتاب دائماً موجود ہے اور سب اُسی سے دائماً گرم یعنی مُستفیض ہوتے ہیں لیکن آفتاب نظر نہیں آتا اور نہیں جانتے کہ اُسی سے زندہ و گرم ہیں۔[۱۴]

آدمی کی تین حالتیں ہیں پہلی یہ کہ خداوند تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتا مگر تمام مخلوق کی بندگی اور خدمت کرتا ہے پھر جب اُس کو معرفت و بیداری نصیب ہو جاتی ہے غیرِ خدا کی۔

عبادت نہیں کرتا پھر جب اس حالت سے ترقی کر جاتا ہے تو خاموش ہو جاتا ہے۔ نہ کہتا ہے "عبادت نہیں کرتا" اور نہ کہتا ہے "عبادتِ حق کرتا ہوں۔" بلکہ ان ہر دو مراتب سے آگے گزر جاتا ہے۔ ایسے لوگ ذاتِ الٰہی کے سمندر میں محو و مستغرق ہونے کے باعث ہر دو عالم سے آگے گزر جاتے ہیں۔ [۱۵]

مذکورہ عبارت کے بعد اگلے صفحے پر وہ حاصلِ کلام بتاتے ہیں:

"جب تک سالک بحرِ تجلّیات میں مستغرق نہ ہو جائے اسرارِ توحید کے جواہر کیسے نصیب ہو سکتے ہیں تمام سُخنوں، علوم، ہُنروں اور حرفتوں میں مزہ و چاشنی توحید کے باعث ہے۔" [۱۶]

بزرگوں کے سُخن اگر صد مختلف صورتوں میں پیش کیے جائیں تو بھی سب کا مقصد ایک ہوتا ہے۔ جب خداوند تعالیٰ ایک ہے اور راہ ایک ہے تو سُخن دو کیسے ہو سکتے ہیں؟ اُن کے سُخن گو بظاہر ایک دوسرے کے مخالف نظر آتے ہیں لیکن سب کا معنیٰ ایک ہے۔ تفرقہ صِرف صُورت میں ہے۔ معنیٰ میں ایک ہی حقیقت جلوہ گر ہے اور کُلّی جمعیت ہے۔ [۱۷]

دل سے فتویٰ لینا چاہیے کیونکہ مُفتیِ معنیٰ دل میں موجود ہوتا ہے انسان کے اندر ایک طبیب رہتا ہے جو اُس کا مزاج جانتا ہے۔ جب اندرونی طبیب ضعیف ہو جاتا ہے تو مزاج فاسد ہو کر شکر کو تلخ اور سرکہ کو شیریں کہتا ہے۔ ''تفسیر رومی'' میں لکھا ہے:

"از روئے حقیقت بھی آدمی کا ایک باطنی مزاج ہے جب وہ ضعیف ہو جاتا ہے تو اُس کے باطنی حواس جو دیکھتے ہیں اور جو کہتے ہیں سب غلط ہوتا ہے۔" [۱۸]

استغراق کی کیفیت میں تمام اعضاء معشوق میں محو ہو جاتے ہیں اور عاشق زبان کا محتاج نہیں رہتا۔ لیلیٰ کا حسن رحمانی نہیں تھا جسمانی و نفسانی تھا۔ اُس کے عشق میں ایسا استغراق تھا کہ مجنوں لیلیٰ کو چشمِ ظاہر سے دیکھنے کا محتاج نہ رہا۔ کیونکہ وہ لیلیٰ کو اپنے آپ سے جدا نہیں دیکھتا تھا۔ ''تفسیر رومی'' میں لکھا ہے:

"جب معشوقِ جسمانی میں یہ قوت ہے کہ اُس کا عشق عاشق کو اس حال

Marfat.com

تک پہنچا دیتا ہے کہ اُس کے جملہ حواس کلّی طور پر اس میں غرق ہو جاتے ہیں۔
وہ سب کو جمع دیکھتا ہے اور حاضر جانتا ہے تو اُس محبوبِ لم یزلی کا عشق عاشق کو
کس مقام پر پہنچاتا ہوگا۔" [۱۹]

منصور حلاجؒ کے انا الحق پکارنے کو لوگ بڑا بھاری دعویٰ خیال کرتے ہیں حالانکہ انا العبد کہنا بڑا بھاری دعویٰ ہے۔ انا الحق عظیم تواضع ہے کیونکہ جو کہتا ہے میں عبدِ خدا ہوں دو ہستیوں کا اثبات کرتا ہے ایک اپنی اور ایک خداوند تعالیٰ کی لیکن جو انا الحق کہتا ہے اُس نے اپنے آپ کو اُس کی یاد میں نیست کر دیا اور پھر انا الحق کہا یعنی میں نہیں ہوں سب کچھ وہی ہے۔ خدا تعالیٰ کے سوا کسی چیز کی اپنی ذاتی مستقل علیحدہ ہستی نہیں ہے۔ منصور حلاجؒ نے خود کو کلّی طور پر عدم محض اور نیست کہا لہٰذا اُن کے اس قول میں تواضع زیادہ ہے۔ کیونکہ غرق وہ ہوتا ہے جسمیں اپنی کوئی جنبش اور اپنا کوئی فعل باقی نہ رہے۔ [۲۰]

کلام سے آدمی کی شناخت ہو جاتی ہے۔ کسی آدمی کے کمال کا اندازہ اُس کے کلام سے ہو جاتا ہے۔ آدمی کے ادراک کی بلندی اور اُس کے مراتب کو بھی کلام سے پہچانا جا سکتا ہے۔ "تفسیرِ رومی" میں لکھا ہوا ہے:

"جسقدر کلام بلند اُسی قدر ادراک بلند اور جسقدر ادراک بلند اُسی قدر
مراتب و مدارج بلند کیونکہ تمام منازِل ادراک میں ہیں۔ جس مقام پر کسی کا
اِدراک پہنچ گیا وُہی اس کا مقام اور وہی اُس کی منزل ہے۔" [۲۱]

قطبِ واحد جناب سیدِ کُل ختمِ رُسل جناب محمدِ پاک ﷺ ہیں جن کا ہر زمانے میں ایک نیا لباس ہوتا ہے۔ کُمل افراد کی صُورت پر آپؐ ہی کا ظہور ہوتا ہے۔ بظاہر یہ لوگ آپؐ کے خُلفاء ہیں اور باطن میں آپؐ ہی اُن کی حقیقت ہیں۔ پس ازل سے ابد تک آپؐ ہی کی حکومت ہے اور آپؐ ہی کی شہنشاہی ہے۔ [۲۲]

حقیقتِ محمدیہؐ تصوف کی اصطلاح ہے اور حقیقت بھی ہے۔ حقیقتِ انسانی کی اصل حقیقتِ محمدیؐ ہے۔ حق تعالیٰ نے سب سے پہلا تنزل حقیقتِ محمدیؐ میں فرمایا..... آپؐ خدا کا وہ نور ہیں جو سب سے پہلے چمکا اور جس سے تمام کائنات کی تخلیق ہوئی۔ آپ اجمال

Marfat.com

ہیں ان اسماوصفات کا جن کا ظہور کائنات میں ہوا۔ آپ علیہ السلام اللہ کا وہ نور ہیں جو اسمائے صفات کے ظہور سے پہلے درخشاں ہوا۔ زمان ومکاں کے پیدا ہونے سے قبل چمکا۔ اللہ نے اس نور کو عقل اول کے اندر اس طرح جگہ دی جیسے انجینئر کے ذہن میں مکان کا نقشہ قبل تعمیرِ مکاں ہوتا ہے۔ یونس خان ایڈووکیٹ لکھتے ہیں:

"دراصل وہ قطب جس پر احکامِ عالم کا دارومدار ہے اور جو ازل سے ابدتک دائرہ وجود کا مرکز ہے حقیقت میں ایک ہی ہے اور وہ حقیقتِ محمدیؐ ہے۔" [۲۳]

عظمتِ انسان ''تفسیر رومی'' میں یوں بیان ہوئی ہے:

"اے انسان! تو جوہر ہے اور دونوں جہان تیرے عرض ہیں..... تو اصل ہے اور دونوں جہان تیری فرع ہیں بلکہ دونوں جہان تیرے ساتھ قائم ہیں۔ اگر تیرا رُخ دنیا کی طرف ہو تو دنیا آباد ہو جاتی ہے اور اگر تیرا رخ آخرت کی طرف ہو تو آخرت آباد ہو جاتی ہے..... اپنی ذات پر عاشق ہو کیونکہ تیری ذات مرآتِ ذاتِ رحمان ہے۔" [۲۴]

''تفسیر رومی'' میں منصور حلاجؒ کی محبتِ حق کا ذکر اس طرح ہے:

"منصور حلاجؒ کی محبتِ حق جب نہایت کو پہنچی تو وہ اپنی ہستی کا دشمن بن گیا اور اپنے آپ کو نیست کر دیا۔ اور بولا اَنا الحق یعنی میں فنا ہو گیا ہوں اور باقی حق ہی حق ہے اور بس۔ اور یہ غایتِ تواضع ہے اور نہایتِ بندگی ہے یعنی وہ ہی ہے اور بس۔ دعویٰ وتکبّر یہ ہے کہ تو کہے تُو خدا ہے اور میں بندہ کیونکہ تو اپنی ہستی کا بھی اثبات کرتا ہے اور اسطرح دُوئی لازم آتی ہے اور یہ جو تو کہتا ہے ہُوَ الحق یہ بھی اثباتِ دوئی ہے کیونکہ جب تک اَنَا (میں) نہ ہو ھُوَ (وہ) کا وجود ممکن نہیں ہے پس حق تعالیٰ نے کہا اَنَا الحق کیونکہ اُسکے سوا کوئی موجود ہی نہ تھا اور چونکہ منصورؒ فنا ہو چکا تھا اس لئے وہ سخنِ حق تھا۔" [۲۵]

''تفسیر رومی'' میں سخنِ کُلّی آدمیت کو قرار دیا:

Marfat.com

"آدمیّت طلب کر کیونکہ مقصود یہی ہے۔"[۲۶]

آخر میں ایک بار پھر حقیقتِ محمدیہ ﷺ بیان فرمائی گئی ہے۔ "احمدِ بے میم" والی حدیث شریف کا ذکر کیا گیا ہے۔ آپؐ نے بفرمانِ الٰہی فرمادیا اَنَا اَحْمَدٌ بِلَا مِیْمٍ میں احمدؐ بے میم ہوں یعنی میں احد ہوں۔ اس حدیث شریف کو حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ نے رسالہ ''اسرارِ حقیقی'' المعروف مکتوب خواجہ معین الدین چشتی اجمیری میں نقل کیا ہے اور حضرت شیخ فرید الدین عطارؒ نے قصیدہ شریف میں بیان کیا ہے۔ ان کے علاوہ حضرت سید محمد کالپوریؒ نے ''رسالہ علمِ حقیقت'' میں اور امام قسطلانیؒ نے ''مواہب اللدنیہ'' میں اس حدیث شریف کا ذکر کیا ہے۔ ''تفسیر رومی'' میں لکھا گیا ہے:

"الحاصل جو کچھ ذاتِ خداوندی میں پوشیدہ تھا اُس نے حقیقتِ محمدیہؐ میں ظاہر فرمایا۔"[۲۷]

موضوعاتِ ''تفسیر رومی'' موضوعاتِ تصوف ہیں۔ ان میں سے بیشتر موضوعات اور مضامین ہم نے بیان کئے ہیں۔ اب اُن سورتوں کے نام لکھتے ہیں جن کی آیات ''تفسیر رومیؒ'' میں درج کی گئی ہیں:

۱۔	سورہ فاتحہ	۱۴۔	سورہ نحل
۲۔	سورہ بقرہ	۱۵۔	سورہ بنی اسرائیل
۳۔	سورہ آل عمران	۱۶۔	سورہ کہف
۴۔	سورہ نساء	۱۷۔	سورہ مریمؑ
۵۔	سورہ مائدہ	۱۸۔	سورہ حج
۶۔	سورہ انعام	۱۹۔	سورہ مؤمنون
۷۔	سورہ اعراف	۲۰۔	سورہ فرقان
۸۔	سورہ انفال	۲۱۔	سورہ شعراء
۹۔	سورہ توبہ	۲۲۔	سورہ قصص
۱۰۔	سورہ ہُودؑ	۲۳۔	سورہ احزاب

Marfat.com

۱۱۔	سورہ یُوسف	۲۴۔	سورہ فاطر
۱۲۔	سورہ رعد	۲۵۔	سورہ یٰسین
۱۳۔	سورہ حجر	۲۶۔	سورہ صافات
۲۷۔	سورہ زمر	۴۲۔	سورہ صف
۲۸۔	سورہ مومن	۴۳۔	سورہ تغابن
۲۹۔	سورہ حٰم سجدہ	۴۴۔	سورہ قلم
۳۰۔	سورہ شوریٰ	۴۵۔	سورہ معارج
۳۱۔	سورہ زخرف	۴۶۔	سورہ مُدثّر
۳۲۔	سورہ جاثیہ	۴۷۔	سورہ دھر
۳۳۔	سورہ احقاف	۴۸۔	سورہ نازعات
۳۴۔	سورہ فتح	۴۹۔	سورہ مطففین
۳۵۔	سورہ ق	۵۰۔	سورہ انشقاق
۳۶۔	سورہ ذریات	۵۱۔	سورہ طارق
۳۷۔	سورہ النجم	۵۲۔	سورہ فجر
۳۸۔	سورہ رحمٰن	۵۳۔	سورہ زلزال
۳۹۔	سورہ واقعہ	۵۴۔	سورہ ماعون
۴۰۔	سورہ حدید	۵۵۔	سورہ نصر
۴۱۔	سورہ ممتحنہ	۵۶۔	سورہ اخلاص [۲۸]

صوفیانہ موضوعات کے علاوہ "تفسیر رومیؒ" میں حکمت سے لبریز باتیں بھی ہیں جیسے

۱۔ کلامِ اولیاء ایک کوزہ ہے جو بعض کے لیے پُر آب ہے اور بعض کے لیے خالی۔ [۲۹]

۲۔ اصل جوہر طلب ہے اور طلب سے ہی یہ جوہر نکھرتا ہے۔ [۳۰]

۳۔ تمام موجوداتِ عالم ایک ٹکسال سے باہر آ رہے ہیں اور پھر اُسی ٹکسال کی طرف واپس رجوع کر رہے ہیں۔ [۳۱]

Marfat.com

۴۔ ایمان حق اور باطل کے درمیان تمیز ہے اور نقد اور نقل کے درمیان فرق کرتا ہے۔[۳۲]

۵۔ جب طالبانِ خدا کے باطن میں عروسانِ معنی چہرہ دکھائیں اور اسرار کا انکشاف ہو تو ہرگز اُن کو اغیار کے سامنے بیان نہ کریں۔ وہ اس نعمت اور حکمت کے لائق نہیں ہیں۔[۳۳]

۶۔ بعض لوگ اُمّی کے یہ معنی کرتے ہیں کہ آپؐ لکھنے پڑھنے اور علوم پر قادر نہ تھے۔ یہ معنی سراسر غلط ہے۔ بلکہ آپؐ کو اس وجہ سے اُمّی کہا گیا ہے کہ آپؐ کا لکھنا پڑھنا اور علوم وحکمت مادرزاد ہے کسبی نہیں ہے.... عالم میں کونسی چیز ہے جو آپؐ نہیں جانتے جبکہ ہر کوئی آپؐ ہی سے سیکھتا ہے۔ عقلِ جُزوی کے پاس کونسی چیز ہے جو عقلِ کل کے پاس نہیں ہے.... عقلِ جزوی سیکھنے کے قابل ہے اور تعلیم کی محتاج ہے لیکن عقلِ کُل معلم ہے اور محتاج نہیں ہے تمام نئی اشیا کا آغاز وحی سے ہوا اور انبیاء سے سیکھی گئی ہیں اور وہ عقلِ کُل ہیں.... جو کوئی عقلِ جزوی رکھتا ہے۔ تعلیم کا محتاج ہے اور عقلِ کُل جُملہ اشیاء کی مُعلّم اور جملہ اشیاء کو پیدا کرنے والی ہے۔ انبیاء اور اولیاء عقلِ جزوی کو عقلِ کُل کیساتھ ملا دیتے ہیں اور ایک جان ہو جاتے ہیں۔[۳۴]

۷۔ ہر حال اور ہر جگہ میں مُحب اور عاشق بنا رہ۔[۳۵]

۸۔ سب سے اعظم مجاہدہ اُن فقرائے کاملین کی صحبت ہے جنہوں نے دنیا سے منہ موڑ لیا اور محض ذاتِ حق کے طالب ہیں۔ اُن کاملین کی مجلس اور کیمیا اثر نظر نفس کو گداز اور فنا کر دیتی ہے۔[۳۶]

۹۔ اصل جوہر متابعتِ پیر کامل ہے لیکن متابعت کی حقیقت سے لوگ بے بہرہ ہیں۔[۳۷]

۱۰۔ عقل میں نہ آنے والی اشیاء جب مثال کے ساتھ بیان کی جاتی ہیں تو معقول ہو جاتی ہیں اور جب معقول ہو جاتی ہیں تو محسوس ہو جاتی ہیں۔[۳۸]

Marfat.com

۱۱۔ نماز روزہ صورتِ عمل ہے نہ کہ عمل۔ عمل انسان کے باطن میں ایک جوہر ہے۔[۳۹]

۱۲۔ حُسن محبوبیت کا جزو ہے اور اصل جوہر محبوبیت ہے۔ جب محبوبیت نصیب ہو جاتی ہے حسن خود بخود آ جاتا ہے۔[۴۰]

۱۳۔ آدمی ایک عظیم چیز ہے اور اُس میں ہر چیز مکتوب ہے لیکن حُجب وظلمات کے باعث اِن علوم کو اپنی ذات میں نہیں پاتا۔ حُجب وظلمات دُنیا کی گونا گوں مصروفیتیں، تدبیریں اور آرزوئیں ہیں۔[۴۱]

۱۴۔ بندہ اور خدا کے درمیان صحت اور مال حجاب ہیں۔[۴۲]

حواشی:

۱۔ عبدالرشید تبسم؛ مترجم "ملفوظاتِ رومی" ترجمہ "فیہ مافیہ" مولانا جلال الدین رُومیؒ، لاہور: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، طبع پنجم: جون ۲۰۰۰ء

۲۔ بحوالہ پیش لفظ "ملفوظاتِ رومی"، ص ۷

۳۔ بحوالہ پیش لفظ "ملفوظاتِ رومی" ص ۸

۴۔ بحوالہ ''ملفوظاتِ رومی''، ص ۱۶۔۱۷

۵۔ ایضاً، ص ۱۶

۶۔ خلیق انجم، مُرتبہ؛ "فنِ ترجمہ نگاری"، نئی دلی: انجمن ترقی اُردو (ہند)، اشاعتِ سوم: ستمبر ۱۹۹۶ء، ص ۱۰۱

۷۔ صوفی عطا محمد قادریؒ، مترجم؛ "تفسیر رومی" لاہور: اشرف پریس، پہلا ایڈیشن: ۱۳۸۶ء، ص ۹۷

۸۔ ایضاً، ص ۱۰۳

۹۔ ایضاً، ص ۱۱۴۔۱۱۵

۱۰۔ ایضاً، ص ۱۲۵

۱۱۔ ایضاً،ص۱۲۵،۱۲۶

۱۲،۱۳۔ ایضاً،ص۱۲۶

۱۴۔ ایضاً،ص۱۲۹

۱۵،۱۶۔ ایضاً،ص۱۲۹،۱۳۰

۱۷۔ ایضاً،ص۱۳۱

۱۸۔ ایضاً،ص۱۳۴

۱۹،۲۰۔ ایضاً،ص۱۵۷۔۱۵۸

۲۱،۲۲۔ ایضاً،ص۱۶۱۔۱۸۶

۲۳۔ یونس خان ایڈووکیٹ "الٰہیات، تصوف اور علم الکلام" لاہور: خان بک کمپنی، بارِ اول: ۲۰۰۱، ص۴۹

۲۴۔ صوفی عطا محمد قادریؒ، مترجم؛" تفسیر رومی" ص۱۸۳

۲۵۔ ایضاً،ص۱۹۴

۲۶۔ ایضاً،ص۲۰۶

۲۷۔ ایضاً،ص۲۱۱

۲۸۔ ایضاً،ص۲۱۴تا۲۱۶

۲۹۔ ایضاً،ص۹

۳۰،۳۱،۳۲۔ ایضاً،ص۹،۱۳،۲۷

۳۳،۳۴،۳۵۔ ایضاً،ص۳۴،۳۵،۳۷،۳۸،۲۴

۳۶،۳۷۔ ایضاً،ص۴۹،۵۰

۳۸،۳۹۔ ایضاً،ص۶۰،۶۴

۴۰۔ ایضاً،ص۷۸

۴۱۔ ایضاً،ص۷۱

۴۲۔ ایضاً،ص۴۷

Marfat.com

برزخ جامع

اشرف پریس لاہور کا مطبوعہ رسالہ ''برزخ جامع'' صوفی عطامحمد قادریؒ کا مرتب کردہ ہے۔ یہ مختصر رسالہ ۳۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ رسالے کے پہلے صفحے پر پانچ نعتیہ اشعار درج ہیں۔ دوسرے صفحے پر ۴ ربیع الثانی ۱۳۷۵ھ کی تاریخ درج کی گئی ہے جو غالباً تاریخِ اشاعت ہے۔ اس کے بعد دیباچہ ہے اور اسمیں رسالہ ''برزخ جامع'' کو مرتّب کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے مصنف نے لکھا ہے:

"یہ بندہ مسکین عطامحمد ولد سردار خاں ساکن ہریہ والا ضلع گجرات عرض رساں ہے کہ اس درویش ناچیز نے جب عالم میں نگاہ کی تو عوام تو درکنار بڑے بڑے اکابر علماء کے عقائد باطلہ و فاسدہ پائے، دل کو نہایت قلق ہوا۔ خیال پیدا ہوا کہ کسی ایسے احسن پیرایہ میں ایک مختصر اور مستند عریضہ پیش کیا جائے کہ کسی کو بھی اعتراض کی گنجائش باقی نہ رہے کیونکہ عقائد صحیحہ کے بغیر اعمال کا کوئی اعتبار نہیں ؎

خشتِ اوّل چوں نہد معمار کج
تا ثریا میرود دیوار کج مولانا رومؒ"

انہی دنوں صوفی صاحب اپنے پیر و مرشد قبلہ امام جلویؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو پیر صاحب نے ''مراۃ العارفین'' کے مطالعہ کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا: فقیر کو

Marfat.com

چاہیے کہ ''مراۃ العارفین'' کا مطالعہ کرے۔ ''مراۃ العارفین'' حضرت امام حسینؓ کی تصنیف ہے جسمیں حضور نبی کریم ﷺ کی ذات بابرکات کو حق اور خلق کے درمیان برزخ جامع ثابت کیا گیا ہے۔ یعنی آنحضورؐ تمام کمالات حقّی اور خلقی کے جامع ہیں۔ صوفی عطا محمد قادریؒ کے بقول:

"یہ عریضہ چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کے اسرارات کے بحار کا ایک قطرہ ہے لہٰذا اس کا نام "برزخ جامع" تجویز کیا۔" [۲]

صوفی عطا محمد قادریؒ دیباچے میں لوگوں کے عقائد باطلہ کی وجہ محققین اقطاب عارفین کی صحبت سے محرومی بتاتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

"آج کل لوگوں کے عقائد باطلہ کی وجہ یہ ہے کہ وہ محققین اقطاب عارفین کی صحبت سے محروم ہیں بلکہ اُن کی خدمت میں حاضر ہونے کو عار سمجھتے ہیں حالانکہ قرآن مجید اور احادیث شریف میں اولی الامر کی اطاعت کی سخت تاکید کی گئی ہے۔ اولی الامر سے مراد علمائے ربانی ہیں اور یہ وہ علمائے کرام ہیں جو حضور نبی کریم ﷺ کی طرف سے ہر زمانہ میں تلقین ارشاد کے منصب پر مامور کئے جاتے ہیں اور یہی لوگ صاحبِ اجازت یا صاحب ارشاد ہیں اور یہ شرف اور عزت ان کو اپنے مشائخ عظام وصوفیائے کرام سے نصیب ہوتا ہے۔" [۳]

حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ صاحب گولڑویؒ اپنے ''ملفوظات شریف'' میں فرماتے ہیں کہ قرآن مجید اور حدیث شریف کے مطالب ومعانی اور حقائق سوائے عارفین اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔ یہی عارفین علمائے ربانی یعنی فقرائے کاملین ہیں۔

مصنف نے دیباچے کے بعد برزخ کی تعریف بتائی ہے۔ تعریفِ برزخ میں لکھتے ہیں:

"جو چیز کہ مخالف دو چیزوں میں حائل ہو جیسے اعراف بہشت اور دوزخ کے درمیان برزخ ہے اور قبر دُنیا اور آخرت کے درمیان برزخ ہے۔ یعنی ایسی شے یا حقیقت جو دو متضادہ طرفین کو شامل ہے۔" [۴]

حضور نبی کریم نورِ قدیم ﷺ کے لیے دو جہتیں ہیں۔ جہتِ ربوبیّت اور جہتِ

Marfat.com

عبودیت یعنی آپؐ کمالِ ربوبیت اور کمالِ عبودیت ہر دو سے متصف اور مکمل ہیں۔ اس لیے آپؐ حق اور خلق کے درمیان برزخ جامع ہیں۔ آپؐ کا کمالِ علم بوجہ کمالِ ربوبیت اور کمالِ خشیّت بوجہ کمالِ عبودیت ہے۔ تمام کمالاتِ حقی اور تمام کمالاتِ خلقی آپؐ کی ذاتِ بابرکات پر ختم اور اتّم ہیں۔

صوفی صاحب مذکورہ خیالات کے اظہار کے بعد لکھتے ہیں کہ متعدّد آیات اور احادیث آپؐ کے حق اور خلق کے درمیان برزخ جامع ہونے پر دال ہیں لیکن اس رسالے میں اختصار سے کام لینے کی وجہ سے چند مثالوں پر اکتفا کیا گیا ہے۔ حضرت امام حسینؓ نے اپنے رسالے ''مراۃ العارفین'' میں حضرتِ انسان کامل ﷺ کو حق اور خلق کے درمیان برزخ جامع ثابت فرمایا ہے۔ صوفی صاحب نے وضاحت میں لکھا ہے:

"یوں تصور کیجئے کہ حضور آئینہ دورخہ ہیں۔ ایک رُخ سے صفات بشریٰ کا کمال نظر آرہا ہے۔ یہ آپؐ کی جہتِ بشریت یا جہتِ عبودیت یا جہتِ رسالت ہے اور دوسرے رخ سے صفاتِ الٰہیہ کاملہ کا تجلّی پوری ٹھاٹھ سے چمکار امار رہا ہے اور مومنین کے سینے ٹھار رہا ہے اور یہ آپؐ کی جہتِ ولایت یا جہتِ ربوبیت ہے لہٰذا آپؐ جمیع کمالاتِ حقی اور خلقی کے جامع ہیں۔

اِدھر اللہ سے واصل اُدھر مخلوق میں شامل
خواص اس برزخ کبریٰ میں ہے حرف مشدّد کا[۵]

صوفی صاحب لکھتے ہیں کہ اگرچہ حضرت امام حسینؓ کی تحقیق کے بعد کسی اور سند اور ثبوت کی ضرورت نہیں لیکن وضاحت کے لیے بتانا ضروری ہے کہ آنحضرتؐ کا جمیع کمالاتِ حقی وخلقی کا جامع ہونا اہلِ حقیقت کی معتبر کتب سے ثابت ہوتا ہے اور اس سلسلے میں حضرت شیخ الاکبر محی الدین ابن العربیؒ کی "فصوص الحکم" اور "فتوحاتِ مکیہ" اور حضرت عبدالکریم جیلیؒ کی "انسانِ کامل" سے حوالے دیے ہیں۔ آخر میں حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کے حوالے کا ذکر ہے جو انسانِ کامل کی شانِ اقدس میں ہے۔

صوفی عطا محمد قادریؒ نے اپنے دور کے مسلمانوں کے عقائد فاسدہ کا ذکر کیا ہے

Marfat.com

اور لکھا ہے کہ حضرت امام حسینؓ اپنے علم سے جانتے تھے کہ آخری زمانہ کے اکثر مسلمان حضور نبی کریمؐ کے کمالاتِ حقّی کے منکر ہوں گے اس لیے آپؓ نے نبی کریمؐ کی جہتِ ربوبیّت کو بڑی شدّ ومد سے ثابت فرمایا ہے۔ اور تمام عقائد باطلہ وفاسدہ کی تردید اپنی کتاب ''مرأة العارفین'' میں عمدہ پیرایہ سے فرما گئے ہیں۔

صوفی صاحب لکھتے ہیں کہ جن آیاتؑ میں نبی کریم ﷺ کے لیے علمِ غیب ثابت ہے وہ آپؐ کی جہتِ حقیقت ہے اور جن آیات میں آپؐ سے علمِ غیب کی نفی پائی جاتی ہے وہ جہتِ بشریت سے ہے اور یہی کلیہ دوسری صفاتِ الٰہیہ کے لیے بھی ہے۔ جن آیات میں صفاتِ الٰہیہ کا حضور ﷺ کے لیے اثبات پایا گیا ہے وہ اثبات آپؐ کی جہتِ ربوبیت سے ہے اور جن اختیارات کی نفی ہے وہ بھی جہتِ بشریت کی وجہ سے ہے۔ اس توجیہہ پر صوفی صاحب لکھتے ہیں:

"لیکن اس توجیہہ پر ایک نہایت مشکل سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کو دونوں کمال یعنی کمالِ ربوبیّت اور کمالِ عبودیت معاً حاصل ہیں اور کمالِ ربوبیّت سے آپؐ ہر لحظہ اور ہر وقت صفاتِ الٰہیہ کاملہ سے موصوف اور مشرف ہیں تو پھر ان صفات کاملہ الٰہیہ کی آپؐ سے نفی کی کیا ضرورت تھی؟"[۱۶]

اس سوال کا جواب بھی خود ہی مصنف نے دیا ہے:

"آپؐ کا حق اور خلق کے درمیان برزخ جامع ہونا یعنی آپؐ کا جمیع کمالات حقّی اور خلقی سے مکمل موصوف اور مشرف ہونا سوائے اقطاب عارفین اور اُن کے احباب کے آج کل کوئی نہیں جانتا۔ جاہل صوفی آپؐ کی جہتِ بشریت کا بالکل انکار کرتے ہیں۔ اس لیے خداوندِ کریم دانا تر حکیم نے بعض آیاتِ قرآنی میں عمداً اور ارادۃً آپؐ سے صفاتِ کاملہ کی صاف نفی کر دی ہے تاکہ آپؐ کے لیے جہتِ بشریت بھی ثابت ہو جائے اور اگر قرآن مجید میں کہیں بھی آپؐ سے صفاتِ کاملہ کی نفی نہ کی جاتی تو آپؐ کے لیے جہتِ بشریت کیسے ثابت ہوتی حالانکہ جہتِ بشریت یا جہتِ عبودیت بھی آپؐ کا

Marfat.com

ایک کمال ہے اور اسی جہت سے آپؐ احکام الٰہیہ اور دیگر شرعی امور کے مکلّف ہیں۔ جہتِ بشریت سے آپؐ سید البشر خیر البشر اور سید المرسلین ہیں لیکن جہتِ حقیقت سے آپؐ نورِ خدا ہیں مگر یاد رہے کہ آنحضورؐ کی جہتِ عبودیت یا جہتِ بشریت بھی نرالی ہے۔ آپ کی بشریت وہ کہ جس پر ربوبیت بھی قربان ہو رہی ہے.... علمائے ظواہر آپؐ کی جہتِ ربوبیت کا انکار کر رہے ہیں۔ یعنی آپؐ کو تمام کمالاتِ حقی سے مکمل یا تمام صفات الٰہیہ کاملہ سے موصوف نہیں مانتے بلکہ اپنے وہم اور زعم کے مطابق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جہتِ بشریت کے ساتھ چند صفاتِ کاملہ الٰہیہ کا جزوی ظہور مانتے ہیں تو حق تعالیٰ نے آپؐ کی جہتِ بشریت سے صفاتِ کاملہ کی صاف نفی کر دی اور فرمایا: اے کج فہمو تم صفات کاملہ کو آپؐ کی جہت بشریت میں مت تلاش کرو کیونکہ جب تک کوئی ہستی ذاتِ حق میں محو اور مستغرق ہو کر اپنی ہستی سے فانی اور ذاتِ حق سے باقی نہ ہو جائے صفات الٰہیہ کاملہ سے ہرگز مشرف نہیں ہوتی۔ اس لیے تم آپؐ کی دوسری جہت جو آپؐ کی ایک علیحدہ ذاتی مستقل دائمی اور قدیمی جہت ہے پر پورا پورا ایمان لے آؤ.... اسی جہت سے آپؐ تمام صفاتِ کاملہ الٰہیہ سے مشرف ہیں۔

لہٰذا اللہ کی حیات آپؐ کی حیات
اللہ کا علم آپؐ کا علم
اللہ کی قدرت آپؐ کی قدرت
اللہ کا ارادہ آپؐ کا ارادہ
اللہ کی سمع آپؐ کی سمع
اللہ کی بصر آپؐ کی بصر اور
اللہ کا کلام آپؐ کا کلام ہے۔"[۲]

بعض آیات میں آپؐ کی جہتِ بشریت اور بعض میں آپؐ کی جہتِ ربوبیت ثابت

Marfat.com

کی گئی ہے تاکہ آپؐ کے لیے دو جہتیں ثابت ہو جائیں کیونکہ آپؐ حق اور خلق کے درمیان برزخ جامع ہیں۔ دو رخہ آئینہ صفاتِ بشری کا کمال اور دوسرے رخ میں صفاتِ حقی کا جمال دکھا رہا ہے۔

رسالہ ''برزخ جامع'' کا دوسرا موضوع توحید ہے۔ حق تعالیٰ کُل کا مبداء اور معاد ہے۔ یوں تصور کیجئے کہ حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ ایک موجیں مارنے والا سمندر ہے اور تمام حوادث مثل موجوں کے ہیں۔ موجیں سمندر سے پیدا ہو رہی ہیں اور سمندر ہی سے دوبارہ مل رہی ہیں۔ موجیں ظہور سے قبل سمندر میں تھیں اور بعد از ظہور سمندر موجوں میں ہے۔ وحدت الوجود یہی ہے۔ ذاتِ واحد کے سوا کوئی دوسرا موجود نہیں ہے اور دکھائی دینے والی کثرت فقط وہمی ہے۔ اس کی کوئی علیحدہ حقیقت نہیں بلکہ وہی وجودِ واحد کثرت موجودات کی صورت میں جلوہ نما ہے اور بقول ابنِ عربی ہر شے کا عین اللہ تعالیٰ ہے اور خارج میں وجودِ حق کے سوا کوئی شے موجود نہیں ہے۔ ''لوائح جامی'' میں ہے کہ عالم حق کا ظہور ہے اور حق عالم کا باطن۔ عالم قبل از ظہور عینِ حق تھا اور حق بعد از ظہور عین عالم۔ اصل میں ایک حقیقت ہے اور ظہور اور بطون اور اولیت اور آخریت اُس کے نسب اور اعتبارات ہیں۔ وہی اول ہے اور وہی آخر ہے اور وہی ظاہر ہے اور وہی باطن ہے۔[۸]

ابوسعید ابوالخیرؒ فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ وتعالیٰ وجودِ مطلق ہے اور اس وجود کے لیے نہ شکل ہے نہ حد ہے نہ حصر ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ حد اور شکل میں ظاہر ہوا ہے اور تجلی کی ہے اور باوجود اس کے اُس کے عدم اشکال اور عدم الحد میں کچھ فرق نہیں آیا بلکہ آلان کما کان ہے۔ وجود واحد ہے اور لباس اُس کے مختلف اور متعدد ہیں اور یہ وجود تمام موجودات کی حقیقت اور اُن کا باطن ہے۔ اور جمیع کائنات حتیٰ کہ ذرہ بھی اس وجود سے خالی نہیں۔[۹]

ابنِ عربی فرماتے ہیں کہ اگر تو صرف تنزیہہ کا قائل ہے تو تُو اس کو قید لگانے والا ہے اور اگر صرف تشبیہ کا قائل ہے تو اس کو حد لگانے والا ہے اور اگر تو دونوں امروں کا قائل ہے تو تُو مضبوطی والا اور علم معارف کا امام اور سردار ہے۔[۱۰]

Marfat.com

زیرِ نظر کتاب میں مذکورہ حوالے کے بعد حضرت سید مہر علی شاہ گولڑویؒ کے مکتوبات سے حوالہ دیا گیا ہے۔اس کے بعد مصنف نے حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ کے مکتوب کا حوالہ دیا ہے۔ یہ خط قطب الدین بختیار کا کیؒ کے نام ہے جو حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ کے مرید تھے۔ خط میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضور نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ کلمہ سے مراد کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمدؐ رسول اللہ سے مراد یہ ہے کہ ذاتِ واحد کے سوائے کوئی موجود نہیں اور محمد ﷺ خدا کے ظہور ہیں۔ حضرت عمرؓ نے پھر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! اس خاک کے پتلے میں بولنے والا سننے والا جاننے والا اور دیکھنے والا کون ہے اور کیا ہے۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ وہی (خدا) بولنے والا ہے وہی سننے والا ہے اور وہی دیکھنے والا ہے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آنجناب کی ذاتِ پاک کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا انا احمد بلا میم (یعنی میں احمدؐ ہوں بلا میم یعنی احد ہوں)[۱۱]

مذکورہ سوال جواب لکھنے کے بعد حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ لکھتے ہیں:

"اے میرے ہمراز قطب الدینؒ یہ نکات پوشیدہ اور راز مخفی تھے جو حضور سرورِ کائنات ﷺ نے اپنے خلیفہ حضرت عمرؓ کو تعلیم فرمائے تھے۔ تم کو لکھ دیئے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ تم ان نکات پر اعتبار اور اقرار کرو گے۔ ہمیں کج فہم یعنی علمائے ظاہری سے کچھ سروکار نہیں۔ ان کا علاج اللہ تعالیٰ ہی کر سکتا ہے کیونکہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی چیز حرکت نہیں کر سکتی۔ یہی ہر مسلمان کا اعتقاد ہے اور اسی پر ایمان ہے۔"[۱۲]

صوفی عطا محمد قادریؒ نے خط کے حوالے کے بعد ''مرأت العارفین'' کا اقتباس درج کیا ہے اور دائرۃ اللہ بھی دیا ہے۔ اقتباس کے ترجمے کے بعد مصنف نے وضاحت کے لیے دائرۃ اللہ کو سادہ الفاظ میں پیش کیا ہے۔ یہ دائرہ مقام محمدی کو واضح کرتا ہے۔ صوفی صاحب لکھتے ہیں:

"پس معلوم ہوا کہ مقامِ محمدی ﷺ صورت ومعنی کے اعتبار سے تمام

Marfat.com

کمالاتِ الٰہیہ اور کمالاتِ خلقیہ کا جامع ہے اور آنحضرتؐ حقائق حقیہ اور حقائق خلقیہ کے مابین برزخ ہیں کیونکہ آپؐ تمام حقیقتوں کی حقیقت ہیں اور آپؐ کے سوا کمالِ حقی اور خلقی کا کوئی جامع نہیں ہے۔"[۱۳]

توحید اور مقامِ محمدیؐ کی وضاحت کے بعد مسئلۂ وحدت الوجود کا بیان ہے۔ صوفی صاحب کو اس مسئلے کی وضاحت میں خاص مہارت حاصل ہے۔ پہلے وہ "مرأت العارفین" کا اقتباس درج کرتے ہیں لیکن یہ مشکل ہے۔ اس مشکل کا حل صوفی صاحب کی وضاحت میں ہے۔ لکھتے ہیں:

"تمام موجودات کائنات کو ایک کتاب تصور کریں اور تمام اشیاء اس کتاب کے علیحدہ علیحدہ حروف اور الفاظ تصور کریں جیسا کہ کتاب الف سے لے کر ی تک یعنی ساری کی ساری ایک ہی سیاہی سے لکھی ہوئی ہے اور تمام حروف اور الفاظ کی صورت پر سیاہی ہی جلوہ نما ہے۔ ایسا ہی کتابِ عالم ذاتِ الٰہی والی سیاہی سے لکھی ہوئی ہے اور تمام اشیاء کی صورت پر حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ متجلی ہے۔"[۱۴]

وجودِ واحد کثرت موجودات کی صورت میں جلوہ نما ہے لیکن سیاہی کا حروف کے ساتھ اتحاد حلول کا تعلق نہیں بلکہ سیاہی حروف کی صورت پر متشکل ہے۔ اتحاد حلول کے لیے دو علیحدہ مستقل وجود چاہیں تا کہ ایک دوسرے کے ساتھ متحد ہو یا ایک دوسرے میں حلول کرے یا ایک بدل کر دوسرا بنے اور یہاں صرف ایک ہی وجود ہے۔ یعنی سیاہی کا وجود۔ حروف کا سیاہی کے سوا علیحدہ مستقل ذاتی وجود ہے ہی نہیں بلکہ ان کا وجود سیاہی کے ساتھ ہے۔ حروف اگر چہ موجود ہیں مگر ان کا وجود سیاہی کے ساتھ ہے۔ بذاتِ خود نیست ہیں۔ ایسے ہی اشیاء عالم اگر چہ بظاہر موجود ہیں لیکن ان کا وجود باری تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ بذاتِ خود سب نیست اور معدوم ہیں یعنی ان کا ذاتِ حق کے سوا اپنا علیحدہ ذاتی مستقل وجود کوئی نہیں۔ اب کسی حرف کو سیاہی کے ساتھ ملنے کا شوق دامنگیر ہو تو وہ کیا کرے۔ چاہیے کہ اپنی حقیقت کو شناخت کرے جیسا کہ مخبر صادق حضور نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے

Marfat.com

اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا۔ یہاں نفس بمعنی ذات یعنی حقیقت ہے۔[۱۵]

صوفی عطا محمد قادریؒ وحدت الوجود کی اس حقیقت کا اطلاق حضرت منصور حلاجؒ پر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اب کوئی حرف اپنی حقیقت شناخت کرنے کے بعد پکار اٹھے کہ میں سیاہی ہوں تو اسمیں کوئی خطا ہے؟ نہیں۔ بلکہ اگر وہ یہ کہے کہ سیاہی سے علیحدہ میرا اپنا مستقل وجود ہے تو یہ خطا ہے۔ تو پس حضرت منصور حلاجؒ نے اپنی حقیقت کو شناخت کر کے فرمایا۔ بھائی یہ وجود میرا وجود نہیں ہے بلکہ ذاتِ حق کا وجود ہے تو اس میں کون سی خطا ہے۔ یہ تھی مراد انا الحق سے اُن کی۔"[۱۶]

رسالہ ''برزخ جامع''میں "نقشہ خلاصہ مرأت العارفین" بھی موجود ہے۔ یہ نقشہ مخزنِ علوم سبحانی ومعدنِ فیوضاتِ یزدانی حضرت مولانا غلام محمد جلوآنویؒ کا تیار کردہ ہے۔ قبلہ امام جلویؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسالہ ''مرأت العارفین'' کا خلاصہ ایک نقشہ کی صورت میں تیار کیا اور حضرت پیر سیّد قطب علی شاہؒ صاحب پیر محل شریف کی خدمتِ اقدس میں پیش کیا۔ نقشہ دیکھ کر آنجناب قطب الاقطاب رو پڑے اور فرمایا:

" آجکل کے علما ''مرأت العارفین'' کا ایک حرف بھی نہیں سمجھ سکتے اور آپ ہیں کہ ''مرأت العارفین'' کا ایک پھول بنا دیا ہے اور فرمایا ''نہج البلاغت'' کی چھان بین جیسے ہم نے کی ہے کسی نے نہیں کی اور ''مرأت العارفین'' کی چھان بین جیسے آپ نے کی ہے کسی نے نہیں کی۔"[۱۷]

''برزخ جامع'' کے صفحہ نمبر ۳۴ پر کتاب "رمز الوحدت" کا ذکر ہے۔ اس کتاب کو "عجیب وغریب تحفہ" کہا گیا ہے۔ یہ کتاب منظوم پنجابی زبان سے آراستہ ہے۔ اس کا حاشیہ اقطاب عارفین کی تفاسیر وتصانیف کے اقتباسات سے پیراستہ ہے۔

قبلہ امام جلویؒ کی کتاب "تحقیق العارفین" کے بارے میں بھی ذکر کیا گیا ہے۔ مصنف صوفی عطا محمد قادریؒ نے اپنے پیر ومرشد کی اس کتاب کو "گلدستۂ نایاب" قرار دیا ہے۔ یہ کتاب کمالاتِ محمدیؐ اور مقاماتِ احمدیؐ کا آئینہ ہے۔ یہ کتاب علمائے ربانی کی تحقیق

Marfat.com

کے سلسلے میں تفاسیر اور تصانیف کا اردو زبان میں ترجمہ ہے۔ علمائے ربانی کی کتب عربی زبان میں بلا اعراب تھیں۔ قبلہ امام جلویؒ نے ان تفاسیر اور تصانیف کے اقتباسات کو جمع کر کے پہلے اعراب لگائے اور پھر سلیس اردو زبان میں ترجمہ کیا۔

''برزخ جامع'' کے آخری صفحے پر قابلِ ذکر تفاسیر اور تصانیف کا ذکر کیا گیا ہے۔ ابنِ عربیؒ کی تفسیر اور حضرت شیخ اسماعیل حقی کی تفسیر کو قابلِ ذکر کہا گیا ہے۔ تصانیف میں ابنِ عربیؒ کی تصانیف، حضرت شیخ عبدالکریم جیلیؒ کی تصانیف اور حضرت عبدالوہاب شعرانیؒ کی تصانیف خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

حواشی:

۱۔ صوفی عطامحمد قادری "برزخ جامع" لاہور: اشرف پریس، ۱۳۷۵ھ، ص۳

۲۔ ایضاً، ص۳، ۴

۳۔ ایضاً، ص۴

۴۔ ایضاً، ص۶

۵۔ ایضاً، ص۱۰

۶۔ ایضاً، ص۱۹

۷۔ ایضاً، ص۱۹ تا ۲۱

۸۔ ایضاً، ص۲۲۔۲۳

۹۔ ایضاً، ص۲۳

۱۰۔ ایضاً، ص۲۳

۱۱۔ ایضاً، ص۲۴

۱۲۔ ایضاً، ص۲۴، ۲۵

۱۳۔ ایضاً، ص۲۶

۱۴۔ ایضاً، ص۲۸

Marfat.com

۱۵۔ ایضاً،ص ۲۸،۲۹

۱۶۔ ایضاً،ص ۲۹

۱۷۔ ایضاً،ص ۳۰

Marfat.com

تفسیر غوثیہ ـــــــ تعارف

''تفسیر غوثیہ'' میاں عطا محمد قادریؒ کی تصنیف ہے۔ کتاب کا یہ اول ایڈیشن ہے۔ ۱۴۰۶ ہجری میں چاند کمپنی پرنٹرز لاہور نے کتاب کو زیورِ طبع سے آراستہ کیا۔ کتاب کا سائز ۸/ ۱۷×۲۷ ہے اور صفحات ۳۲۰ ہیں۔ کتاب کے مقدمہ کے بعد حضرت سیدنا غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے دس ارشاداتِ گرامی نقل کیے گئے ہیں جو نورالدّین ابی الحسن علی بن یوسف الشطنوفیؒ کی تصنیف ''بہجۃ الاسرار و معدن الانوار'' سے لیے گئے ہیں۔ یہ ارشادات عربی میں ہیں۔

خُطبۃ الکتاب میں میاں عطا محمد قادریؒ فرماتے ہیں:

"یہ بندۂ مسکین کمتراز مور و مگس یارانِ شریعت و برادرانِ طریقت کی خدمات عالیات میں عرض رساں ہے کہ قُرآن مجید کے حروفِ مُقطّعات کی مکمل تفسیر آج تک کسی مفسّر نے نہیں لکھی۔ یہ شرف میرے حضور سیّدی مُرشدی و مولائی امام ہُمام خاتم الاولیاء سرتاجُ المفسّرین اعلیٰ حضرت جناب مولانا پیر غلام محمد صاحب قبلہ امام جلویؒ کو نصیب ہوا اور جناب نے حروفِ مُقطّعات کی مکمل تفسیر ایک عربی زبان میں اور دوسری فارسی زبان میں محض فضلِ یزدانی یعنی الہامِ ربانی سے تحریر فرمائی ہیں۔"[۱]

خطبۃ الکتاب میں عربی تفسیر کا آخری شعر بھی درج کیا گیا ہے جس کا ترجمہ بھی ہے:

"یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے نہ کہ میرا قول ہے۔ اِس پر اعتماد کرو۔" [۲]

فارسی تفسیر کے چند اشعار نقل کرنے کے بعد حضورؐ کا فرمان درج ہے:

"قرآنِ کریم ظاہری الفاظ و معانی اور باطنی اسرار و رموز پر مشتمل ہے۔" [۳]

نیز فرمایا "اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کو دس باطنی رموز پر نازل فرمایا ہے۔

ہر بطن بے حد نافع اور مفید ترین ہے کیونکہ وہ قرآن مجید کا مغز ہے۔" [۴]

میاں عطا محمد قادریؒ نے اسی سلسلے میں لکھا ہے کہ پہلا بطن سرکارِ دو عالم ﷺ نے جناب حضرت امام جلویؒ کو لکھایا ہے اور دوسرا بطن اس بندۂ مسکین کو لکھوایا ہے۔ اس دوسرے بطن میں جناب حضرت غوثِ اعظم محبوبِ سُبحانی شیخ سیّد عبدالقادر جیلانیؒ کی شانِ اقدس بھری ہوئی ہے۔ اِس پر دلیل یہ ہے کہ اس مسکین سے پہلے کسی مفسر نے اپنی تفسیر میں حضرت غوثِ اعظمؒ کی شانِ اقدس میں ایک آیت بھی پیش نہیں کی۔ اس تفسیر میں دورِ حاضرہ کے ضروری مسائل کا حل پیش کیا گیا ہے۔ نادر بات یہ ہے کہ اِس تفسیر میں حضرت غوثِ اعظمؒ کی شانِ اقدس میں آیات بینات پیش کی گئی ہیں اور اسی وجہ سے اس تفسیر بے نظیر کا نام "تفسیر غوثیہ" تجویز کیا جاتا ہے۔" [۵]

"تفسیر غوثیہ" میں حضرت سیدنا غوثِ اعظمؒ کی تصنیف "سر الاسرار فیما یحتاج الیہ الابرار" کے عربی اقتباسات پیش کیے گئے ہیں۔ یہ اقتباسات جن صفحات سے لیے گئے ہیں اُن کا اندراج بھی کتاب میں ملتا ہے۔ اقتباسات کے صفحات مندرجہ ذیل ہیں:

۹۸، ۱۷۰، ۱۷۴، ۱۵۴، ۶۶، ۱۲۲، ۱۲، ۲۴۶، ۲۱۴، ۵۴، ۳۰، ۱۰۴، ۱۱۸،

۴۰، ۸۸، ۱۶۰، ۱۸۴، ۱۴۰، ۲۰، ۲۳۸، ۱۹۲

تفسیر غوثیہ میں احادیث کے حوالوں کے ساتھ صوفیانہ کتب کے حوالے بھی ہیں:

۱۔ حضرت امام شعرانیؒ — الیواقیت والجواہر

۲۔ ابنِ عربیؒ — فصوص الحکم، فتوحات باب ۷۳

۳۔	شیخ محمد بن یحییٰ التادفی الحلبی	قلائد الجواہر
۴۔	حضرت جلال الدین سیوطی	الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر
۵۔	حضرت عبدالروف المناوی	کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق
۶۔	حضرت شیخ عبدالقادر ابن محی الدین	تفریح الخاطر
۷۔	شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ	مدارج النبوۃ
۸۔	حضرت امام حسینؑ	مرأت العارفین
۹۔	شیخ عبدالکریم جیلیؒ	کمالات الاالٰہیہ
۱۰۔	شیخ نورالدین ابی الحسن الشطنوفی	بہجتہ الاسرار

مذکورہ صوفیانہ کتب کے علاوہ "سرالاسرار فیما یحتاج الیہ الابرار" کے حوالے کے علاوہ اس کتاب کے مقدمے سے بھی ایک عربی اقتباس درج کیا گیا ہے۔ پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ کا فتویٰ ''مہرِ چشتیہ'' سے لیا گیا ہے۔ ''تفسیر غوثیہ'' میں دائرے بھی ہیں جیسے دائرہ وجود اور دارۃ اللہ۔

اب ہم تفسیر غوثیہ کے مضامین کی طرف آتے ہیں۔

عبودیت و ربوبیت:

کتاب ''مرأت العارفین'' کا ایک دائرہ پیش کرنے کے بعد صاحبِ کتاب صوفی عطا محمد قادریؒ نے لکھا ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ جمیع اسماء وصفات کو جامع اور ہر شے پر محیط ہے اس لیے اِسم اللہ کو دائرہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ مراد یہ ہے کہ اس دائرے سے باہر کوئی چیز نہیں۔ وسطانی خط نے دائرے کو دو قوسوں میں تقسیم کر دیا ہے ایک قوس کا نام رُبُوبیۃ ہے اور دوسری قوس کا نام عُبُودِیَّتہ ہے۔ مراد یہ ہے کہ ربوبیت اور عبودیت دونوں اللہ تعالیٰ کی شانیں ہیں رب ہونا بھی اُسی کی شان ہے اور عبد ہونا بھی اُسی کی شان ہے۔ وسطانی خط برزخ جامع ہے یعنی وہ ایسی حقیقت ہے جسمیں ربوبیت وانسانیت کی جامعیّت کی استعداد رکھی گئی ہے اور وہ حقیقتِ محمدیہ ﷺ ہے یعنی حضور نبی کریمؐ میں تمام کمالاتِ حقی اور تمام کمالاتِ

Marfat.com

خلقی پائے جاتے ہیں۔[6]

حروفِ مقطّعات کے معانی میں اختلاف:

بعض اقطاب عارفین نے اپنی تفاسیر میں حروفِ مقطعات کے معانی بیان کئے ہیں لیکن سب کا آپس میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر انسان میں اللہ تعالیٰ نے ایک نئی شان سے تجلّی کیا ہے لہٰذا ہر ولی کو اللہ تعالیٰ نے ایک نیا ادراک اور ایک نیا علم عطا کیا ہے اسی لئے حضرت امام غزالیؒ ''احیاء العلوم'' میں فرماتے ہیں کہ میں اس امر کو روا رکھتا ہوں کہ میرا ایک بھائی اُس علم سے لطف اندوز ہو جسکی مجھے خوشبو بھی نہ پہنچی ہو۔ معانی میں اختلاف کے باوجود سب تفاسیر حق ہیں کیونکہ حضرت غوثِ اعظم جناب سید عبدالقادر جیلانی "الفتح الرّبانی" میں فرماتے ہیں کہ بعض اقطاب عارفین ایسے ہیں کہ اُن کا ہاتھ حضور ﷺ کے ہاتھ مبارک میں ہے اور حضور ﷺ اُن کی دن رات تربیت فرما رہے ہیں۔[7]

توحید:

کتاب کے ابتدائی صفحات میں توحید کے نکتے بیان کئے گئے ہیں۔ صوفی عطا محمد قادریؒ فرماتے ہیں:

> "باری تعالیٰ کا دعویٰ ہے کہ جہاں کہیں جس وقت جس چیز کی تعریف کی جائے وُہ تعریف میری ہی ہے یعنی میرا ہی ذکر ہے۔ مُراد یہ ہے کہ ہر مُعَرف اور ہر مذکور کی صُورت پر میرا ہی ظہور ہے یعنی ہر شے کی صُورت اور معنی اللہ ہی ہے جیسا کہ حضرت شیخ الاکبر ''فتوحات'' شریف میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر شے کی صورت اور ہر شے کا عین ہے۔"[8]

مشرق و مغرب میں اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ کسی ایک جہت میں مقیّد نہیں بلکہ ہر ذرّہ میں ہر شے میں ہر تعیّن میں ہر جاندار میں ہر بے جان میں اُسی کا ظہور ہے۔ جدھر رخ کرو اُسی طرف اُس کا چہرہ ہے یعنی اُس کی حقیقت جلوہ آرا ہے۔ تمام عوالم میں رنگِ توحید چھایا

Marfat.com

ہوا ہے اور ذرّہ ذرّہ انا الحق کی موجیں مار رہا ہے۔ اگرچہ اللہ ہر جگہ جلوہ نما ہے لیکن اس رازِ توحید کو سوائے موحدین اقطاب عارفین کے کوئی نہیں جانتا۔ اس راز کو وہی پا سکتا ہے جسکو کسی فقیرِ کامل کے ہاتھ سے بادۂ توحید نصیب ہو اور سب سے افضل کلمۂ توحید کی تلقین ہے۔[9]

ذکر کی تلقین:

ذاکرین کو زبانی ذکر پھر یکے بعد دیگرے ذکر نفس، ذکر قلبی، رُوحی، سِرّی، خفی اور اخفی الخفی کی تلقین فرمائی گئی ہے۔

ذکر النفس وہ ذکر ہے جس کا سننا حروف و آواز کے ذریعہ نہ ہو۔

ذکرِ قلبی اپنے اندر جلال و جمالِ الٰہی کا ملاحظہ کرنا ہے۔

ذکرِ روحی کا ماحصل اللہ تعالیٰ کی تجلیاتِ صفاتی کے انوار کا مشاہدہ کرنا ہے۔

ذکرِ سرّی مکاشفات اسرارِ الٰہیّہ کی نگہداشت کرنا ہے۔

ذکرِ خفی سے مراد سچ کی مجلس میں انوارِ ذاتِ الٰہی کا دل کی آنکھ سے دیکھنا ہے۔

ذکرِ اخفی الخفی کے معنی حق کی حقیقت کو دل کی آنکھ سے انتہائی یقین سے دیکھے کہ اس پر ذاتِ حق کے سوا کوئی آگاہ نہ ہو اور یہ ذکر جملہ علوم کی غایت اور تمام مقاصد کی انتہا ہے۔[10]

روزۂ شریعت و طریقت:

زیرِ نظر کتاب میں روزۂ شریعت اور روزۂ طریقت کا فرق واضح کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ روزۂ شریعت کا معین وقت ہے جبکہ روزۂ طریقت دائمی اور تمام عمر کے لیے ہے۔ روزۂ حقیقت دل کا ماسوی اللہ کو ترک کرنا ہے۔ حجِ شریعت و حجِ طریقت کا فرق بیان کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ حجِ طریقت مرشد سے تعلیم و تلقین حاصل کرنا ہے۔

طہارت ونماز اور توبہ:

طہارت کی دو قسمیں بتائی گئی ہیں۔

Marfat.com

۱۔ طہارتِ ظاہری جس کے حصول کے لیے شریعت کے پانی کی ضرورت پر زوردیا ہے۔
۲۔ طہارتِ باطنی جو توبہ، تلقین، صفائی قلب اور اہلِ طریقت کی راہ اختیار کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

نمازِ شریعت اور دائمی قلبی نماز کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ توبہ عام اور توبہ خاص کا ذکر بھی موجود ہے۔

شانِ غوثِ اعظمؒ کا بیان:

''تفسیر غوثیہ'' کا مرکزی مضمون حضرت سیدنا غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی شان کا بیان ہے۔ ''تفسیر غوثیہ'' میں جناب غوث الاعظمؒ کو کل اولیاء کا سردار اور خاتم الاولیاء ثابت کیا گیا ہے۔ شانِ اقدس کے بیان میں اقوال بھی لکھے گئے ہیں اور حضرت غوث الثقلینؒ کے چند قصائد کا بھی ذکر کیا گیا ہے جو ''فتوح الغیب برحاشیہ بہجتہ الاسرار'' کے تتمہ پر درج ہیں۔ مذکورہ کتاب میں ان قصائد کو پڑھ کر ایمان تازہ کرنے کا مشورہ دیا گیا ہے۔ حضرت غوثِ اعظمؒ کی شان کو حروفِ ابجد کے حوالے سے ثابت کیا ہے۔ محبوب کا لفظ سوائے "محی" کے کسی پر عائد ہو سکتا ہی نہیں کیونکہ ابجد کے لحاظ سے محبوب کے اعداد ۵۸ ہوتے ہیں اور محی کے بھی ۵۸ ہی ہیں۔ نقشہ ملاحظہ ہو:

اعداد محی		م	ح	ی		میزان: ۵۸
		۴۰	۸	۱۰		
اعداد محبوب	م	ح	ب	و	ب	میزان: ۵۸
	۴۰	۸	۲	۶	۲	

''تفسیر غوثیہ'' میں جگہ جگہ حضرت سیدنا غوثِ اعظمؒ کی شان بیان کی گئی ہے اور اُن کی شان کو ادراک سے بالاتر قرار دیا گیا ہے۔

معرفتِ خدا:

حضرت یحییٰ بن معاذ رازیؒ سے دریافت کیا گیا" آپ نے اللہ تعالیٰ کو کس چیز

Marfat.com

سے پہچانا" فرمایا "اجتماعِ اضداد سے" (یعنی قدرتِ کاملہ کا یہ وصف دیکھ کر کہ مخالف اشیاء اور اجزاء مثلاً آگ و پانی وغیرہ کو باہم جمع کر دیا ہے) اس لیے انسان کو اللہ تعالیٰ کے جمال و جلال کا آئینہ اور مجموعہ کون (یعنی خلاصہ عالمِ موجودات) کہا گیا ہے۔[۱۱]

سعادت وشقاوت اور سعید وشقی کی علامات:

سعادت یعنی نیک بختی کی پانچ علامات ہیں:

۱۔ دل کا نرم ہونا

۲۔ کثرتِ گریہ زاری

۳۔ دنیا کی لذتوں سے کنارہ کشی

۴۔ امیدوں کا کوتاہ ہونا

۵۔ بکثرت حیا کرنا

شقاوت یعنی بدبختی کی بھی پانچ علامات ہیں:

۱۔ دل کا سخت ہونا

۲۔ جمود العین یعنی آنکھ سے آنسوؤں کا جاری نہ ہونا

۳۔ دنیا کی رغبت

۴۔ دراز اُمیدیں

۵۔ قلتِ حیا

سعید ہونے کی چار علامات ہیں:

۱۔ امین بنایا جائے تو عدل کرتا ہے۔

۲۔ جب عہد کرے تو اس کو پورا کرتا ہے۔

۳۔ کلام کرتا ہے تو سچ بولتا ہے۔

۴۔ باہمی جھگڑے کی صورت میں گالی گلوچ سے احتراز کرتا ہے۔

شقی کی بھی چار علامات ہیں:

Marfat.com

۱۔ جب امین بنایا جائے تو خیانت کرتا ہے۔

۲۔ وعدہ خلافی کرتا ہے۔

۳۔ جب کلام کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔

۴۔ کسی کے ساتھ جھگڑا کرتا ہے تو گالی گلوچ پر اتر آتا ہے اور اپنے بھائیوں کی لغزشوں سے درگزر نہیں کرتا حالانکہ عفو دینِ اسلام کی سب سے بڑی خوبی ہے۔

حقیقتِ محمدیہؐ:

اللہ تعالیٰ نے تمام ارواح کو عالمِ لاہُوت میں اس رُوحِ اقدس یعنی رُوحِ محمدیہؐ سے اچھی اور حقیقی صورت پر بنایا۔ تصوف میں حقیقتِ محمدیہؐ سب سے بڑا موضوع اور مضمون ہے۔ ''تفسیر غوثیہ'' میں اس مضمون پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس باریک نکتہ کو سمجھنے کے لیے بقول غوثِ اعظمؒ سالک کے لیے ضروری ہے کہ وہ زیرک، سمجھدار اور صاحبِ بصیرت ہو۔ صوفی عطامحمد قادریؒ کی دوسری تصانیف میں بھی حقیقتِ محمدیہؐ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس حقیقت کے بیان کے بعد صوفی صاحب محبوب سبحانی حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانیؒ کی شانِ اقدس بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ (جناب غوثِ اعظمؒ) سرکارِ دو عالم حضور نبی کریمؐ کے محبوب ہیں اس لئے مقامِ ناز آپ پر ختم ہے۔ ''تفریح الخاطر'' میں مذکور ہے کہ ابتداء میں جب آپ کا ظہور ہوا جو شخص بے وضو آپ کا نام لیتا وہ ہلاک ہو جاتا تھا۔ بعد میں آپ نے یہ جلالیت خلقت سے اٹھالی۔ آپ (جناب غوث الاعظمؒ) چونکہ حضور نبی کریمؐ کے لیے مرأتِ تامّہ ہیں اس لیے آپ کو کماحقہ، مقامِ محمدیؐ نصیب ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم معراج شریف کی رات حضرت غوثِ اعظمؒ کے کندھوں پر راکب ہو کر عرشِ معلّٰی پر تشریف لے گئے تو رب تعالیٰ نے نہایت خوش ہو کر فرمایا قسم ہے جوڑے کی یعنی قسم ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی اور آپ کے محبوب محی الدّین کی۔[12]

جناب سیدنا غوثِ اعظمؒ کی محبوبیت کے بارے میں صوفی عطامحمد قادریؒ فرماتے ہیں:

Marfat.com

"حضور ﷺ کا معشوق ایک ہی ہے اور وہ سید عبدالقادر جیلانیؒ ہیں۔ جملہ سابقہ انبیاء علیہم السّلام و جُملہ اولیاء متقدّمین و متاخرین علیہم السّلام حضور ﷺ کے عاشق ہیں۔ اُن میں سے کسی کو مقامِ ناز نصیب نہیں۔ میں نے لفظ معشوق میں غور کیا تو لفظ معشوق کے اعداد بحساب ابجد ۵۱۶ نکلے اور عبدالقادر جیلانیؒ کے اعداد نکالے تو وہ بھی ۵۱۶ نکلے۔ نقشہ ملاحظہ ہو:

اعداد بحسابِ ابجد

معشوق	م	ع	ش	و	ق	میزان
	۴۰	۷۰	۳۰۰	۶	۱۰۰	۵۱۶

عبدالقادر جیلانی	ع	ب	د	ا	ل	ق	ا	د	ر	ج	ی	ل	ا	ن	ی	میزان
	۷۰	۲	۴	۱	۳۰	۱۰۰	۱	۴	۲۰۰	۳	۱۰	۳۰	۱	۵۰	۱۰	۵۱۶

چونکہ سرکارِ دو عالم حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں وسیلۂ اعظم آپ (جناب غوث پاکؒ) ہی ہیں اس لیے رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمام عالم کی فریادیں ازل سے ابد تک حضرت غوثِ اعظمؒ ہی سنتے ہیں اسی لیے آپ کا خطاب مستطاب غوثِ اعظم ہے۔" [۱۳]

مولانا محمد اشرف تھانوی اپنی کتاب "خصوص الکلم فی حل فصوص الحِکم" کے صفحہ ۵۵ پر خاتم الاولیاء کی شرح میں فرماتے ہیں کہ بعض عارفین حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانیؒ کو خاتم ولایت خاصہ محمدیہ ﷺ کہتے ہیں۔ چُونکہ علمِ ولایت میں حضرت غوثِ اعظمؒ جُملہ رُسل و اولیاء کے پیر و مرشد ہیں اس لیے جب آپ کا ظہور عنصری بغداد شریف میں ہوا تو آپ نے تخت پر بیٹھ کر اپنے اس نرالے منصب خاتم الاولیاء کا اعلان فرمایا اور فرمایا کہ میرا یہ قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے۔ جُملہ محدثین و اکابر اولیاء اللہ نے آپ کے اِس کلمۂ مُبارک کی تصدیق کی ہے۔ [۱۴]

مراتب ستّہ:

"تفسیر غوثیہ" میں مراتبِ ستّہ کی وضاحت کیلئے ایک دائرہ پیش کیا گیا ہے۔ وہ

Marfat.com

دائرہ پیش کیا جاتا ہے:

دَائِرَۃُ اللہِ

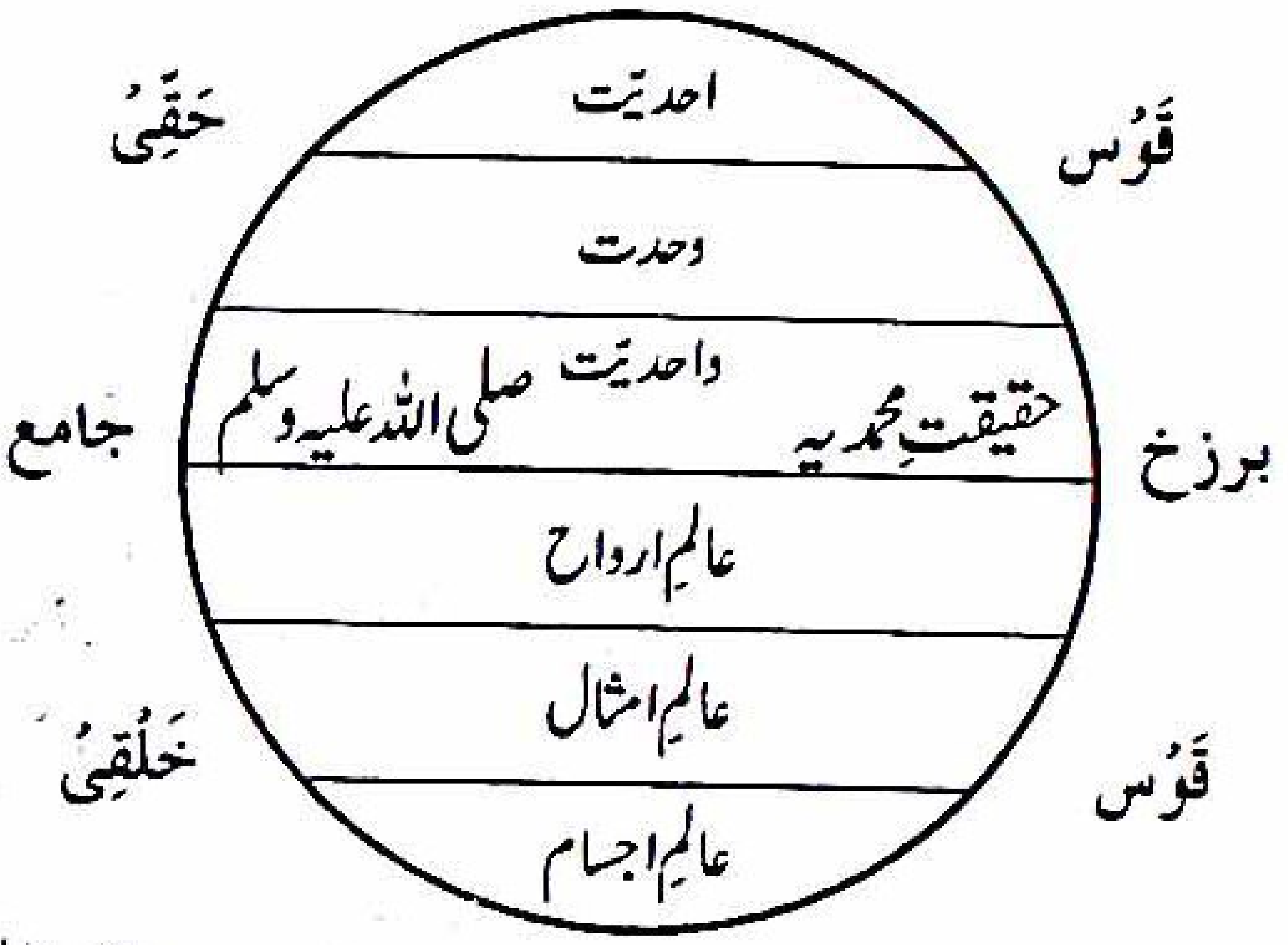

دائرۃ اللہ کی دو قوسیں ہیں۔ مراد یہ ہے کہ تمام صفاتِ حقی و خلقی اللہ تعالیٰ کی ہیں یعنی حق ہونا بھی اُسی کی شان ہے اور خلق ہونا بھی اُسی کی شان ہے۔ تین مراتبِ حقی ہیں اور تین مراتبِ خلقی۔ ساتواں مرتبہ تمام مراتبِ حقی و خلقی کا جامع ہے اور وہ حقیقتِ محمدیہ ﷺ ہے سرِ توحید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر شے پر مُحیط ہے یعنی ہر شے کی صورت پر اُسی کا ظہور ہے جیسے تمام حروف کی صورتوں پر سیاہی کا ظہور ہے۔

دائرۂ حقیقت:

دائرۂ حقیقت میں شیطان، نفس اور ملائکہ دخل نہیں پا سکتے کیونکہ ماسویٰ اللہ اس دائرے میں جل جاتا ہے۔ بندہ جب تک دائرۂ حقیقت میں داخل نہ ہو مخلص نہیں ہو سکتا کیونکہ صفاتِ بشری کو جن میں غیّریت کا مادہ ہے بجز تجلّیٔ ذاتِ باری فنا حاصل نہیں ہو سکتی اور خدا تعالیٰ کی ذات کی معرفت کے بغیر نادانی کا پردہ اُٹھ نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ خود علمِ لدنی کی تعلیم بلا واسطہ غیرے فرماتا ہے۔ ضروری یہ بات ہے کہ انسان اپنی ہستی کو پہچانے اور اپنے نفس کی خاطر اس بات کا دعویٰ نہ کرے جس کا اسے حق نہیں پہنچتا جیسا کہ حضرت علیؓ کا ارشادِ مبارک ہے "اللہ تعالیٰ نے اس آدمی پر رحم فرمایا جس نے اپنی قدر پہچانی اور اپنی حد سے نہ بڑھا۔ اپنی زبان کی نگہبانی کی اور اپنی عمر کو ضائع نہ کیا۔"

Marfat.com

عالمِ روحانیت' عالمِ سِرّ ہے:

عالمِ روحانیت ہی عالمِ سِرّ ہے۔ اسمیں ذاتِ باری کے سوا کوئی دیار نہیں۔ یہ عالم نور کے صحرا کی مانند ہے جسکی کوئی انتہا نہیں۔ حقیقی انسان اسمیں پرواز کرتا اور اس کے عجائب وغرائب دیکھتا ہے جنکو بیان کرنا ناممکن ہے۔ یہ مقام اُن سچے توحید پرستوں کا ہے جو اپنی ہستی ذاتِ وحدت میں گم کر دیتے ہیں۔ اُن کا وجود مشاہدہ جمالِ الٰہی کے وقت کالعدم ہو جاتا ہے۔ جسطرح انسان سورج کے بالمقابل ہوتا ہے تو اس کی شعاعوں کی حدت اور روشنی کے باعث اس کی آنکھیں چندھیا جاتی ہیں اور اسے اردگرد کی عمارات نظر نہیں آتیں لہٰذا انسان جب اللہ تعالیٰ کے جمال کا مشاہدہ کرتا ہے تو یقیناً محوِ نظارہ ہو جاتا ہے اور غلبۂ حیرت اور محویت کے باعث اسے اپنا وجود نظر نہیں آتا۔ [۱۵]

علمِ تفکر:

علمِ تفکر انسان کے وجود کے اندر ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ " فکر کی ایک گھڑی ایک سال کی عبادت سے افضل ہے۔"

دوسری حدیث ہے " فکر کی ایک ساعت ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے۔"

پھر فرمایا" تفکر کی ایک گھڑی ہزار سال کی عبادت سے افضل ہے۔"

ان ہر سہ احادیث میں تطبیق اس طرح ہوگی جس نے فروعات کی تفاصیل میں غور کیا اس کا ایک ساعت فکر کرنا ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ جس نے فرضِ عبادت کی معرفت میں ایک ساعت فکر کیا اس کا فکر ستر سال کی عبادت سے افضل ہے اور جس نے ایک گھڑی اللہ تعالیٰ کی معرفت میں تفکر کیا اس کا فکر ہزار برس کی عبادت سے بہتر ہے اور وہ علمِ عرفاں ہے یعنی خدا کی توحید۔ عارف اس علم کے واسطہ سے اپنے مطلوب ومحبوب تک پہنچ جاتا ہے۔ [۱۶]

وجد:

حضرت جُنیدؒ کے بقول جب وجد اللہ تعالیٰ کی طرف سے دل میں دخل پاتا ہے تو

Marfat.com

موجبِ خوشی یا غم ہوتا ہے۔ وجد کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ جسمانی ۲۔ روحانی۔ جسمانی وجد نفسانی ہے اور قوتِ جسمانی کے ساتھ ہے۔ اسمیں روحانی ذوق وشوق کا غلبہ نہیں ہوتا۔ یہ وجد محض دکھاوا اور حصولِ شہرت کے لیئے ہے۔ اس قسم کا وجد غلط ہے۔ وجدِ روحانی ایک جذبہ یا جوشِ دل ہے جو قرأتِ قرآنِ مجید، پسندیدہ اور خوش آواز، شعر موزوں یا ذکرِ مؤثر سُننے سے پیدا ہوتا ہے اور اس جذبہ کے اندر ایسی قوت ہوتی ہے جو روحانیت کو تقویت پہنچاتی ہے۔ جسم میں قوت اور اختیار باقی نہیں رہتے۔ یہ وجد رحمانی ہے۔ اس قسم کے وجد میں نفس اور شیطان کو دخل نہیں ہے۔ وجد اور سماع دو آلے ہیں جو عاشقوں اور عارفوں کے دلی جذبات کو متحرک کرتے ہیں اور وہ دونوں اہلِ محبت کی غذا اور طالبانِ حق کو قوت بخشنے والے ہیں۔ [۱۷]

انسان دو نُسخہ ہے:

انسان نُسخۂ ظاہر بھی ہے اور نُسخۂ باطن بھی۔ نُسخۂ ظاہر تمام عالم کے مشابہ ہے اور نُسخۂ باطن مرتبہ الٰہیّہ کے مشابہ ہے۔ صوفی صاحب ''تفسیر غوثیہ'' میں لکھتے ہیں کہ "انسان کے واسطے دو نسبتِ کاملہ ہیں۔ ایک نسبت سے وہ حضرتِ الٰہیّہ میں داخل ہوتا ہے اور ایک نسبت سے مرتبہ کیانیہ میں داخل ہوتا ہے۔ پس مرتبہ کیانیہ میں اس کو عبد کہتے ہیں اس لئے کہ وہ مکلّف ہے اور حضرت الٰہیّہ میں اس کو رب کہتے ہیں اس لئے کہ وہ خلیفہ ہے۔" [۱۸]

علمِ ظاہری اور علمِ باطنی:

علمِ ظاہری کی بارہ شاخیں اور علمِ باطنی کے بھی بارہ فنون ہیں جو عام وخواص میں انکی استعداد اور قابلیت کے مطابق تقسیم کیے گئے ہیں۔ یہ علوم چار ابواب پر منحصر ہیں۔

باب اول: علمِ شریعت کا ظاہر پہلو جو امر و نہی اور جملہ احکام پر مشتمل ہے۔

باب دوم: اس کا باطن جس کو علمِ باطن اور طریقت کے نام سے موسوم کیا ہے۔

باب سوم: علمِ باطن یعنی علمِ معرفت۔

باب چہارم: وہ علم جو تمام بطون کی اصل ہے یعنی علمِ حقیقت۔ ان تمام علوم کا حاصل کرنا ضروری ہے۔

Marfat.com

شریعت ایک درخت، طریقت اس کی شاخیں، معرفت اس کے پتے اور حقیقت اس کا پھل ہے اور قرآن مجید ان تمام کا جامع ہے اور رہنمائی کے لیے از روئے تفسیر یا تاویل اسمیں دلیل وثبوت اور رموز واشارات موجود ہیں۔ تفسیر عوام کے لیے ہے اور تاویل خاص کے لیے ہے۔[۱۹]

عالم حق کی نشانی:

ابنِ عربی کے مطابق عالم علامت سے مشتق ہے۔ علامت نشانی کو کہتے ہیں۔ عالم کو عالم اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ کسی دوسری چیز کی علامت ہے اور وہ دوسری چیز حق ہے۔ یعنی عالم حق کی نشانی ہے۔ اس کے ظاہر پر نظر رکھو تو خلق ہے اور حقیقت پر نظر رکھو تو یہ حق ہے۔ ''تفسیر غوثیہ'' میں لکھا ہے:

> "رب تعالیٰ طالبانِ حق کو بشارت دیتا ہے کہ مجھے تنزیہہ کی قید لگانے والو، بے صورتی کی قید لگانے والو، لامکاں کی قید لگانے والو، غیبُ الغیب کی قید لگانے والو، بطون در بطون کی قید لگانے والو، میری رُویت اور وصال سے مایوس مت ہونا۔ میں صرف باطن ہی نہیں ہوں بلکہ میں ظاہر بھی ہوں۔ یہ عالم میرا ہی ظہور ہے۔ اس کو محبت کی نگاہ سے دیکھو۔"[۲۰]

طالب کو باہر دوڑنے کی بجائے اپنی ذات میں غور وفکر کرنا اور تلاش کرنا چاہیے۔ عرصۂ وجود میں سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی چیز پیدا ہی نہیں پس عالم ظہورِ حق ہے۔ حق تعالیٰ نے ہر ذرہ میں ہر شے میں ہر انسان میں اُس کی استعداد لیاقت اور قوتِ جذب کے مطابق ظہور فرمایا ہے۔

عالم، علوم، ارواح، تجلیات اور عقل:

''تفسیر غوثیہ'' میں بتایا گیا ہے کہ عالم تعداد کے لحاظ سے چار ہیں۔

۱۔ عالم ملک، ۲۔ عالم ملکوت، ۳۔ عالمِ جبروت، ۴۔ عالمِ لاہوت یعنی عالمِ حقیقت۔

Marfat.com

اسی طرح علوم بھی چار ہیں۔

ا۔علمِ شریعت،۲۔علمِ طریقت،۳۔علمِ معرفت،۴۔علمِ حقیقت۔

ارواح کی بھی چار اقسام ہیں۔

ا۔روحِ جسمانی،۲۔روحِ نورانی،۳۔رُوحِ سلطانی،۴۔رُوحِ قُدسی۔

تجلیات بھی چار قسم کی ہیں۔

ا۔تجلّیِ آثار،۲۔تجلّیِ افعال،۳۔تجلّیِ صفات،۴۔تجلّیِ ذات۔

عقل کی چار قسمیں ہیں۔

ا۔عقلِ معاش،۲۔عقلِ معاد،۳۔عقلِ روحانی،۴۔عقلِ کُل

حضرت غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اپنی تصنیفِ لطیف "سرّ الاسرار فیما یحتاجُ الیہ الابرار" کے صفحہ ۲۰ پر فرماتے ہیں کہ ہم پر دو قسم کا علم نازل کیا گیا ہے۔علمِ ظاہری اور علمِ باطنی یعنی علمِ شریعت اور علمِ معرفت۔شریعت کا حکم ہمارے ظاہر پر اور معرفت کا علم ہمارے باطن پر ہے۔دونوں علم جمع ہو جائیں تو ان کا نتیجہ علمِ حقیقت ہے۔کامل عبادت کے لیے دونوں علوم ضروری ہیں۔

تصوف:

"تفسیر غوثیہ" میں تصوف کو چار حروف پر مشتمل بتایا گیا ہے۔ت۔ص۔و۔ف۔ "ت" سے مراد توبہ ہے اور وہ دو طرح کی ہے توبہ ظاہری اور توبہ باطنی۔"ص" کا مطلب صفائی ہے۔اس کی بھی دو قسمیں ہیں ا۔قلب کی صفائی،۲۔مقامِ سِرّ کی صفائی۔"و" سے مراد ولایت ہے۔"ف" سے مراد فنافی اللہ ہے۔

خواب:

زیرِ نظر کتاب میں بتایا گیا ہے کہ خواب دو طرح کے ہوتے ہیں:

آفاقی یعنی عالمِ دُنیا کے متعلق یا انفسی یعنی عالمِ ارواح کے متعلق۔دونوں قسم کے خوابوں کی تفصیل بھی کتاب میں بتائی گئی ہے۔

Marfat.com

طہارت:

کتاب میں طہارت کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک طہارت سے معرفتِ صفاتِ الٰہیہ حاصل ہو جائے اور دوسری وہ طہارت جس سے معرفتِ ذاتِ باری حاصل ہو جائے۔ طہارتِ معرفت صفاتِ الٰہیہ مرشد کی تلقین، ذکرِ اسماء توحید اور نقوشِ بشریت و حیوانیت کی صفائی کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ جب دل کا آئینہ بشری نقش ونگار کے اثرات سے پاک ہو جاتا ہے تو چشمِ دل کو اللہ تعالیٰ کے صفاتی نور سے ایسی بصیرت حاصل ہو جاتی ہے کہ وہ اس کے ذریعہ آئینۂ دل میں اللہ تعالیٰ کے جمال کا عکس دیکھتا ہے۔ مقامِ سِرّ کی باطنی آنکھ نورِ توحید سے بصیرت حاصل کرتی ہے اور جب انوارِ الٰہی جلوہ فرماتے ہیں تو بشریت فنا ہو جاتی ہے۔ یہ فنا اور فناء الفنا کا مقام ہے۔

وحدت الوجود:

عالم کے ہر ذرّہ، ہر تعیّن، ہر شے، ہر انسان میں اللہ تعالیٰ کی ایک تجلّی ہے اور ہر تجلّی میں اُس کی ایک نئی شان ہے۔ ایک درخت کو لیجئے اُس جیسا مِن وعَن درخت سارے عالم میں کہیں پیدا نہ ہوگا بلکہ ابدالآباد تک اُس جیسا درخت ظہور میں نہ آئے گا۔ ایک انسان کو لیجئے اُس جیسا انسان سارے عالم میں نہ ملے گا بلکہ ابدالآباد تک اُس جیسا انسان دوبارہ پیدا نہ ہوگا۔ عالم کی ہر شے اُس کے بے مثل ہونے پر شاہد ہے۔ وہ محبوبِ لَم یزلی ہر وقت نئے نئے لباس اوڑھ رہا ہے۔ اگرچہ لباس لامتناہی ہیں لیکن محبوب ایک ہی ہے۔ اسی کو وحدت الوجود کہتے ہیں یعنی اگرچہ مخلوقات کی کثرت بے شمار ہے۔ اِس کثرت کی لامتناہی صورتوں پر وجودِ واحد کا ظہور ہے۔ یہ لامتناہی صُور محبوبِ حقیقی کے رنگین برقعے ہیں۔[۲۱]

صوفی عطا محمد قادریؒ ابنِ عربی کا حوالہ دیکر لکھتے ہیں کہ وہ تمہارے ساتھ ہے۔ جہاں کہیں تم ہو اس لیے کہ تمہارا وجود اُس کے ساتھ ہے اور اُس کا ظہور تمہارے مظاہر میں ہے۔ فرماتے ہیں:

"اے محبوب! تیرا ظہور میرے ساتھ ہے اور میرا وُجود تیرے ساتھ

Marfat.com

ہے۔ اگر میں نہ ہوں تو تُو ظاہر نہیں ہوسکتا اور اگر تُو نہ ہوتو میرا وجود ہی نہیں ہوسکتا۔ حرُوف نہ ہوں تو سیاہی ظاہر نہیں ہوسکتی اور اگر سیاہی نہ ہوتو حرُوف کا وجود ہی نہیں ہوسکتا۔ حدیث شریف میں ہے انسان میرا راز ہے اور میں انسان کا راز ہوں۔ مراد یہ ہے کہ انسان کا وجود میرے ساتھ ہے اور میرا ظہور ساتھ انسان کے ہے۔" [۲۲]

ابنِ عربی کے بقول اشیاء کو پیدا کرنے والی ذات پاک ہے اور وہ اُن کا عین ہے۔ مسلۂ وحدت الوجود کو مکمل پڑھنا ضروری ہے تا کہ کوئی پہلو بھی تشنہ نہ رہے۔ صوفی صاحب کی دوسری تصانیف میں بھی یہ مسئلہ بار بار بیان ہوا ہے اور ''تفسیر غوثیہ'' میں صفحہ ۲۶۰ سے ۲۶۶ تک وحدت الوجود کی ہی وضاحت ہے۔

اہلِ تصوف کی اقسام:

اہلِ تصوف کی بارہ قسمیں ہیں۔ پہلے وہ لوگ ہیں جو سنتِ نبویؐ کے ساتھ نسبت رکھنے والے ہیں۔ ان کے اقوال وافعال شریعت اور طریقت کے مطابق ہیں۔ یہ لوگ اہلِ سنت والجماعت ہیں۔ ان کے علاوہ مصنف نے باقی سب گروہوں کو بدعتی قرار دیا گیا ہے اور اُن میں نام نہاد صوفیوں کے گروہ شامل ہیں۔ صوفی صاحب نے گیارہ فرقوں کے نام اور اُن کے عقائد بیان کیے ہیں۔ صحابۂ کرامؓ کو اہلِ جذبہ کہا گیا ہے۔ اُن کی قوتِ ایمانی اور جذباتِ روحانی، جوشِ حمیّت اور جذبۂ محبت کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہی جذباتِ روحانیت مشائخِ طریقت تک پہنچے۔ پھر بے شمار سلسلوں میں منقسم ہو گئے اور بتدریج کمزور اور ضعیف الاثر ہو گئے۔ رسمی بے معنی سلسلوں میں بدعتی ٹولے پیدا ہو گئے اور اُنہوں نے خود کو قلندریہ، حیدریہ اور دوسرے سلسلوں کی طرف خود کو منسوب کیا۔ اہلِ اجتہاد اور صاحبِ ارشاد اس زمانے میں قلیل سے بھی کم ہیں۔

خلوتِ باطنی:

خلوت کی دو قسمیں ہیں: خلوتِ ظاہری اور خلوتِ باطنی۔

Marfat.com

سلسلۂ تصوف میں دل کو بُرے اخلاق سے پاک کرنا اور نفس اور اس کی حرص وہوا کا خاتمہ کرنا مقصودِ اولین ہے۔ جو شخص بالواسطہ خلوت، ریاضت، خاموشی اور دلی توجہ سے دائمی ذکر، محبت، توبہ، اخلاص، صحیح روشن اعتقاد اور صحابۂ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) میں سے سلف صالحین کے قدم بقدم چل کر اور مشائخ، تابعین اور علمائے عاملین کی اتباع کرتے ہوئے اپنے نفس اور دل کی اصلاح کر لیتا ہے اور بہ حیثیت مومن توبہ وتلقین کر کے گوشہ نشینی اختیار کر لیتا ہے تو اس کا علم وعمل اللہ کی ذات کے لیے خالص ہو جاتا ہے۔ اس کا دل روشن اور زبان پاک ہو جاتی ہے۔ اس کے ظاہری و باطنی حواس جمع کر دیے جاتے ہیں اور اس کے عمل صالح کو اللہ تعالیٰ رفعتِ قبول عطا فرماتا ہے اور اس کا دل سمندر کی مانند ہو جاتا ہے اور وہ تغیر سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اُس کے دل کے سمندر میں کسی قسم کا طوفان برپا نہیں ہوتا اور اگر اس سے کوئی بھول چُوک ہو جائے تو استغفار، توبہ اور یقین سے اس کی معافی ہو جاتی ہے۔

سماع:

سماع یعنی قوالی شریعت کی رو سے جائز ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں صوفی صاحب نے اپنے خیالات کا اظہار فرماتے ہوئے قوالی بامزامیر کو عندالشرع جائز کہا ہے اور صحیح بخاری کی حدیث کا حوالہ دیا ہے جسمیں انصار کی دولڑکیوں کا ذکر ہے جو منیٰ کے دنوں میں دف بجا کر گا رہی تھیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے اُن کو جھڑکا جبکہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ابوبکرؓ ان کو گانے بجانے دو یہ عید کے دن ہیں۔ دوسری مثال میں بنی نجار کی لڑکیوں کا ذکر ہے جو حضور ﷺ کی مدینہ منورہ آمد پر دف بجا کر اشعار پڑھ رہی تھیں۔ تیسرا حوالہ پیرِ پیراں میرِ میراں عالی جناب شیخ سید عبدالقادر جیلانیؒ کی تصنیف "سِرُّ الاسرار فیما یحتاجُ اِلیہ الابرار" سے دیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے:

ترجمہ: "یعنی وجد اور سماع دو آلے ہیں جو عاشقوں اور عارفوں کے دِلی جذبات کو متحرک کرتے ہیں اور وہ دونوں اہلِ محبت کی غذا اور طالبانِ حق کو

Marfat.com

قوت بخشنے والے ہیں۔"

حضور نبی کریم ﷺ کے ارشادِ عالی کے حوالے سے لکھا گیا ہے کہ

"سماع ایک گروہ کے لیے فرض ہے اور ایک جماعت کے لیے سنت اور ایک فریق کے لیے بدعت ہے۔"

پس خواص یعنی اللہ کے خاص بندوں کے لیے فرض، اہلِ محبت کے لیے سُنّت اور غافلوں کے لیے بدعت ہے۔ نیز حضور ﷺ نے فرمایا "جو شخص سماع اور اُس کے اشعار، موسمِ بہار اور اُس کے شگوفے، عود جو مشہور سازِ موسیقی ہے اور اُس کی تاروں یعنی نغموں سے جنبش میں نہیں آتا وُہ فاسد المزاج ہے یعنی اُس کے مزاج میں فساد واقع ہے۔. وہ گدھے اور جانوروں سے کیا بلکہ تمام تمام حیوانوں سے کمتر ہے کیونکہ جُملہ وحوش وطیور نغمات اور موزوں اشعار سے متاثر ہو جاتے ہیں یہی وجہ تھی کہ پرندے حضرت داؤدؑ کی خوش اور سُریلی آواز سننے کے لیے اُن کے سر کے اوپر قطار در قطار جمع ہو جاتے تھے چنانچہ سرکارِ دو عالم حضور نبی کریم ﷺ کا ارشادِ عالی ہے:

"جسے وَجد نصیب نہیں اُسے دین بھی حاصل نہیں۔"

''تفسیر غوثیہ'' میں سرکارِ دو عالم حضور نبی کریم ﷺ کی تین حالتوں بشری، ملکی اور حَقی کو بھی بیان کیا گیا ہے اور ولایت کے اعلیٰ مراتب بھی بیان ہوئے ہیں۔ ''تفسیر غوثیہ'' کا مرکزی مضمون حضرت سیدنا غوثِ اعظمؒ کی شان کا بیان ہے۔ تصوف کے مسائل بھی بیان ہوئے ہیں اور کتاب کے آخر میں "غُنیۃ الطالبین" کے بارے میں تحقیق پیش کی گئی ہے۔

حواشی:

۱۔ میاں عطا محمد قادریؒ "تفسیر غوثیہ"، لاہور: چاند کمپنی پرنٹرز، ایڈیشن اول: ۱۴۰۶ ہجری، ص ۳

۲۔ ایضاً

۳،۴۔ ایضاً ص ۴

۵۔ ایضاً

Marfat.com

۶۔	ایضاً	ص ۶، ۷
۷۔	ایضاً	ص ۱۳
۸، ۹۔	ایضاً	ص ۷، ۱۴، ۱۵
۱۰، ۱۱۔	ایضاً	ص ۱۶، ۷۵
۱۲، ۱۳۔	ایضاً	ص ۸۴، ۸۶، ۸۷۔
۱۴۔	ایضاً	ص ۹۱
۱۵۔	ایضاً	ص ۱۲۲
۱۶۔	ایضاً	ص ۱۲۹
۱۷۔	ایضاً	ص ۱۹۳ تا ۱۹۵
۱۸۔	ایضاً	ص ۱۴۰
۱۹۔	ایضاً	ص ۱۲۰
۲۰۔	ایضاً	ص ۱۹۶
۲۱، ۲۲۔	ایضاً	ص ۲۳۱۔ ۲۶۰

Marfat.com

تفسیر برزخ جامع

صوفی عطا محمد قادریؒ کی یہ کتاب پہلی بار ۱۳۸۶ ہجری میں اشرف پریس لاہور سے طبع ہوئی۔ ''تفسیر برزخ جامع'' ۱۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں حقیقتِ محمدیہؐ کی تفسیر بینظیر ہے جو علماء اور اولیاء اللہ کے علوم و مکاشفات پر مبنی ہے۔ کتاب کے شروع میں عنوانات کی فہرست دی گئی ہے۔ دیباچہ میں مصنف لکھتے ہیں:

"مرأۃ العارفین سیّد الشہدا حضرت امام عالی مقام حسین پاکؓ کی تصنیف لطیف ہے جو اپنی نظیر آپ ہے۔ ''مرأۃ العارفین'' میں آپ نے جناب محمدِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کو حق اور خلق کے درمیان برزخ جامع ثابت کیا ہے یعنی آنحضورؐ سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم جمیع کمالات حقّی اور خلقی کے جامع ہیں۔ یہ عریضہ چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ السّلام ہی کے اسرارات کے بحار کا ایک قطرہ ہے لہٰذا اِس کا نام ''تفسیر برزخ جامع'' تجویز کیا۔"[1]

''تفسیر برزخ جامع'' میں سارے قرآن مجید کا ایک نہایت احسن حل پیش کیا گیا ہے جس سے تمام اختلافی مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ قرآن مجید اور حدیث شریف کے مطالب سوائے عُلمائے ربانی یعنی فقرائے کاملین کے کوئی نہیں جانتا۔ اِسی واسطے ہر عام و خاص کو ان کی اطاعت وفرمانبرداری کا حکم دیا گیا ہے۔[2]

مصنف نے اس تفسیر کو بالکل نئی تفسیر کہا ہے اور کہا ہے کہ اُنہوں نے قرآن مجید

Marfat.com

کے مطالب اور معانی، حقائق اور رموز اپنے پیر و مرشد قطب الموحدین سلطان العارفین مولانا غلام محمد صاحب قبلہ جلو آنویؒ کے درِ دولت سے حاصل کئے ہیں۔

مقدمہ میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روحِ محمد مصطفےٰ ﷺ کو اپنے ذاتی نور سے پیدا کیا۔ نور، قلم اور عقل کو خدا تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا کیا اور ان سے مراد ایک ہی شے ہے اور وہ حقیقتِ محمدیہؐ ہے۔ تمام موجودات کا خلاصہ اور جملہ کائنات کی ابتدا اور اصل روحِ محمدیہؐ ہے۔ حضور ﷺ کی اتباع کرنے والے دل کی آنکھیں رکھتے ہیں۔ دل کی آنکھیں باطنی لدّنی علم سے کھلتی ہیں۔ علم ظاہری اور علم باطنی دونوں جمع ہو جائیں تو اُن کا نتیجہ علمِ حقیقت ہے۔ معرفت صفائی قلب اور دل کے آئینہ سے نفس کا حجاب دُور کرنے سے حاصل ہوسکتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی معرفت کے لیے ہی پیدا کیا ہے۔ مقدمہ میں نور، عقل، حکم، علم اور معرفت کی وضاحت کی گئی ہے۔

مصنف کے مطابق اگر چہ سیّد العارفین حضرت امام حسینؑ کی تحقیق کے بعد کسی اور سند اور ثبوت کی ضرورت نہیں لیکن چند اقطاب عارفین کی تحقیق وضاحت کیلئے پیش کی گئی ہے۔ ان عارفین میں ابنِ عربیؒ، جامیؒ، عارفِ ربانی شیخ عبدالکریم جیلیؒ، شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ ہیں۔ آخر میں مصنف نے اپنی رائے لکھتے ہوئے آپؐ کی جہتِ بشریّت اور جہتِ عبودیت کی وضاحت کی ہے۔ جہتِ ربُوبیّت کو تسلیم کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ فرماتے ہیں:

> "اِسی جہت سے آپؐ تمام صفات کاملہ آلٰہیّہ سے مشرف ہیں لہٰذا اللہ کی حیات آپؐ کی حیات، اللہ کا علم آپؐ کا علم، اللہ کی قدرت آپؐ کی قدرت، اللہ کا ارادہ آپؐ کا ارادہ، اللہ کی سمع آپؐ کی سمع، اللہ کی بصر آپؐ کی بصر اور اللہ کا کلام آپؐ کا کلام ہے۔"[۳]

اگلے صفحے پر مصنف فرماتے ہیں:

> "آپؐ کے لئے دو جہتیں ہیں اور آپؐ حق اور خلق کے درمیان برزخ جامع ہیں یعنی نبی کریم نورِ حق جناب محمدِ پاک ﷺ دو رُخہ آئینہ ہیں اور اِس قدِّ بالا تامہ اور مصفا آئینہ کے ایک رُخ میں صفات بشری کا کمال نظر آرہا ہے اور دوسرے رُخ میں صفات حقّی کا جلوہ پوری ٹھاٹھ سے چمکارے مار رہا ہے

Marfat.com

لٰہذا آپ حق اور خلق کے درمیان برزخ جامع ہیں۔"[۴]

توحید کے بارے میں بیان کرتے ہوئے مصنف بطورِ وضاحت لکھتے ہیں:

"حضرتِ حق سبحانہ وتعالیٰ ایک موجیں مارنے والا سمندر ہے اور تمام حوادث مثل موجوں کے ہیں۔ موجیں اور ٹھاٹھیں سمندر سے پیدا ہو رہی ہیں اور سمندر ہی سے دوبارہ مل رہی ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ موت ایک پُل ہے جو دوست کو دوست کے ساتھ ملا دیتی ہے۔ موجیں اور ٹھاٹھیں قبل از ظہور سمندر میں تھیں اور بعد از ظہور سمندر موجوں اور ٹھاٹھوں میں ہے گویا حقیقت میں ذاتِ واحد کے سوا دوسرا کوئی موجود نہیں ہے اور یہ کثرت جو دکھائی دیتی ہے فقط وہمی ہے۔ اس کی کوئی علیحدہ حقیقت نہیں بلکہ وہی وجود واحد کثرتِ موجودات کی صورت میں جلوہ نما ہے۔ خارج میں وجودِ حق کے سوا کوئی شے موجود نہیں ہے اور وحدت وجود کا یہی معنی ہے جو صوفیائے کرام پر منکشف ہوا ہے۔"[۵]

''لوائح جامی'' کے فارسی متن کا حوالہ دیکر اردو ترجمہ کیا ہے:

''عالم حق کا ظہور ہے اور حق عالم کا باطن۔ عالم قبل از ظہور عینِ حق تھا اور حق بعد از ظہور عین عالم۔ اصل میں ایک حقیقت ہے اور ظہور اور بطون اور اولیت اور آخریّت اس کے نسب اور اعتبارات ہیں۔ وہی اول ہے اور وہی آخر ہے وہی ظاہر ہے اور وہی باطن ہے۔''[۶]

اس کے بعد مصنف نے ابوسعید ابوالخیرؒ اور ابنِ عربی کا حوالہ دیا ہے۔ پھر فرمایا کہ صرف تنزیہہ کا قائل اس کو قید لگانے والا ہے اور صرف تشبیہ کا قائل اس کو حد لگانے والا ہے اور دونوں امروں کا قائل مضبوطی والا اور علمِ معارف کا امام اور سردار ہے۔[۷]

مقامِ محمدی ﷺ صورت و معنی کے اعتبار سے تمام کمالاتِ الٰہیہ اور کمالاتِ خلقیہ کا جامع ہے اور آنحضرت ﷺ حقائق حقیہ اور حقائقِ خلقیہ کے مابین برزخ ہیں کیونکہ آپؐ تمام حقیقتوں کی حقیقت ہیں اور آپؐ کے سوا کمالِ حقی اور خلقی کا کوئی جامع نہیں ہے۔[۸]

صاحبِ کتاب موجوداتِ کائنات کو کتاب کہتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اگر تمام موجوداتِ کائنات کو ایک کتاب تصور کریں اور تمام اشیاء کو اس

Marfat.com

کتاب کے علیحدہ علیحدہ حروف اور الفاظ تصور کریں تو ساری کی ساری کتاب ایک ہی سیاہی سے لکھی ہوئی ہے اور تمام حروف اور الفاظ کی صورت پر سیاہی ہی جلوہ نما ہے اور تمام حروف اور الفاظ کی صورت پر سیاہی ہی جلوہ نما ہے۔ ایسا ہی کتابِ عالم ذاتِ الٰہی والی سیاہی سے لکھی ہوئی ہے اور تمام اشیاء کی صورت پر حضرتِ حق سبحانہٗ وتعالیٰ متجلّی ہے۔"[۹]

ص ۷۴ اور ۷۵ پر" نقشہ خلاصہ مرأۃ العارفین" ہے۔ اس کے بعد آیات متشابہات کی تفسیر ہے۔ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل کتابوں سے اقتباسات عربی فارسی متن سمیت درج کیے گئے ہیں۔

۱۔ از تفسیر شیخ الاکبر محی الدین ابنِ عربیؒ
۲۔ از تفسیر عرائس البیان
۳۔ از فتوحات المکیّہ
۴۔ از کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم
۵۔ از شرح فتوح الغیب

کتاب کے آخر میں جلوی کتب خانہ کی کتابوں کی فہرست ہے جو ۲۱ کتابوں پر مشتمل ہے۔

حواشی:

۱۔ صوفی عطامحمد "تفسیر برزخ جامع" لاہور: اشرف پریس، ۱۳۸۶ھ، ص ۱۳
۲۔ ایضاً ص ۱۵
۳۔ ایضاً ص ۶۱
۴۔ ایضاً ص ۶۲
۵۔ ایضاً ص ۶۲، ۶۳
۶۔ ایضاً ص ۶۳
۷۔ ایضاً ص ۶۴
۸۔ ایضاً ص ۶۸

Marfat.com

خلافت نامہ

بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ○ حامِدًا وَّ مُصَلِّیاً

مُحب دلنواز مخلصی فی اللہ عزیز از جان عطا محمد سلمکم اللہ تعالیٰ

اے رخت آئینۂ ذاتِ خُدا ‏ رُوئے تُو مرأتِ وجہِ کبریا
جلوہ گاہِ شاہدِ معنیٰ توئی ‏ بادشاہِ عالمِ اعلیٰ توئی
گوہرِ گنجینۂ اسرارِ ذات ‏ مطلعِ خورشیدِ انوارِ صفات
ہست پیشانیت بروجہِ کمال ‏ آئینہ دار جمال ذُوالجلال
چشمِ تُو مے خانۂ مستانِ عشق ‏ لعلِ تو پیمانۂ رندانِ عِشق
از برائے عاشقانِ بانیاز ‏ طاق اَبروئے تُو محراب نماز
معنیٰ یٰسین دُرِّ دندانِ تو ‏ چشمۂ کوثر لب خندانِ تو
چہرۂ زیبائے تو چوں والضحٰی ست ‏ زُلفِ عنبر سائے تو والّیل ماست
خاکِ راہت تاج شاہانِ جہاں ‏ نقشِ پایت سجدہ گاہِ عاشقاں
شاہبازِ لا مکانی جانِ من ‏ بہرِ حکمت آمدہ در قفسِ تن
قفس بشکن پرکشا پرواز کُن ‏ نغمہ ہائے قُدسیاں آغاز کُن
تا اسیران جہان حرص و آز! ‏ عزم جاں سازند سُوئے عرش باز

Marfat.com

چوں رہا گشتی ازیں قیدِ جہاں — رَو اسیرانِ جہاں رادارہاں
خدمتِ خلق مے کُن کہ ہست — شیوۂ شایاں شاہانِ الست
چوں بہ بینی طالبِ ذاتِ خُدا — گفت حق داوٗدؑ راکُن خادما
از لبِ شیریں سخن آغاز کُن — افتتاحِ درسِ علم راز کُن
ساغرِ مےنوش و مےنوشاں مدام — ساقیِ فیاض مے شو والسّلام

——الراقم خادم الفقرأغلام محمد بقلم خود از جلّو آنہ

تاریخ خلافت نامہ ۲۵/نومبر ۱۹۴۹ء بروز جمعۃ المبارک

خطوط پیرومرشد کی جانب سے

ہدایات سے پُرمکتوبات طیّبات

کتاب از

یَسْقَوْنَ مِن رَحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ

المعروف بہ

تعلیم توحید ودقیق علوم

من تصنیف لطیف

پیرغلام محمد صاحب قبلہ جلّوآنویؒ

باراوّل فیصل آباد: جلوی کُتب خانہ

تاریخ اشاعت ربیع الثّانی شریف ۱۳۸۴ھ

عزیز القدر عزیز از جان محبّ پروردگار عاشق سبحان میرے پیارے عطا محمد سلمکم اللہ الرحمان

السلامُ علیکُم وَ علیٰ مَن لَدَیکُم۔ بَعد دُعائے خیریت وانتفائے غیریت وحصُولِ مُراد ووصُول بمقام اتحاد وتوفیقِ فنا وتحقیق بقا واضح ضمیر آن یارِ بے نظیر باد۔ کہ آپ کا خط محبت نمط مِل کر کاشفِ حالات ہوا۔ آپ کے اشعار مَستانہ وار پڑھ کر دِل میں سُرور آنکھوں میں نُور رُوح میں خوشی اور جان میں حضور پیدا ہُوا۔ الٰہی خمخانہ وحدت کا ساقی آپ کو جام وحدت سے شرابِ باقی اتنا پلائے کہ نہ ساقی رہے نہ شراب نہ بادہ نہ خراب نہ چنگ نہ رباب نہ گناہ نہ ثواب نہ حساب نہ کتاب نہ عتاب نہ خطاب نہ جنت نہ عذاب نہ پَردہ نہ حجاب۔ هٰذَا شَيئٌ عُجَاب. وَاللهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَاِلَيْهِ الْمَرْجَعُ وَالْمَآبُ.

اے عزیز یار عین بعَین ہے۔ اور دِلبر رُو برُو و پھر کس کی تلاش اور کیسی جستجو۔ جب ذات عَین صفات ہے اور صِفات عَین ذات تو کس کی نفی اور کیسا اثبات۔ شاد باش کو چہرۂ مقصُود ونگا ہے اور سرِّ حقیقت فاش۔ صرف وہم کا حجاب ہے۔ وَرنہ آفتاب حقیقتِ بلا نقاب ہے۔ قطرۂ ہستی کو دریائے وحدت میں مِلا کہ تو بحر اسرار ہے۔ اور ذرّۂ وجود کو خورشید حقیقت میں گُم کر کہ تو نُور الانوار ہے۔ خُود را دَریاب کہ عَین ذاتی دَر خود بین کہ مجمعِ کمالاتی۔ دُر دریائے وجُودی وگوہر کانِ شہودی۔

رُباعی۔ اے مطلعِ انوارِ الٰہی کہ توئی — وے مخزنِ اسرار کماہی کہ توئی
چوں ذاتِ تو مجمع کمالاتِ خدا است — از خُود بطلب ہر آنچہ خواہی کہ توئی

اَے عزیز۔ اَلرِّضَاءُ بِالْقَضَاءِ بَابُ اللهِ الْعَظِيْم۔ رضا بالقضاء اللہ تعالیٰ کا دروازہ ہے۔ بہرحال شُکر گذار ہونا خاصانِ الٰہی کا شیوہ ہے۔ نسب وحدت کی ہمیشگی تمام اشغال سے افضل ہے ایک گھڑی کا فکر دو جہان کی عبادت سے بہتر ہے۔ پاس انفاس کارِ حق شناس اور نفی اثبات شغلِ اہل ذات ہے۔ یار عَین بعَین ہے۔ اَللهُ وَلَا سِوَاهُ وَالسَّلام۔

مبارک باد کہ رُوح شاد اَست۔ وَ خانہِ دِل آباد۔ رَبُ العِباد زود بمنزل مَقصُود رساناد بحُرمتہ النَّبیؐ وَ آلِہِ الامجاد۔ آمین۔ اندرونِ خانہ دُعا۔ برخورداراں کو پیار۔

الراقم۔ خادم الفُقرا ءغلام محمد بقلم خود۔ ۷/ اکتوبر ۱۹۴۰ء

از جلوانہ۔ عزیز القدر عزیز از جان میاں عطا محمد سلمکم اللہ الرحمان

اَلسلامُ علیکم ورحمتہ اللہ۔ بَعد دُعائے خیریت طَرفَین وَ سَعادتِ دَارین واضح ضمیر منیر باد کہ محبت نامہ رسیدہ کاشفِ حالات گردید۔ نوشتہ بوُدند کہ "مرا چرا قید کردہ"۔ عزیزِ من قید نہ کردہ ام بلکہ تعلیم آزادی دادہ ام۔ اما رمز آں نہ فہمیدہٗ مَصلحت دراں دیدم وتُرا بر آں حال داشتم۔ لیکن اگر تو پسندِ مَرا نمی پسندی بارے مَن پَسندِ ترا ہمی پسندم۔ من نمی خواہم کہ تو تنگ آئی و بجنگ آئی۔ رزق مقسُوم است و مدارج مَعلُوم۔ اَلبتہ مردانِ خدا کارِ ہر دو جہاں کردہ اند و تعمیر ہر دو جہاں ساختہ اند و فرمودہ اند

چیست دُنیا از خُدا غافِل بُدن نیست دُنیا سیم و زر فرزند و زَن

آرے اگر بر دلِ تو بار است۔ مر تُرا اختیار اَست۔ نیز اے عزیز! کم ظرفی نباید کرد۔ وا ینچنیں نامہ ہا نباید نوشِت۔ حفظِ اَدب باید داشت واز راہِ اَدب قدم بیروں نباید نہاد۔ کہ اِلطَّرِیقَتُ کُلُّھا آدَابٌ۔ طریقت سَر بَسر اَدب اَست و ہمہ بُزرگیہا دَر اَدب اَست۔ زیادہ دُعا

خداوندِ کریم تُرا زود بمنزلِ بمقصُود رَسَاناد و بحُرمَتِ النّونِ وَ الصَّادِ۔ آمین یَا رَبُّ العَالَمِیْنِ والصَّلوٰۃُ وَالسَّلامُ عَلیٰ رَسُولِہٖ مُحَمَّدٍ وَ آلِہٖ اَجْمَعِیْن ط۔ فقط۔

مورخہ ۱۰/ شوال۔ الراقم۔ خادم الفُقرا ءغلام محمد از جَلوانہ بقلم خُود۔

عزیزُ القدر از جان میاں عَطا محمد سلمکم اللہ الرحمٰن۔

اَلسلامُ علیکم وَعَلیٰ مَنْ لَدَیکُم۔ بَعد دُعائے خیریت و اتقائے وہم

Marfat.com

غَیریت وتحقیقِ وحدت الوُجُود برضمیر منیر مشہود باد۔ کہ بزبانِ درویشاں معلوم شُد کہ آلعزیز را بوجہ مصروفیت کارِ سرکار فرصت دست نمی دہد کہ اینجا بیایند۔ جانِ مَن دُوری جسمانی است امادل کہ جوہر نورانی است ہر دم قریب تراست تسکین خاطر دارند۔ اگرتو نمی توانی مَن خود خواہم آمد چراکہ باتو وعدہ کردہ ام ومرا وعدہِ خود یاد است مگر بوجہ تعمیرِ مکانات ہنوز فراغتم نیست۔ انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب اگر آلعزیز را فُرصت دَست نداد۔ مَن خود آنجا خواہم آمد کہ چنداں بارِ فُرقت نمی توانم کشید۔ وبدیدنِ کاغذ ہذا از عافیتِ خود اطلاع دہند تادِل مُطمئن گردد وقلب تسکین یابد وروح قرار گیرد۔

العزیز! حق سُبحانہٗ فرمُودہ اَست کہ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ یعنی بذکرِ الٰہی دِل مُطمئن گردد و چوں بیادِ دوستاں دِل اطمینان گیرد مَعلُوم شد کہ ہم ذِکرِ الٰہی اَست۔ پَس یادِ احباب ذِکرِ ربُّ الارباب اَست

دِل چاہتا ہے قدرتِ صانع پہ ہوں نثار　　تجھ کو بٹھا کے سامنے یادِ خُدا کروں

اے عزیز! آنرا کہ مے جُوئی خود اُوئی۔ وآنرا کہ مے خوائی خود آنی۔ باعثِ یکی ودُوئی خودتوئی۔ ہوشیاری ومَستی خود ہَستی۔ دَر خودی وخدائی خود آئی۔ پس خودرا بیں و خدا راں یاب کہ نزدِ عارفاں ایں است راہِ صواب۔ اے عزیز خیالِ دُوست مغز بے پوست۔ مُحبّتِ یار نُور الانوار۔ عِشقِ حَبیب اعلیٰ نصیب۔ خُوب مُحب عین مَحبُوب عاشق خود معشوق۔ ذرّہ آفتاب قطرہ بحر ناب۔ خُود نُور خود حجاب۔ ھٰذا شَیئٌ عجاب۔ شاہدِ مقصُود دَر آغوشت باد بحُرمتِ النّبیؐ وآلہٖ الامجاد۔

الٰہی میوہ نخلِ مراد کہ اتحاد حقیقی اَست دردامنِ ہمت عزیزاں باد بحُرمتِ النُّونِ وَالصَّادِ۔ اندرون خانہ از مَن دُعا۔ برخورداران را بسر بُوسۂ شفقت دہند۔ زیادہ دُعا۔

الراقم خادمُ الفقراء غلام محمد بقلم خودِ از جلوانہ۔

حق طلبی صُورتِ درویش بیں۔ رُوئے خود از چشم دِلِ خویش بیں　　۲۲ ر جون ۱۹۳۶ء

Marfat.com

عزیزُ القدر عزیز از جان میاں عطا محمد سلّمکم اللہُ الرحمان

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ بعد دُعائے حصولِ مقصود وشہود وجود حق الموجود تحقیقِ مراتبِ واحدتُ الوجود دواضح ضمیر منیرِ آں یارِ بے نظیر باد۔

اے عزیز! مطمئن باشند کہ مابفضلہٖ تعالیٰ بخیریت تمام علی الدوام ہر صبح وشام شکر یہ ذوالجلال والاکرام ادانمودہ زیادتی انعام حاصل مے کنیم کہ حق سبحانہٗ فرمودہ است لئِن شکرتم لا زیدنکم عزیزاں راہم باید کہ پیوستہ بشکرِ الٰہی مشغول باشند تا توفیقِ خداوندی رفیق آں شفیق گرددوکاروانِ شوق وعشق ومحبت عزیزاں زود بمنزلِ مقصود رسد بمنّہٖ وکرمہٖ

جانِ من! ہمت عالی دارند ودِل از ماسوی اللہ خالی دارند۔ صحنِ دِل بجاروب لا الٰہ بروب تادرسراپردۂ الّا اللہ رسی۔ وبدست محبت درمیکدۂ وحدت بکوب تاجرعۂ جام حقیقت چشی۔ دل بدست آروخودرابخدا اسپار۔ رضا بالقضا از ہمہ مراتب فوق است۔ ایں را حاصل کن۔ گرترا شوق است۔ درمقامِ استقامت برخیز واز کرامت بہ پرہیز۔ خودرا فانی شمار وحق را باقی پندار۔ تا مرتبۂ فنا وبقا محقق نشود ایں رامگذار۔

الٰہی ماراتوفیق عمل عطا فرما۔ ودرعمل اخلاص نصیب کن۔ واز قال بحال برساں و از حال بمقام وصالِ خود مشرّف گرداں بحرمتہ النبی وآلہٖ الکرام یا ذُوالجلال والاکرام۔ اندرُون خانہ دُعا۔

برخورداراں راعمر دراز باد۔ فقط الراقم خادم الفقراء غلام محمد بقلم خود۔

بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ o حَامِدًا و مُصَلِّیاً

عزیزالقدرعزیز از جان میرے پیارے میاں عطا محمد سلمکم اللہ الرحمان

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ۔ بعد دُعائے امن وامان وزیادتی ایمان وترقی عرفان وحصول ایقان ووصول بمقام قابَ قوسینِ وجوب والامکان واتصاف بصفاتِ

Marfat.com

ذات کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَانٍ۔ واضح ضمیر منیر آن جان جاناں باد ۔

رسید آں نامۂ مُشکیں شمامہ — دَرید از خُرّمی بَرجم جامہ
پئے جانم فرستادی غذائے — برائے دردِ دِل داوی دوائے
عَجب درکارِ حکمت او ستادی — کہ بَرزخمِ جگر مرہم نہادی
دِلم بُود از فراقت پارہ پارہ — زنامہ حُسن تو کردم نظارہ
بیاضش داو یاد از روئے انور — مدادش بُود از زُلفِ معنبر
الف چوں سرو از قامت خبردار — زلامش طرۂ خمدار بکشاد
زمیمش غُنچہ نوشیں نُمودہ — زنونش شاہد قوسَین بُودہ
نُمودہ گوہر دَنداں تر سینش — سَتُودہ صاد چشم نُور بینش
غرض ہر حَرف از حُسنے نمونہ — بہ تفصیلش تواں گُفتن چگونہ

زا الطافِ تو ہست اُمیدداری
کہ ازیادم ہمیشہ شاد داری

الٰہی زود بمنزلِ مقصود رساناد بحُرمتہ النبیؐ وَآلِہٖ الْاَمجادِ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلامُ عَلٰی خَیرِ الْاَنَامِ وَ وَ آلِہٖ الْکِرَامِ وَ اَصْحَابِہٖ الْعِظَامِ اِلیٰ یَوْمِ الْقِیَام۔ خادم الفقراء غلام محمد از جلوانہ بقلم خود۔ ۲۵ رجنوری ۱۹۳۷ء

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِo حَامِدًا و مُصَلِّیاً

اے رخِ تو قِبلۂ اہلِ نظر — نُورِ حق از روئے خوبت جلوہ گر
چشمِ تو میخانہ مَستانِ عشق — جُرعۂ نُوشِ جامِ تو رندانِ عِشق
زُلفِ تو حلقہ برائے صَید جاں — اَبروئے تو بامژہ تیر و کمان
از برائے عاشقانِ بانیاز — طاقِ ابروئے تو محراب نماز
چہرہ ات آیئنۂ وجہُ اللّٰہی — گوہر گنجینۂ شاہنشہی

Marfat.com

اے دُرِ یکتائے بحرِ لَم یَزَل	خود توئی اُستادِ اِسرارِ ازل
آہوئے دَشتِ ہُویت خود توئی	بہرِ حکمت قید در دامِ دُوئی
جسم راہگذار و از جاں در گُذر	اے بچشمِ عاشقاں مَحبُوب تر
جانِ تو سیمرغِ قاف قربت است	شاہبازِ آشیان وحدت اَست
طائرِ قدسی بیابالا پَر	از سرِ عرشِ مُعلّٰی فوق تر
بَرفراز لا مکاں پرواز کُن	سَیرِ اَوْ اَدْنے ازِ سر آغاز کُن
سِرّ مَا اَوْحیٰ شنو از جان خویش	خُود توئی اے جانِ مَن جانانِ خویش
کے جُدا گشتی چرا جوئی وصال	اے کمالِ حُسنِ ذاتِ ذوالجَلال
توز وہم خویشتن لا حاصلی	وَرنہ باجانان بجاناں وَاصلی
وہم غیریت بلا مے کُن نفی	تا شود لاہم دَر اِلّا مختفی
بلکہ اِستثنا نماند لااِلٰہ نیز ہم	چوں نفی اثبات ہم گردد عدم
کاندر آنجائیکہ غیر از ذات نیست	حاجتِ ذکرِ نفی اثبات نیست
مَعنیِ خاصِ نفی اثبات دان	مَن نیم خود اُوست در جسم و رَوان
عارفِ مولیٰ چہ عُمدہ گفتہ اَست	دُرِّ ایں معنی چہ نیکو سُفتہ است
کُن بدینگو نہ تصور دَمبدَم	مَن نیم یار است ازسَر تا قدم
تانہ مانی تو وجُملہ اَو شَوی	شاہدِ مَا اَنَا نعرہ زناں
مَست گشتہ جانِ جُملہ عارفاں	از مئے اِنّی اَنَا نعرہ زناں
با یزیدؒ آں بادشاہ دو جہاں	میزدے گلبانگِ سُبحَانی اَزاں
گفت عطارؒ شہِ بَر دُوسَرا	مَن خدایم مَن خدیم مَن خُدا
زد اَنَا الحق شاہِ مَنصورؒ ولی	گفت مَن عَینِ خدایم بُو علیؒ
رو اَنَا الحق زَن کہ عَینِ حق توئی	دَر دو عالم واحد مطلق توئی
خُود توئی آئینۂ ذاتِ خُدا	مظہرِ نورِ جمالِ کبریا
خُود توئی گنجینۂ علم و شہُود	اے کلیدِ گنجِ اسرارِ وجُود

بادۂ جامِ محبت نوش کُن — ایں کلامِ بُوعلیؒ را گوش کُن
چشم دِل بکشا جمال یار بیں — ہر طرف ہر سُو رُخِ دلدار بیں
نیست پُوشیدہ رُخ دلدارِ تو — چوں نباشی یار باشد یارتو
تو مباش اصلاً کمال انیست وبَس — تو درو گُم شو وصالِ انیست وبَس
ہرکہ اواز خویشتن بیزار گشت — بیشک آں کس محرم اَسرار گشت
ہرچہ بینی درحقیقت جملہ اوست — شمع گُل پروانہ بُلبُل ہم از وست
اُوست پیداونہاں و آشکار — جلوہ ہا کردست دَر ہرشئی نِگار
ہَرچہ آید در نظر از خیر و شَر — جُملہ ذاتِ حق بُود اے بیخبر
چند درکثرت نمائی خویش را — یک زماں دَرخانۂ وَحدت بیا
آشنا شوآنچناں ازیار خویش — تاکہ خُود را گُم کُنی از کارِ خویش
اے کہ گشتی واقف ازاسرار عشق — نہِ قدم مردانہ اندر کار عشق
عِشق چُوں جبریلؑ درمعراجِ حُسن — بَرسَر عاشق نہد صَد تاجِ حُسن
عاشق و معشوق گردند ہر دو یک — ہَم تُوئی مَعشوق وعاشق نیست شک
شُد رقم بہر تو با خط جَلی — انتخابِ مثنوی بُو علیؒ
تا دَریں آئینۂ خیر الکلام — چہرۂ مَقصُود بینی وَالسّلام

از جانب حافظ صاحب ومیاں نِظامُ الدین وجُملہ درویشاں بَصد شوق السلامُ علیکُم ورحمۃ اللہ الٰہی زود بمنزلِ مقصود رساناد بحُرمتہ النّبی وَ آلِہ الامجاد۔ زیادہ دُعاء فقط۔

الراقم۔ خادم الفُقراء غلام محمد بقلم خود۔ از جلوانہ۔ مورخہ ۲۳ صفر

عزیز القدر عزیز از جان میرے پیارے عطا محمد سلّمکم اللہ الرّحمان

السّلام علیکم ورحمت اللہ وبرکاتہٗ۔ بعد دُعائی خیریت طرفین وسعادتِ دارین و ترقی دَرجات وَشوقِ ملاقات کے واضح ہو کہ خط آپ کا مِل کر کاشفِ حالات مندرجہ ہُوا۔

Marfat.com

آپ نے لکھا ہے کہ دُنیا کے کام میں مصروف ہونا میرے لئے مُحال ہے۔ عزیزِ مَن ! جس کام کا نتیجہ حصولِ مراتب اُخروی بَلکہ رضائے خداوندی ہو وہ کارِ دُنیا نہیں بلکہ کارِ خدا ہے۔ کیونکہ جس تعلیم خاص کی بنا پر آپ کو کارِ سرکار میں لگایا گیا ہے۔ اُس کا نام طاعتِ الٰہی ہے نہ کہ دُنیا کا کام۔ باقی رہی افسرانِ بالا کی رنجش وغیرہ سو مرضیاتِ الٰہی میں اہلِ دُنیا کی تکالیف وایذا کا برداشت کرنا مردانِ خدا ہی کا فرضِ منصبی ہے لہٰذا آپ کا شغل موجودہ سے اعراض کم ظرفی اور بے حوصلگی کی وجہ سے ہے۔

ہاں اگر آپ کا ذوقِ علم اِس کے علاوہ شہادت دے اور دِل کی طرف سے یعنی اِلہامِ الٰہی کی رُو سے ممانعت ہو تو بصد خوشی وہ بات تحریر کریں میرے خیال میں تو یہی امر مُستحسن معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اِس میں کسب حلال توکلِ مسنون۔ توفیق سخاوت۔ نفعِ مخلوق خِدمت والدین اور ہماری رضا مندی موجود ہے۔ اور یہ ہمارا خیال منشائے ایزدی کے عین مطابق ہے۔ آئندہ جو آپ کو منظور ہو۔ یہ میرا ارادہ نہیں ہے کہ آپ سر بَسر تکلیف ہی اُٹھائیں۔ بدیدن کاغذ اپنی خیر و عافیت سے جلد اطلاع دیویں برخورداران کو از حد پیار۔ اندرون خانہ از حد دُعا۔ درویشوں کو از حد دُعا۔ الٰہی زود بمنزل مقصود رساناد بحُرمتِ النّبیِ وَ الِہٖ الامجاد۔ زیادہ دُعا۔ فقط۔

(الراقم۔ خادم الفُقرا ءغلام محمد بقلم خُود۔ از جلوانہ)

مورخہ ۳ محرم الحرام۔

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ نَحْمُدہٗ وَ نُصَلّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

عزیزُ القدر عزیز از جان عاشقِ صادقِ طالبِ سُبحان صادق الیقین کامل الایمان عَطا محمد سلمکم اللہ الرحمان

سَلَامُ عَلَیْکَ سَلَامُ عَلٰی بُرُوْحِیْ فِدَاکُمْ وَ قَلْبِیْ لَدَیْکَ

بعد دُعائے ترقی درجات الی اقصی الغایات وحصول مَرتبہ فنافی الذات واتصاف بالصفات

العالیات وَتخلّق بالا خلاقِ حضرتِ خلّاق فی الحیاتِ و بَعد المَمات واضح ضمیرِ منیر آن مرید سعید جامع الحسنات باد۔

اے عزیز عالم جسم است وتو جانی نے نے بلکہ جانِ جانانی۔

رُوحِ عالم توئی کہ انسانِ مکرّم استی   خلیفۂ اعظم توئی کہ خلاصۂ آدم استی

خُود را بین کہ شاہد جانی شاد بہ نشین کہ عین جانانی

بیت:

گر بدیں حُسن جلوہ فرمائی   اہلِ دیدہ شوند سَودائی

از پردہ برُوں آ کہ دیدگان فرش راہ تواند   زُلفِ مُشکیں بکُشا کہ ہمہ مشتاقِ جلوہ نگاہِ تواند

اے آفتابِ حقیقت کہ در غلبۂ ظہور خود ساتر و مستُوری

وَے ماہتاب کمالیت کہ دَر جلوۂ نُور خُود ناظر و منظوری

شُد نہاں دَر خلوتِ جانِ تو کدیا نُوئے تو   ہست غمازِ خش آئینہ زانوئے تو

یعنی در خود بیں کہ آئینۂ ذاتِ رحمان توئی و با خود نشین کہ جلوۂ حُسنِ جاناں توئی۔ سِرّ خُود را از من شُنو کہ محرم رازِ تُو اَم۔ سوزِ عشق از مَن بجو کہ کُشتۂ نازِ توام

غزل

اے طائرِ محبت دَر قفسِ یار جانی   دے بُلبُلِ حقیقت در عَین گلستانی

سیمُرغ اَوجِ عِزّت طاؤس بام عظمت   عنقائے قافِ قربت شہبازِ لا مکانی

مہر سپہر حکمت ماہِ مُنیر قُدرت   اے دُرِ بحرِ وحدت کا ندر صدف نہانی

تُو ذاتِ ذُوالجلالی موصوف بالکمالی   مَوجُود لا یزالی مَقصُود کن فکانی

بے نام و بے نشانی بے وہم بے گمانی   دَر خلق مے نہ گنجی در قید مے نہ مانی

تو نُورِ ذاتِ پاکی نے جسم آب و خاکی   بہرچہ سینہ چاکی خُود یارِ دلستانی

آں ماہ را کہ جوئی میداں یقین کہ اوئی   وآں شاہ را کہ خوانی مے بیں کہ عَین آنی

اے جلوۂ حقیقت رنگ مجاز داری — وے نورِ ذاتِ وحدت ظاہر بجُملہ شانی
شاہنشاہ وجُودی مہر و ماہ شہودی — تو کے غلام بودی سلطانِ دُوجہانی
این اَست تعلیم علم مَنۡ عَرَفۡ — اگر بدانی زہے عزو شرف

اللہ بس باقی ہوس الٰہی عاقبت محمود باذ بحُرمتہ النُّونِ وَالصَّادِ۔ فقط
الراقم۔ خادم الفقراء غلام محمد از جلوانہ بقلم خُود۔ بروز اتوار۔ ۲۴ر اپریل ۱۹۳۸ء

بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِo حَامِدًا و مُصَلِّیاً

عزیز القدر عزیز از جان صادقِ الیقین کامل الایمان راحتِ دِل نُورِ چشمان عَطا محمد دام ذَوۡقِہٖ وَشوقہٖ وعِرفانہٗ باللہِ الرحمٰنِ اَلسّلامُ عَلیکُمۡ ع عَلیٰ مَنۡ لَدَیۡکُمۡ. بعد دُعائے خیریتِ جان وایمان وترقی در ایقان وعِرفان وتحصیل علُوم حقائق القرآن وتکمیل مراتبِ وجوب والامکان واضح ضمیر منیر آں عزیز باتمیز باد کہ در مراقبۂ وحدت الوجود پیوستہ مشغول باشند کہ مقصودِ کُلی دریں اَست ومَعنی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ ہمیشہ وردِ جان سازند کہ شغلِ عارفاں ہمیں است۔ اے عزیز حق سُبحانہٗ خود بخُود فرمودہ اَست مَا خَلَقۡتَ ھٰذَا بَاطِلاً۔

یعنی ہیچ باطل نیست ہمہ حق اَست۔ پس حق را بچشمِ حق مے باید دید وخود را عینِ حق می باید فہمید چہ عارفاں فرمودہ اند لایَرَیٰ اللہ اِلَّا اللہ۔ یَعنی خدا را جز خدا نہ بیند زیرا کہ۔
مصرعہ: "بخُدا غیر خُدا در دو جہاں چیزے نیست" اے عزیز قلب تو روضۂ ربانی اَست و جانِ تو جَلوۂ سُبحَانی۔ ابیاتے چندے نگارم تا سرّ حقیقتِ خُود دَانی۔

نظم

اے وجودلست بروجہ کمال — صیقلِ مرآت وَجہ ذُوالجَلال
رُوئے تو آئینہ ذاتِ جلی است — حُسن حق از چہرۂ تو منجلی اَست
مظہر نُورِ جمالِ حق تُوئی — جلوہ گاہِ شاہد مطلق توئی

Marfat.com

گَرد پَیدا حق تُرا باہر دو دست
نقشِ تو بَرصورت اللہ بَست

از خلافت حق تُرا تکریم داد
خلعتِ فی اَحسن تقویم داد

قبلۂ مَسجُود عالم خود توئی
شاہد مقصودِ آدم خود توئی

توز وہم خویشتن بے گانۂ
وَرنہ اے جانِ پدر جانانۂ

خودتو مولائی وہم جُویائے رَب
عَین دریائی وہم تشنہ عَجب

مَستِ حقی از شراب جامِ ھُو
باز مے پُرسی زِما پیغامِ ھُو

آہوئے دَشتِ ہُویت خُود توئی
ماہی بحرِ حقیقت خُود توئی

روئے توشُد مطلع انوار دوست
جانِ پاکت مخزن اسرارِ دُوست

اے دُرِ یکتائے بَحرِ لَم یَزَل
شاہد مقصود داری دَر بَغل

خود توئی سُلطان خوبان جہاں
چند پند ایں نالہائے عاشقاں

عاشقِ ومَعشوق دَرمعنی یکے است
عارفاں راکے دَریں معنی شکے است

شُد حقیقت جلوہ گر اندر مجاز
عین محمُود اَست دَر معنی ایاز

شاہدم امرُوز ہرجائی شدہ
خودتماشا خود تماشائی شدہ

مَرحبا اے جلوہِ جانان مَن
اے فدائے ناز تو صِد جانِ مَن

صد ہزاراں بارقربانت شَوم
سَربُریدہ گوئے چوگانت شَوم

گردِ تُو گردم کہ ہستی نازنین
آفریں بَرحُسن تو صد آفرین

الٰہی زود بمنزل مَقصود رسانا وبُحرمَتِہ النّبی وَآلہٖ الامجاد۔ میاں نظام الدین راز
مَن سلام رسانید۔ طالبانِ حق را دُعائے دَرجات۔ اندرونِ خانہ ازحَد دعوات۔
بَرخُورداراں رابَرسَر بُوسہ دَہند۔ از جانبِ درویشان بصد شوق السلام علیکم۔ فقط
الراقم خادم الفقراءغلام محمد از جلوانہ بقلم خود ۲۹/اپریل ۱۹۳۸ء

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیْمِ o حَامِدًا و مُصَلّیاً

اے رُخ تو قبلۂ ایمانِ مَن   دیدنِ تو آرزوئے جانِ من
گر شوم مُرغے بہ پرّم سُوئے تو   آشیاں سازم میان کُوئے تو
وَر بوَم بادے وَزم سُوئے شما   آب گر باشم بشویم خاکِ پا
اَبر گر باشم بگریم زار زار   نارگر باشم بسُوزم غیر یار
باشدار باشم ہلال اے ماہِ مَن   طاق ابرُوئے تو سجدگاہ مَن
گر دَم ارخورشید باشم فی المثل   ذرّہ ات اے خورشید ہرنورلم یزل
لعل و گوہر گر شوم مَن درشمار   خویش رادر پائے تو سازم نثار
گر شوم مَن اَفسر و تاج شہاں   نقشِ نعلیں تو باشد بہ ازاں
ورشوم سُلطانِ اقلیم جہاں   ہستمت از کمترینِ بندگاں
خسروِ خوبانِ عالم گر شوم   مَن غلام حُسنِ آں دِلبر شوم
برکمال حُسنِ تو اے نازنیں   آفریں صد آفریں صد آفریں
گرشوی باحُسنِ خود جلوہ نما   ہم خُدا اَدنی بگوید مر تُرا
ذرّۂ نُورِ تو گر اُفتد زبام   طُور و مُوسیٰ و جہاں سوز د تمام
مَرحبا اے نُور ذاتِ کبریا   مَرحبا صد مَرحبا صد مَرحبا
مَرحبا اے مالک مُلکِ قدم   مَرحبا اے عالمِ لوح و قلم
مَرحبا اے نکتۂ ام الکتاب   مرحبا اے عارف اُمّی خطاب
مَرحبا اے شاہباز لامکان   مَرحبا اے بُلبُلِ باغ نہان
مَرحبا اے خوش گُل خندانِ مَن   مَرحبا اے ماہِ رُخ تابانِ مَن
مَرحبا اے خُسرو خوبان مَن   مَرحبا اے یارِ دِلرنجانِ مَن
مَرحبا اے دِلبر و جانان مَن   مَرحبا اے جانِ جان جان مَن
اینِ دل غمگین مابیمارِ تُست   دارُوئے درمانِ او دیدار تُست

صیدِ جانم بستۂ زنجیرِ تُست
مُرغ رُوحم کُشتۂ تکبیر تُست

در محبت امتیاز و فرق نیست
در مُقامِ عشق غرب و شرق نیست

مے کُنم مَن در جہاں بربُوئے تو
عشقبازی باسگانِ کوئے تو

عشق مے سوزو پلید و پاک را
ہمچو آتش ہرخس و خاشاک را

عشق مے بخشد حیات جاوداں
عشق باشد زندگی عاشقاں

عشق خاصہ انبیاء و اولیاء ست
درحقیقت عشق ذاتِ کبریاست

گر نبودے عشق کے بُودے جہاں
عشق آمد باعثِ کون و مکان

یا الٰہی گرم کن بازار عشق
تادل و جانم بسوزد نارِ عشق

بَروزانِ باد محبت بَرسرم
تانماند ذرّۂ خاکسترم

ہستیِ مَن محوِ توگردو تمام
من نہ مانم خود تو باشی وَالسّلام

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

عزیز القدر عزیز از جان میرے پیارے میاں عطا محمد سلّمکُم الرحمان۔ اَلسّلاَم علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہٗ بعد دُعائے خیریت طرفین وترقی دَرجات الی قابَ قوسین واضح ضمیر منیر آنعزیز باتمیز باد۔

اے عزیز! پیوستہ بمصقلۂ ذِکر آئینۂ دِل راصفا باید کرد تا تصفیہ قلب حاصل شود و چہرۂ مقصود جلوہ نماید۔

پَس بزرگیہاست اندریاد اُو
یادِ اُوکُن یاد اُوکُن یاد اُو

اے عزیز! خلاصۂ یادعشقِ الٰہی سَت۔ وعشق فرطِ محبت راگویند۔ پَس محُبت باید وَرزید کہ از ہمہ اشغال داذ کار واوراد وظائف بہتر اَست۔ مَن ہر چہ یافتم از محبت وصُحبت شیخ یافتم۔ دیگر ہیچ عمل نہ کردہ ام کہ تُرا بگویم بکُن۔ باطنی عمل ہمیں محبت است و بظاہر دامَنِ شریعت محکم تر گیرند تا کمال باطنی ترّقی یابدو مرد ہمت باید بُود کہ عارفاں فرمودہ اند

Marfat.com

بَر کفے جام شَریعت بَر کفے سندانِ عشق　　ہر ہوسنا کے نداند جام و سندان باختن

اے عزیز! بہ برکت عشق انشاءاللہ تعالیٰ زود بمنزل مقصود خواہی رَسید آنچہ گفتہ اند

مِصرعہ:

یک قدم باشد حریم دوست بَس

مراد از ہمیں راہ عشق اَست۔ خدا مارا و شمارا عشق ذاتِ خود نصیب گرداناد بحُرمتِ النّبی و آلِہٖ الامجاد. اٰمین وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَب العالَمِیْنَ وَالصَّلواۃُ وَالسَّلَامُ عَلیٰ رَسُولِہٖ مُحمدٍ وَاٰلِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔یارانِ طریقت خصوصاً نظام الدّین راز مَن سَلام و دُعا رَسانند۔

غزل مولانا رُوم علَیہ الرحمتہ

شہیدِ نازآں تُرکم کہ از اَبرُو کماں دارد
خدنگ از شسُتِ آں خوردم کہ ہر مژگاں سناں دارد
خوشا عاشق کہ از جاناں رُخِ مہر و وَفا بیند
زیارِ خویش حَیرانم نہ ایں دارد نہ آں دارد
جمالِ حُسن یُوسف را کجا دانند اخوانش
زُلیخا رابہ پرس ازوے کہ صَد شرح و بیاں دارد
چُو درسِ عشق را خوانی کتاب نطق را طے کُن
کہ اصحابِ محبت راز باندانی زیاں دارد
صبا باآں طبیبِ عشقِ حالِ مولویؒ برخواں
کہ بَس عمر یست بیمارش سَرِ بَر آستاں دارد

الراقم۔ خادم الفقراء غلام محمد بقلم خود۔ بروز اتوار

Marfat.com

بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

محبِ پروردگار عاشقِ سُبحان عزیزُ القدر عزیز از جان میرے پیارے عطا محمد دام ذوقہٗ وشوقہٗ وعرفانہٗ باللہ الرحمان۔ بعد تحالف سلام مسنون الاسلام ودُعائے ترقی درجات و المقامات اِلیٰ النہایت النہایات وشوقِ ملاقات آنذات مَلکی صفات واضح ضمیر منیر باد۔

اے دوست بیقیں داں کہ ہمہ اُست۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ یعنی غیر اُو موجود نیست۔ پس ہر چہ بینی یکسیت۔ بہر سو کہ مے نگری یار است و ہر جا جلوۂ آں نگار است۔ چہ دلق گدایانہ وچہ اطلس شاہ۔ فَاَیۡنَمَا تُوَلُّوۡا فَثَمَّ وَجۡہُ اللہِ۔ خُود غُنچہ وخُود گُل وخود رنگت وخُود بُو۔ ھُوَ اللہُ الَّذِیۡ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ۔ چہ مومن چہ کافر چہ شقی چہ سعید۔ نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡہِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ دَر مَسجد ودَر میکدہ در بادہ ودَر خُم۔ وَھُوَ مَعَکُمۡ اَیۡنَمَا کُنۡتُمۡ۔ چہ عاقل و فرزانہ ودیوانہ ومجنون وَ فِیۡ اَنۡفُسِکُمۡ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ۔ بَر توحیدِ مُطلق گواہ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ بَر وَحدَتِ اوشاہد۔ وَاِلٰھُکُمۡ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ۔ قَالَ اللہُ تَعَالیٰ فِیۡ شَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ۔ قُلۡ ھُوَ اللہُ اَحَدٌ

قُل ھُوَ اللہُ وَصفِ احمدؐ دان ۔۔۔ وَزمیانش و لیک میم برآر

نظم

خود توئی اللہ واللہ خودٔ توئی ۔۔۔ خویش راشناس وبگذار ایں دوئی
خود توئی پنہان و پیدا خود توئی ۔۔۔ خود توئی جانان و شیدا خود توئی
خود توئی قطرہ و دریا خود توئی ۔۔۔ خود تُوئی بندہ و مولا خود توئی
خودتوئی معبُود و عابد خود توئی ۔۔۔ خود توئی مقصُود و قاصد خود توئی
خود توئی ادنیٰ و اعلیٰ خود توئی ۔۔۔ خود توئی اللہ تعالیٰ خود توئی
خود توئی اے خسرِ و خوبانِ مَن ۔۔۔ قِبلۂ مَن کعبۂ ایمانِ مَن
خودتوئی اے جانِ من جانانِ من ۔۔۔ جانِ جانِ جانِ جانِ جانِ مَن
سرورِ مَن شاہِ مَن سلطانِ من ۔۔۔ عِزّتِ من عظمتِ مَن شانِ مَن

Marfat.com

اے مُرید ما مُراد مَاتوئی — درحقیقت اوستاد ماتوئی
مَن تراہستم تو مارا باش ہاں — تانہ غیر آیہ میاں دُوستاں
ہاں بیا اے دِلبر چالاکِ مَن — تشنہَ باران تُست ایں خاکِ مَن
دیدہَ مَن عاشقِ دِیدارِ تُست — جاں ذبیح خنجر خونخوارِ تُست
ہاں بیا اے دِلبر جانی بَیا — تابہ بوسم آں لب لعل تُرا
آں لبِ لعلِ تو یاقوتِ مَن است — قوتِ رُوحِ مَن وقُوت من اَست
اے بقُربانِ تو این جان و دلم — نزدِ ایوانِ تو بادا منزلم
مَن غلام آں رُخِ زیبائے تُو — جاں فدائے صُورتِ رعنائے تو
آنچہ گُفتم سَربَسر اے جانِ مَن — پَرتوتُست ایں ہمہ نے زانِ مَن
نیست دَر جان وجُودم جز تو کَس — مَن نمے گویم تو مے گوئی و بَس

شاہدِ مقصود دَر آغوشت باد بحُرمتہ النبیؐ وآلہٖ الامجاد۔ فقط
الراقم خادم الفُقراء غلام محمد از جلوانہ۔ مورخہ ۵ جمادی الاوّل۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ٥ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِ الْکَرِیْم ٥

عزیز القدر عزیز از جان طالب الصادق کامل الایمان عَطا محمد سَلَّمَکُم اللّٰہ الرَّحمان
اَلسّلامُ عَلَیْکُمْ وَ عَلٰی مَنْ لَدَیْکُمْ۔ بعد دُعائے خیریتِ حالات فی الحیات وَ بعد الممات از درگاہِ قاضی الحاجات وَمُستجیب الدعوات واضح برائے آں عاشقِ ذات جامع الاسماء وَالصّفاتِ باد۔ خیریت نامہ رسیدہ کاشفِ حالات گردید۔ نوشتہ بودند کہ طبیعت سخت پریشان است۔ جانِ مَن پریشانی از بہر چیست۔ آیا نہ ندانی کہ ہرکہ دَر دُنیا زیست گہ خندید وگہ گریست۔ نہ بہ خندہ بکار رسید نہ بہ گریہ بیار۔ ایں ہردو را بگذار۔ از شادی وغمی متجاوز شو واز رنج وخُوشی برکنار۔ نہ دِل بدُنیا نہ نہ باآخرت بگذار۔ کہ یار بایار خوشتر بود نہ باغیار۔ اے بادہ پَرست ساقی فیاض مَست خانہِ خمار کُشادہ و جامِ زرنگار پُراز

Marfat.com

بادہ۔ یار در کنار نشستہ و دراز اغیار بستہ۔ نہ ازعسس ہراسے نہ از مُحتسبِ پاسے۔ پس چرا مے نالی و رونجاک مے مالی۔ برخیز و بیاز آمیز۔ چشمِ دل بکُشا کہ بہر سُو یار است جلوہ نما۔ اے گروہ بسرِ حق آگاہ۔ فَاَینَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجۡهُ اللّٰهِ۔ ذبدریائے ذاتِ وحدت گُم۔ وَهُوَ مَعَكُمۡ اَيۡنَمَا كُنۡتُمۡ ۝ یَا اَیُّهَا العَاشِقُوۡنَ الۡمُشۡتَاقُوۡنَ. وَ فِیۡ اَنۡفُسِكُمۡ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ۔ گفت آنذاتِ پاک ربِّ مجید۔ نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَيۡهِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِيۡدِ. قَالَ مَنۡ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ. اَلۡاِنۡسَانُ سِرِّیۡ وَاَنَاسِرُّهٗ.فَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِيۡنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِ الۡمُرۡسَلِيۡنَ وَ عَلٰی اٰلِهٖ الطَّيِّبِيۡنَ وَ اَصۡحَابِهٖ الطَّاهِرِيۡنَ اِلٰی يَوۡمِ الدِّيۡنِ.

از احوال خیریت خانہ و برخورداران اطلاع دہند تاکہ تسکین خاطر حاصل شود۔ زیادہ دُعا۔

الراقم۔ خادم الفقراء غلام محمد از جلوانہ بقلم خود۔ مورخہ ۲۹ رشعبان المُبارک

عزیز القدر عزیز از جان طالبِ مولیٰ صادق الایمان میاں عطا محمد سلمہ ربہٗ۔

السَّلَامُ عَلَيۡكُمۡ وَرَحۡمَةُ اللّٰهِ سَلَامٌ عَلَيۡكَ سَلَامٌ عَلَيۡكَ. رُوۡحِیۡ فِدَاكُمۡ وَ قَلۡبِیۡ لَدَيۡكَ۔ بعد دُعائے جان و ایمان و ترقی ایقان و عرفان و حصول ذوق و وجدان و وصول شوق جاناں و محویت در ذاتِ حق و استغراق فی وجود مُطلق واضح باد کہ خیریت نامہ در عین وقت انتظار رسیدہ باعثِ راحتِ دِل و سرُور جان و نُورِ ابصار گردیدہ۔

اے عزیز! ہر وقت ہر لحظہ ہر آن بہ نسبتِ وحدت مشغول باشند و پیوستہ در خیال "مَن نیم اُوست" اشتغال دارند۔ تا شمسِ احدیتِ ذاتِ حق از مغربِ وجُودِ سالک طلوع نماید و درِ توبہ مسدُود گردد یعنی حاجت توبہ نماند و اللہ گوئندہ برخیز دیعنی ذاکر در مذکورہ محو گردد۔ وقیامتِ کُبریٰ قائم شود و غیر حق باقی نماند و كُلُّ شَيۡءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجۡهَهٗ متحق گردد تا سُلطانِ لم یزل خود فرماید لِمَنِ الۡمُلۡكُ الۡيَوۡمَ و خود جواب گوید کہ لِلّٰهِ الۡوَاحِدِ الۡقَهَّارِ

Marfat.com

منزلِ مقصود ہمین است و بس

اے عزیز! شیخ نورؒ فرماید۔ قرارِ درویش دَر بے قراری وعبادتِ درویش از غیرحق بے زاری۔ وَخُونِ جگر خُوردن بزرگواری وچشم ازغیرِ حق دوختن برخورداری اَست۔ سُبحان اللہ چہ خوش فرمودہ است۔

بُلبُلا فصل بہاراں خوشتر اَست — دِیدنِ دیدارِ یاراں خوشتر است
یک زمانہ صحبت با دوستاں — بہتراز خُلدِ بریں و بُوستاں
دیدہ آں باشد کہ بیند روئے یار — جاں فدائے صُورتِ زیبا نگار
مَن غلام عاشقان دلبرم — خاکپائے شاں بَود تاجِ بسرم

اے عزیز! مَن شادم تو شاد باشی۔ از دُنیا وآخرت آزاد باشی۔ در ہر دو جہان آباد باشی۔ عارف بالنّون والصّاد باسی۔ اٰمین یارب العالمین۔

خاکِ اوباشی و بادشاہی کُن — آنِ اوباش و ہرچہ خواہی کُن

اے عزیز ذکرِ الٰہی بہ از ہزار بادشاہی۔ یاد اولیٰ از ہمہ اولیٰ پاسِ انفاس کارحق شناس۔ نفی اثبات شغل اہل ذات۔ رضا بالقضاء مقام اولیاء۔ کلی مَقصُود مراقبہٗ واحدت الوجود ؎

کجا غیرو کو غیرو کو نقشِ غیر — سوی اللہ واللہ مافی الوجُود
اے دوُست دَر بحرِ عشق ہمچو مرغابی — خود را شناس تا خدایابی
شکِ غیریت ست دوہم دُوئی — سدِ راہت و گرنہ جُملہ توئی
پَس کُن بدینگو نہ تصور دمبدم — مَن نیم یارسَت ازسر تا قدم

الٰہی زود بمقصود رسانا ذُحُرمتہ النُون والصاد۔ بہر جائیکہ باشی با خدا باشی

خادم الفقراء غلام محمد از جلوانہ بقلم خود۔ ۲۱ر اپریل ۱۹۴۰ء

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اے تمنائے دِل ناشادِ مَا — آرزو جان بافریادِ مَا
چُوں جُدا گشتی زمن اے جانِ مست — عشق تو دردِل بجائے تونشت
عشقِ تو جانِ مَن اَست و دِین من — اے تمنائے دِل مِسکینِ من
نُورِ چشمان منی اے نازنین — گاہ دَر چشماں و گہ دَر دِل نشین
رفتۂ از چشم سرہچو غزال — چوں بخواہی رفت از چشمِ خیال
اے تو مَن از مَن جُدا چُوں گشتۂ — جانِ مَن از تَن جُدا چُوں گشتۂ
گر بمیرم بے توامِ مَعذور دار — تَن بغیر از جان نمے گیرد قرار
لحظہ لحظہ مے نماید سال سال — زندہ مے مانم باُمیّدِ وصال
رفت چوں صبر و قرار از جانِ من — زُو بیا نمبرا اے یار دلرنجانِ مَن
جاں رَبُودی ودلم را سُوختی — جانِ مَن ازکہ سِتم آموختی
دِلبرا مے شو زمانے دِلنواز — جانِ مُردہ رابکامے زندہ ساز
جانِ مَن آں جانِ جاناں خود توئی — آنکہ میجوئی بجاں آں خود توئی
شاہدِ مقصود دَر آغوش تُست — جُملہ دَست و پا وچشم و گوش تُست
رُوحِ تو یارست کزوے زندۂ — ہم دِل دانا کزو دا نندۂ
جُملہ اَجزائے وَجُود تُست یار — جانِ مَن ایں نکتہ ازمَن یاد دار
روز یارِ دیگراں بیزار باش — یار خود شویارخُود بیں یار باش
سِرّ ما اُوحیٰ نہ گنجد در بیاں — راز پنہا نست از نامحرماں
محرم اسرار پنہا تم توئی — شاہدِمقصود اے جانم توئی
دَر دو عالم گو بجز محبوب نیست — راز جُز باراز داناں خوب نیست

مَست جَامِ ذوقِ وَحدت شو غلام
تاجمال یار بینی وَالسّلام

اے عزیز! امشب بخواب دیدم کہ جامہائے خود وشما و حافظ گل محمد و نظام الدین و

Marfat.com

دیگر جملہ دَرویشاں بَدستِ خود میشوئیم وآں چناں اَست کہ بہ ہمراہی درویشاں بکنارۂ آب رفتیم وگفتم کہ زُود کنید وجامہائے خود بشوئید۔ لیکن ہمہ دَرنگ کردند وغفلت ورزیدند۔ آخر خود دَرآب فرورفتم وجامہائے دورویشاں زاشُستم۔ چوں فارغ شُدم بگفتم کہ بعوض شستن جامہائے حافظ گل محمد بدولتِ علم مشرف گشتم وبعوض جامہائے فلاں بفلاں نعمت رسیدم۔ وبعوض جامہائے فلاں فلاں دَرجت یافتم۔ پَس ایں اَمر بمن مُحقق شُد کہ ہم نِعمتہا بطفیل خدمتِ درویشاں یافتہ ام وچنداں خوشنود شُدم کہ پیشتر درخواب بوقت رسیدن خطاب مُستطاب "وَ عَلَیکَ رَحْمَتِی" خوشنود شُدہ بُودَم وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلیٰ رَسُولِہٖ مُحمدٍ وَّ آلِہٖ اَجمَعِیْنَo ازطرف جُملہ درویشاں بَصدشوق اَلسَّلَامُ عَلیکُم وَرحمۃُ اللّٰہِ۔ ازخیروعافیت خود مطلع کُنند تا باعثِ تسکین خاطرِمسکین گردد۔ آلٰہی زُود بمقصُود رساناذ بُحرمتہ النَّبیِ وَآلِہٖ اِلاَمجاد۔ ۸؍دسمبر ۱۹۴۰ء الراقم۔ خادم الفقراء غلام محمد عفی عَنہ ازجلوانہ بقلم خُود۔

عزیزازجان عطامحمد سَلمکم اللّٰہ الرحمانُ اَلسّلام عَلیکم ورحمتہ اللّٰہ

بعدِدُعائے خیریت طَرفین وترقی دَرجات الیٰ قابَ قوسَین واضح بادکہ تحفہ جات مُرسلہ یعنی ماہیاں وفہرست کُتب ومبلغ پنجاہ روپیہ کہ بدست عزیزامیرعلیؒ فرستادہ بُودند بروز جمعہ موصول شُدہ۔ حق سُبحانہٗ بعوض ماہیاں غرق دَربحرتوحید گرداناد وبعوض دینار دیدار بخشد بحُرمتہ النُّون وَالصّادِ۔ ہمیشہ بیادِحق مشغول باشند کہ دولت کُبریٰ ونعمت عظمیٰ است۔ بزرگے فرمودہ است۔

بَس بزرگیہاست اندر یادِاوُ　　　　یادِ اُوکُن یاد اوکُن یادِ اُو

مرتبۂ بلندترازیں چہ باشدکہ خدائے تعالےٰ مے فرماید۔ فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ۔ تومرا یادکُن مَن تُرایادکُنم۔ نیزاے عزیزپیوستۂ درفکرحق تعالیٰ موجود باشندکہ فکرِیک ساعت از عبادتِ عالمیاں اَفضل تراست۔ چنانچہ درحدیث شریف آمدہ است کہ فِکرِ سَاعَۃٍ خَیرٌ

مِنْ عِبَادَةِ الثَّقَلَیْنِ۔ نیز جانِ من مدام برحمتِ ذُوالجلال و الاکرام اُمیدوار باشند کہ دارومدار ابرِ رَحمتِ پَروردگار عالمیاں اَست کہ وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَۃٖ مَنْ یَشَآءُ۔ عارفے چہ خوش گفتہ وُدرِ سخن سفتہ است ۔

یک ذرّہ عنایتِ تو اے بندہ نواز بہتر زہزار سالہ تسبیح و نماز

نیز دمبدم لحظہ بلحظہ درمَراقبہٴ وَحدت وَجُود کہ مَنْ نیم اُوست بصُورتِ مَن ظاہر شدہ وبشکل عالم جَلوہ نمودہ مشغول باشند معنی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہ لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہ اَست ہروقت نصبُ العین خود دارند کہ شغلِ مُنتہیاں ہمیں اَست واصلِ اصُولِ کمالاتِ دین است ۔خدائے تعالےٰ ماوشمارا توفیقِ عمل وتحقیقِ حال عطا فرماید بِمَنِّہٖ وَ کَرَمِہٖ وَصَلّٰی اللّٰہُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ وَنُورِ عَرْشِہٖ مُحمدٍ وَآلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ از جانبِ درویشاں بصد شوق سلام والدُ عا مُخلصانہ قبول باد۔

اَلرّ اقم ۔خادِمُ الفُقرا ءغُلام محمد عفی عنہ از جلوانہ بقلم خود ۔۲/دسمبر ۱۹۴۱ء

مُخلصی فی اللہ عزیز از جان عطا محمد اَرْشدکَ اللہ تعالےٰ

اَلسّلامُ علیکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرکاتہ ‘۔ اخلاص نامہ مِل کر کاشفِ مَافِیْہا ہُوا۔ سُورہ ھُود کے آخر میں جو اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے تِلْکَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْھَا اَلَیْکَ مَا کُنتَ تَعْلَمُھَااَنْتَ وَلاَ قَوْمُکَ مِنْ قَبْلِ ھٰذَا (اَیْ مِنْ جِھَتِہٖ الْبَشَرِّیَتِہٖ) یعنی جہتِ بشریت سے وحیِ الٰہی سے پہلے آپ اور آپ کی قوم غیب کی خبروں کو نہ جانتے تھے۔ حالانکہ جہتِ ربُوبیت وولایت سے آپؐ اور آپؐ کی اُمت کے کمل عارفین ازل سے ابد تک کے اسرارِ الٰہیہ سے واقف ہیں حتیٰ کہ یہ جہتِ ولایت سے تھا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جبرائیل علیہ السلام نازل ہُوتے تو آپ اُس سے پہلے کلامِ الٰہی شروع کردیتے ۔اسلئے فرمان ہُوا وَلَا تَعْجَلْ بَالْقُرآنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یُّقضیٰ اِلَیْکَ وَحْیُہ‘۔ یعنی وحی پُوری ہونے سے پہلے قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کیجئے۔ کیونکہ یہ مقام نبوت ہے نہ

کہ مقام ولایت۔

اور یہ بعینہٖ ایسا ہے جیسے کہ سُورہ قصص میں ہے اِنَّکَ لاَ تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ یعنی اے حبیبِ کریم ﷺ! آپؐ ہدایت نہیں کرتے جسے چاہیں۔لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہے ہدایت کرتا ہے۔

اور پھر سُورہ شُوریٰ میں فرمایا وَاِنَّکَ لَتَھْدِیْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ یعنی بے شک آپ صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت کرتے ہیں۔پس آیۂ اُولیٰ میں آپؐ سے ہدایت کرنے کی نفی جمعیّتِ بشریت سے ہے اور آیت ثانیہ میں آپ کی طرف ہدایت کرنے کا اثبات جمعیت ربُوبیت سے ہے۔ کیونکہ آپ حق اور خلق کے درمیان بَرزخ جامع ہیں۔ عَلیٰ ھٰذا القیاس۔جن جن آیات میں آپؐ سے علمِ غیب کی نفی پائی جاتی ہے وُہ جہتِ بشریت سے ہے۔اور جن آیات میں آپؐ کے لئے علمِ غیب ثابت ہے۔وُہ آپ کی جہتِ حقیقت سے ہے۔فافہم

ھٰکذا کتاب کشف الحجب المسلتہ شرح التحفۃ المُرسلۃ اِلی النّبی ﷺ کے مصنف حضرت شیخ عبد الرّحمٰن بن شیخ عبداللہ جمال الدین الشّہیر بالسویدی العباسی البغدادیؒ رَضِیَ اللّٰہ عَنْھُمَا شرح الصّلوات المشیشیہ میں فرماتے ہیں۔ وَھُوَ ﷺ مِنْ حَیْثُ مَرْتبتہٖ لَا یَعْزُبُ عَنْ عِلْمِہٖ مِثْقَالُ ذَرَّۃٍ فِیْ الْاَرْضِ وَلاَ فِیْ السَّمَآءِ وَمِنْ حَیْثُ بَشَرِ تیتہٖ کَانَ یَقُوْلُ اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنیاکم (اِلیٰ اَن قَالَ) فَیَصِیْرُ مَجْمَعُ الْبَحْرَیْنِ وَ مَظْھرِ الْعَالَمِیْنَ فَنُزُوْلُہٗ اَیضاً کَمَالٌ ﷺ کَمَا اَنَّ عُرُوْجَہٗ ﷺ اِلیٰ مَقَامِہِ الْاَصْلِیْ کَمَالُ لَہٗ یعنی آنحضرت ﷺ کے مَرتبہ کی حیثیت سے زمین و آسمان میں آپ کے علم سے ایک ذرّہ بھی پوشیدہ نہیں ہے۔اور بشریت کی حیثیت سے آپ فرماتے تھے کہ تُم اپنے دُنیاوی اُمور کو مجھ سے زیادہ جاننے والے ہو (یہانتک کہ فرمایا) پَس آپ مجمعِ بحرین اور مظہرِ عالمین ہیں۔اور آپ کا نزول بھی آپ کے لئے کمال ہے۔جیسا کہ آپ کا عروج اپنے اصلی مقام کی طرف آپ کا کمال ہے۔صلی اللہ علیہ وسلم انتہیٰ۔اور آنحضرت ختمی مرتبت علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات کا جمیع کمالات حقی و خلقی کا جامع

Marfat.com

ہونا کُتبِ مُعتبرہ اہلِ حقیقت علیہم الرضوان سے اظہر من الشّمس عیاں ہے۔ خصوصاً حضرت شیخ الاکبر محی الدّین ابن العربیؒ ''فصوص الحکم'' اور ''فتوحات المکیہ'' میں حضرت انسانِ کامل ﷺ کے شان میں فرماتے ہیں۔ فَھُوَ الحَقُّ وَھُوَ الْخَلقُ اور حضرت عبدالکریم جیلی قُدّسِ سِرّہ کتاب ''انسان کامل'' میں ارشاد فرماتے ہیں۔ فَالِانسَانُ الّذِیْ ھُوَ الْخَلْقُ بِاعْتبَارِ ظَاھِرِہٖ ھُوالْحَقُ یاَ عِتبَارِ بَاطِنِہٖ (وَقَال) فَکَمَا لِاَنّہٗ حَادٍلِاَوْصَافِ الْعُبُودِیتہِ کَذٰلِکَ ھُوَ حَاوٍ لِاَوْصَافِ الرُّبُوْبِیّتہ لاَنَّ اللہ حَقِیقتہٗ وَھُوَ الْمُرَادُ بِمُحمّدَ ﷺ وَلاَ ثم غَیْرُہ' فَھُوَ المُعتبَرفِیْ المَرْتَبتَیْنِ وَ ھُوَ المَوجُوْدُ فی مَملکتَیْنِ فَھُوَ الْحَقُّ وَھُوَ الْخَلْقُ انتھیٰ وَالحَمْدُ للہِ رَب العَالمین والصلوۃ والسلام عَلیٰ حَبِیْبِہٖ مُحمدوَعلیٰ آلہ واصحابہ اَجْمَعِیْن۔ الراقم۔ خادم الفُقراء غلام محمد بقلم خود۔ از جلوانہ۔ ۱۰ر جنوری ۱۹۵۴ء

چوہدری محمد حیات خاں کی جانب سے خط روانہ کیا گیا ہے۔ بہر وجہ خیریت ہے۔ برخورداران کو پیار سب کو از حد دُعا خدا حافظ و ناصر و یار باد بحُرمتہ النّبی وَ آلِہِ الامجاد۔

بِسْمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمْo

عزیز القدر عزیز از جان میرے پیارے عطا محمد سلّمکم اللہ الرحمان

السَّلامُ علیکُمْ وَرَحمۃُ اللہ و بَرکاتہ'۔ بَعد دُعائے خیریت و انتفائے غیریت وحصولِ مقصود ووصُول مراتب شہود ووجود العزیز واضح ہو کہ اپنے نفس کے عیب دیکھ لینا کشفِ کُبریٰ میں داخل ہے۔ خدا جس کو پاک اور اپنی ذات کے لئے خاص کرنا چاہتا ہے اُسے اپنے عیُوب پر مطلع کر کے توبہ خالص کی توفیق عطا فرما دیتا ہے۔ مشکل تو یہ ہے کہ عَیب عَیب نہ دِکھائی دے۔ بلکہ ہُنر معلوم ہو۔

اے عزیز! جو چیز وسوسہ میں ڈالے وہ گناہ ہے گو بظاہر نیکی ہو۔ جانِ مَن حق سُبحانہٗ اپنے نیک بندوں کو لغزش کے بعد راہِ راست پر اسلئے لاتا ہے کہ وہ پارسائی کے غرور

Marfat.com

اور بے خطائی و پرہیز گاری کے فخر سے محفوظ ہو کر اپنے عجز و انکسار کے باعث اُس کی ربُوبیت کا اقرار کریں۔ لہٰذا آپ دِل کی زمین میں وہم کا تُخم نہ بوئیں بلکہ مُحافظتِ الٰہی اور توفیقِ خداوندی کا شکریہ ادا کریں۔ تاکہ ازدیادِ نعمت کا باعث ہو۔

اے عزیز! کمرِ ہمت باندھ کر میدان عشق ومحبت میں صدق کے قدموں سے خدا داد قوت کے ساتھ اِس قدر دوڑیں کہ چوگانِ ارادت سے مُرادِ وَصلت کا گیند دائرہ اِمکان بشریت سے گذار دینے میں سب پر سبقت لے جاویں۔ اور شہبازِ دل صدق اور اخلاص کے پَیروں سے فضائے وحدت میں اسقدر پرواز کرے کہ باغِ معرفت سے میوہِ دیدار کی لذّت چکھ لے۔ اور سیمرغِ جان شوق کے بالوں سے ہوائے لامکان میں اتنا اُڑے کہ شکار گاہِ دُنیا وعُقبیٰ سے پرے جنات الصفات سے بالاتر کنگرہٗ عرش ذات پر جا بیٹھے تاکہ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى کی حقیقت حضرت انسان پر مُنکشف ہو جاوے۔ اور سُلطان سرّ تخت بخت اَلْاِنْسَانُ سِرِّی وَاَنَا سِرُّهٗ پر جلوہ افروز اور شانِ عظمتِ کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَانٍ سے بہرہ اندوز ہو کر خود بخود فرماوے لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ ط لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ۔ آمین۔

اَللّٰهُمَّ اَجِرْنَا مِنْ نَارِ وَهُمُ الاغْیَارِ. وَارْزُقْنَا جَنَّتَ الصِّفَاتِ الَّتِیْ تَجْرِیْ تَحْتِهَا اَنْهَارُ اَنْوَارِ وَاَدْ خُلنَا فِیْ جَنَّتِ الذَّاتِ الَّتِیْ هِیَ سِرَّ الاَسْرَارِ بِالَّنبیِّ الْمُختَارِ وَآلِهِ الاَطْهَارِ وَاَصْحَابِهِ الاخیَارِ وَاَوْلِیاءِ اُمَّتِهِ الاَبْرَارِ عَلیٰ نَبِیِّنَا وَعَلَیهِمُ الصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ اَلیٰ یَوْمِ القَرَارِ ط

الٰہی زُود بمقصود رسانا بحُرمتِ النونِ وَالصَّادِ۔ زیادہ دُعا۔ فقط۔

الراقم۔ خادم الفقراء غلام محمد از جلوانہ۔ بروز سوموار

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ○

عزیز القدر عزیز از جان صادق الیقین راسخ الایمان عطا محمد سلمکم اللہ الرحمان

السَّلامُ عَلَیکُم وَعَلیٰ مَنۡ لَدَیکُمۡ۔ بعد دعائے غلباتِ شوقِ محبت وجذباتِ ذوقِ وحدت واشتیاقِ کمالاتِ ہُویت واستغراق بذاتِ احدِیت واضح ضمیر منیر باد۔

رُباعی

ہمہ باعثِ ایجاد عوالم عشق است   ہم مُوجبِ تخلیق اوادم عشق است
از عشق ہمے طلب اگر مے خواہی   اللہ کہ عَین اسم اَعظم عشق اَست

اے عزیز! ہر چہ مے بنی ہمہ ظہور عشق است و عشق عَین نُورِ ذات است کہ عارفاں فرمودہ اَند اَلۡعِشۡقُ ھُوَ الذَّاتُ۔ وَ آں ذات دَر صِفات عاشقی و معشوقی خود جلوہ فَرمودہ اَست۔

عاشِق خُود خُود اَست و خود مَعشوق   خُود تماشا و خُود تماشا کار

خود بہ نیاز عاشقی ارنی گوید و بناز معشوقی لَن تَرانی فرماید۔

اے عزیز! خالق دَر مخلوق خود عاشق اَست و خُود مَعشُوق۔ نے نے بلکہ ذات برذاتِ خود عاشقی شُدہ و حق بَر حق مُبتلا گشتہ۔

کجا غیر و کو غیر و کو نقشِ غیر   سِوَی اللّٰہِ وَاللّٰہِ مَافِیۡ الۡوُجُوۡدِ

بگوشِ جان شنو کہ حقیقتِ مُطلقہ خود بخود مے فرماید و بترانۂ عشق اینچنیں ترنم نماید

نظم

اے رُخِ تو قبلۂ مسجودِ جان   جلوۂ تُو شاہدِ مقصودِ جان
ہَست بہر کُشتگانِ تیغِ ناز   طاق اَبروئے تو محراب نماز
مُصحفِ روئے تو میخوانیم ما   منزلِ قرآن ہمیں دانیم ما
چہرۂ زیبائے تو چوں وَالضُّحیٰ است   زُلفِ عُنبر سائے تو وَاللَّیۡل ماست
ہَست یٰسین گوہر داندانِ تُو   مَعنی کوثر لَب خندان تُو

Marfat.com

چشم تو صاد است اے نُور نظر ‏ ‏ جلوہَ رُخسارِ تُو ہمچوں قمر
اَبرُوئے تو بامژہ پیش ولم ‏ ‏ ہَست جاناں سُورۂ نُون وَالْقَلَم
اے زسرتاپائے تو قُرآنِ پاک ‏ ‏ جانِ مَن قُربانِ تو رُوحِی فِدَاک
عَین حقّی دَرنگاہِ عاشقاں ‏ ‏ نقش پایت سجدہ گاہ عاشقاں
اے صَنم غارت گرجانم توئی ‏ ‏ رَہزنِ ایں دیں وایمانم توئی
آہُوئے دِل بَستۂ زنجیر تُست ‏ ‏ مُرغکِ جاں کُشتۂ تکبیر تُست
مُدّتے شُد کزِ غم تُو مُردہ اَم ‏ ‏ دَر فراقِ ہجر تو خوں خوردہ اَم
اے مسیحائے شہیدِ تیغِ ناز ‏ ‏ کُشتگاں را زندہَ جاوید ساز
جَلوہ فَرما ازسَرلطف و کرم ‏ ‏ کزبرائے رحمِ تو قابلِ تَرم
دِل خوش از اُمیّدِ ماہت کَرہ دام ‏ ‏ ہر دو دیدہ فرش راہت کردہ ام
ہاں بیا اے آرزوئے جانِ مَن ‏ ‏ نہِ قدم دَر خانہِ چشمانِ مَن

عاقبت محمود باد بحُرمتہ النَّبیِ وَآلِہٖ الامجاد۔ میاں نظام الدین را ازمَن سَلام رسانند۔ طالبانِ حق را دُعا۔ اندرونِ خَانہ دُعا۔ ازطرف جملہ دَرویشاں بصد شوق السلام علیکم۔

الراقم۔ خادم الفُقراءغلام محمد بقلم خُود۔

بِسمِ اللهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ٥ حَامِدًا و مُصَلِّیاً

عزیزم میاں عطامحمد سلمکم اللہ تعالیٰ

السَّلامُ عَلَیکم وَعلیٰ مَنْ لَدَیْکُمْ۔ خیریت نامہ رسیدہ باعثِ تسکین خاطر گردیدنوشتہ بُودند ؎

یادیارمہرباں آید ہے۔ ایں مصرعہ رادیدہ وخبرآمدہ شُنیدہ بُلبلِ رُوح بدیں ترانۂ شوق مُترنّم شُدہ

غزل

بُوئے خوش از دوستاں آید ہمے — نُورہا دَر چشم جاں آید ہمے
از برائے کُشتگانِ تیغِ عشق — آں حیاتِ جاویداں آید ہمے
مُردگانِ دَرد و غم را مُژدہ باد — عیسیٰ دَورِ زماں آید ہمے
بُوالعَجَبْ درخانہ مُور از کرم — آں سلیمانِ جہاں آید ہمے
اے حُسیناں رُوکشید اندر نقاب — بادشاہِ ماہ رخاں آید ہمے
الصلا اے بادہ خوارانِ اَلَسْت — ساقی فیاضِ جاں آید ہمے
اے مُنزّہِ ہم ز تنزیہہ دَرگذر — بے نشاں اندر نشاں آید ہمے
ایں تماشا بیں کہ اندر قفسِ خاک — شاہبازِ لامکاں آید ہمے
زاغ نافرجام راگو دُورشَو — بُلبُلے دَرگلِستاں آید ہمے
بازسُوی فرشِ خاک ازعرشِ پاک — تاجدار مُرسلاں آید ہمے
دَردِلِ شَب حق برائے عاصیاں — بر نخستیں آسماں آید ہمے
مژدہ باد اے عارفانِ اہلِ دل — ماہ لقائے دِلستاں آید ہمے

اے غلام خستہ دِل غمگیں مباش
باز یارِ مہرباں آید ہمے

الٰہی زُود بمقصود رساناد بحُرمتہ النّبیؐ و آلہٖ الامجاد۔ از جانب درویشاں بصد شوق سَلام اور دُعا۔

الراقم خادم الفُقراء غلام محمد بقلم خود از جلوانہ۔ ۶ ردسمبر ۱۹۴۱ء

بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِo حَامِدًا و مُصَلّیاً

مُحب دِلنواز مُخلصی فی اللہ عزیز از جان عطا محمد سلمکُم اللہ تعالےٰ۔

اے رخت آئینۂ ذاتِ خُدا — روئے تو مِرآت وجہِ کبریا
جلوہ گاہِ شاہد معنےٰ توئی — بادشاہِ عالَمِ اعلےٰ توئی
گوہر گنجینۂ اسرارِ ذات — مَطلعِ خورشید اَنوارِ صفات

ہست پیشانیت بروجہ کمال — آئینہ دار جمال ذُو الجلال
چشمِ تو میخانۂ مستانِ عشق — لعلِ تو پیمانۂ رندانِ عشق
ازبرائے عاشقانِ بانیاز — طاقِ ابروئے تو محرابِ نماز
معنی یٰسینِ دُر دِندانِ تو — چشمۂ کوثر لبِ خندانِ تُو
چہرۂ زیبائے تو چوں وَالضُّحیٰ اَست — زُلفِ عُنبر سائے تو وَاللَّیْل ماست
خاکِ راہت تاجِ شاہانِ جہاں — نقشِ پایت سجدہ گاہِ عاشقاں
شاہباز لامکانی جانِ مَن — بہرحکمت آمدہ درقفسِ تن
قفس بشکن پرکشا پرواز کُن — نعمہ ہائے قدسیاں آغاز کُن
تااسیرانِ جہاں حرص و آز — عزم جاں سازند سوئے عرش باز
چوں رہا گشتی ازیں قید جہاں — رواسیرانِ جہاں راوارہاں
خدمتِ خلق مے کُن کہ ہَست — شیوۂ شایاں شاہاں ِ اَلست
چوں بہ بنی طالبِ ذاتِ خدا — گفت حق داؤد راکُن خادِما
ازلبِ شیریں سخن آغاز کُن — افتتاحِ درسِ علم راز کُن
ساغرِ مَے نُوش ومینوشاں مدام — ساقیِ فیاض مے شَو وَالسَّلام

۲۵رنومبر ۱۹۴۹ء۔الراقم۔خادم الفقراءغلام محمد بقلم خوداز جلوانہ بروز جمعتہ المبارک۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِo

محبِ دلنواز۔صادق الیقین راسخ الاعتقاد و برادر عزیز عطا محمد سَلّمکم اللّٰہُ الوَاحِدُ الاحدُ۔

السلامُ علیکم و رحمتہ اللہ وبرکاتہٗ۔آپ کا خیریت نامہ مِل کا باعثِ مسّرت ہوا۔مجلسِ محمدی ﷺ کی خوشخبری پڑھ کر ہزاراں ہزار شکریہ ادا کیا۔خدائے پاک جلّ وعلاآں یارانِ باصفا کو ہمیشہ اَیسے ہی انعامات سے مشرف فرماوے اورروزافزوں ترقی بخشے اورآپ لوگوں

Marfat.com

کے طفیل اِس مِسکِین بے نوا کو بھی بِمَنِّہٖ وَ کَرَمِہٖ آمِین ثُمَّ آمِین۔

جانِ مَن۔ اہل اللہ کے حالات ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔ اُن کے احوالِ قلبی ہمیشہ ایسے رہتے ہیں۔ اِس بات کا فکر نہ کرنا چاہیے۔ جس حال میں خُدا رکھے۔ اُسی حال میں راضی رہنا بندگانِ خدا کا شیوہ ہے۔ نیز یہ تمام مَلکُوتی صورتیں اور مجالس نُورانی اور ہر قسم کے نظّارے آپ ہی کے دل کا پرتو ہیں۔ حضرت عَیْنُ القضات ہمدانی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے سَتّر بار حضُور علیہ الصلوٰۃ وَالسَّلام کو خواب میں دیکھا۔ آخر معلوم ہوا کہ مَیں نے خود ہی کو دیکھا ہے۔ اور چونکہ یہ اَمر مُسلّم ہے کہ طالبِ صادق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے شیخ کی صورت میں دیکھتا ہے۔ لہٰذا صُورتِ شیخ کا تصوّر ہر حال میں مجلسِ محمدیؐ کے حصُول کا احسن طریقہ اور وصالِ حق کا بہترین وسیلہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا ھٰذَا لمَقَامَ بَجاہِ النَّبِیِ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ الصَّلوٰۃ والسَّلَامُ۔

نیز اے عزیز! مسئلہ وحدت الوجود حق ہے۔ عِند العارفین یہ امر متحقق ہے کہ سوائے ذاتِ حق سُبحانہٗ وتعالیٰ کے کوئی موجُود نہیں ہے۔ لیکن وجود مطلق کے مراتب کثیر ہیں۔ اور ہر مرتبے کے احکام جُدا جُدا ہیں۔ اسلئے حفظِ مراتب ضروری چیز ہے۔ جو حفظِ مراتب نہ رکھے وہ زندیق اور گمراہ ہے۔ جیسا کہ مَولانا جامی قُدِسَ سِرُّہٗ ''لوائح'' میں فرماتے ہیں۔

ع ہر مرتبہ از وجود حُکمے دارد گرحفظِ مراتب نکنی زندیقی

پس جو شخص کہتا ہے کہ سَب ذات ہی ذات ہے اور آخرت یا عذابِ قبر یا عذاب دوزخ کوئی چیز نہیں ہے۔ یہ قرآنِ شریف اور حدیث شریف محض دھمکی اور دباؤ ہے۔ یا صِرف ڈر ہی ڈر ہے۔ کوئی حساب کتاب جزا اور سزا نہیں ہے۔ یزید اور شمر اور حُسین رضی اللہ عنہ کا (معاذ اللہ) ایک ہی درجہ ہے۔ خواہ انسان نیکی کرے یا بدی نماز گزارے یا نہ گزارے سب یکساں ہے۔ ایسا کہنے والا شخص زندیق اور بے دین۔ خود گمراہ اور لوگوں کو گمراہ کرنیوالا اور عارفین کا بدنام کنندہ ہے۔ اقطاب عارفین کا یہ عقیدہ اور مذہب ہر گز نہیں ہے۔ بلکہ حضرات محققین ایسے کلماتِ کُفریہ کو مزخرفاتِ شیطانی کہتے ہیں۔ جیسا کہ کتاب ''انسانِ کامل'' کے

Marfat.com

باب ۵۹ میں حضرت عبدالکریم جیلی قُدّس سِرُّہٗ فرماتے ہیں کہ شیطان کے سات مظاہر میں سے ساتواں مظہر معارفِ الٰہیّہ ہے۔ اِس میں صدیقین اور اولیاء اور عارفین پر ظاہر ہوتا ہے۔لیکن جس کو اللہ محفوظ رکھے وہ بچتا ہے۔اور مُنصرین حضرات الٰہی پر اُس کا کچھ دخل نہیں ہوتا۔پس شیطان اُن سے کہتا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ کُل وجود کی حقیقت نہیں ہے اور تم وجود سے نہیں ہو۔اور کیا حق تمہاری حقیقت نہیں ہے۔تو وہ کہتے ہیں کہ ہاں پس اُن کو کہتا ہے کہ تم اپنے نفسوں کا اِن اعمال کے ساتھ کیوں اتباع کرتے ہو۔جن اعمال کو یہ پیروی کرنے والے کرر ہے ہیں۔پس وہ اعمالِ صالحہ کو چھوڑ دیتے ہیں۔پھر اُن سے کہتا ہے کہ جو تمہارا جی چاہے سو کرو۔کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہاری حقیقت ہے۔پَس تم وُہی ہو اور وہ اُس چیز سے سوال نہیں کیا جاتا جو کرتا ہے۔پس وہ لوگ زنا کرتے ہیں اور چوری کرتے ہیں اور شراب پیتے ہیں یہاں تک کہ اِس حد تک پہنچ جاتے ہیں کہ اسلام اور ایمان کی رَسی اُن کی گردنوں سے نِکل جاتی ہے اور وہ زندیق اور مُلحد ہو جاتے ہیں۔انتہیٰ۔

ایسے ہی اِس مقام پر شیطان بڑے بڑے اَولیائے کرام پر حملے کرتا ہے۔چنانچہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ ابلیس کا واقعہ مشہور و معروف ہے۔لیکن اگر خدا کی حفاظت شاملِ حال ہو تو شیطان کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطَانٌ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

اب واضح ہو کہ قائلانِ وحدتِ وجود خصوصاً صاحب تحفہ مُرسلہ شریف شیخ اَبُو سعید ـــــ اَبُوالخیر قُدّس سِرُّہٗ العزیز حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے پیرِ طریقت اِرشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ وجودِ مطلق ہے۔جو شکل اور حد سے پاک ہے۔اور باوجود اِس کے حد اور شکل میں ظاہر ہوا ہے۔اور اُس کے بے حد اور بے شکل ہونے میں کچھ فرق نہیں آیا۔بلکہ اَب بھی وہ ایسا ہے جیسا کہ تھا۔اور تحقیق وجود واحد ہے۔اور لباس مختلف اور متعدد ہیں۔اور وہ وجود تمام موجودات کی حقیقت اور اُن کا باطن ہے۔اور لباس مختلف اور متعدد ہیں۔اور وہ وجود تمام موجودات کی حقیقت اور اُن کا باطن ہے۔اور تمام کائنات حتیٰ کہ ذرّہ بھی اِس وجود سے خالی نہیں ہے (اور فرمایا) کہ وجودِ حق نہ موجودات کے ساتھ متحد

Marfat.com

ہے اور نہ اُن میں حلول کیے ہوئے ہے۔ کیونکہ اتحاد اور حلول کے واسطے دو وجودوں کا ہونا ضروری ہے۔ حالانکہ وجود ایک ہی ہے۔ جس میں ہرگز تعدد نہیں ہے۔ تعدد صفات اور تعینات میں ہے۔ جیسا کہ عارفوں کا ذوق اور وجدان گواہی دیتا ہے۔ اور یہ بندگی اور تکلیفیں اور راحت اور عذاب اور دُکھ سب انہیں تعینات کی طرف راجع ہیں۔ انتہیٰ۔

اور قطب العالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی قُدِّس سِرُّہٗ رسالہ ''غرائب الفوائد'' میں فرماتے ہیں۔ فائدہ۔ جب محققین کے نزدیک وجود واحد ہے اور اُس کے سِوا محض عدم ہے تو خیر اور شر اور ثواب اور عقاب اور نعیم اور جہیم اور عذاب دینے والا اور عذاب لینے والا کون ہے۔ جواب۔ مِنْ حَیْثُ الذَّاتِ وحدت صرف ہے۔ لیکن مِنْ حَیْثُ الاَسمَاءِ وَالصِّفَاتِ تعدد اور تکثر دکھائی دیتا ہے۔ کیونکہ بظاہر اسما اور صفات میں تقابل اور تضاد ہے۔ اسم ہادی ہدایت اور اُس کے ثمرات کا موجب ہے۔ اور اسم مضل ضلالت اور اُسکے نتائج کا باعث ہے۔ بَس درحقیقت وَجُود ایک ہی ہے۔ لیکن اسمائے متقابلہ اور صفات متضادہ کے اعتبار سے مختلف صورتوں اور شکلوں میں ظاہر ہوا ہے۔ اور یہ وحدت صرف کو مخل نہیں ہے۔ پس اَسمائے جمالی کے مظاہر (اہل سعادت) جمال اور نعیم اور خیر اور ثواب کے ساتھ مناسبت اور ملازمت رکھتے ہیں۔ اور اسمائے جلالی کے مظاہر (اہلِ شقاوت) جلال اور عذاب اور شر اور جہیم کے ساتھ مناسبت اور ملازمت رکھتے ہیں۔ اور جہاں ذاتِ صرف ہے جمال اور جلال دونوں محو اور مستہلک ہیں۔ انتہیٰ۔

پس ذاتِ الٰہی ہر قسم کے شر اور نقصان سے منزّہ اور پاک ہے۔ اسلئے کہ وجود محض خیر ہے اور موجودات میں جو شر اور نقصان وغیرہ پایا جاتا ہے وہ اُن کی جہت عدمیت سے ہے۔ اسلئے وہ دراصل عدم ہیں۔ قال الجامی قدس سرہ

ہر جا کہ وجود کردہ سیر اَست اے دِل | میداں بیقیں کہ محض خیر است اے دِل
ہر شرّ زعدم بود غیر وجود | پس شرّ ہمہ مقتضائی غیر است اے دِل

مثال۔ حق سبحانہٗ کے صورِ عالم پر جلوہ نما ہونے کے باوجود نقائص کونیہ سے منزّہ ہونے کی ایک مثال یہ ہے کہ حروف سیاہی سے بنتے ہیں۔ کوئی حرف سیدھا ہے کوئی ٹیڑھا۔

Marfat.com

کوئی خوب کوئی زشت کوئی آبی کوئی خاکی کوئی بادی کوئی ناری۔ لیکن سیاہی باوجود تمام حروف ظاہر ہونے کے راست اور کج اور خوب اور زشت اور آبی اور خاکی اور بادی اور ناری ہونے سے پاک ہے۔ ایسے ہی جمیع موجودات کا ظہور ذاتِ الٰہی سے ہے اور اگرچہ کائنات میں ہر قسم کا شر اور نقصان پایا جاتا ہے لیکن حق سُبحانہ اپنی صرافتِ ذاتی کے لحاظ سے تمام نقائصِ کونیہ سے منزہ اور مقدس ہے۔ وَقالَ الجامی قدس سرہ ۔

چوں خور بفروغِ خود جہاں آراید | برپاک و پلید اگر بتابد شاید
نے نورِ خود از ہیچ پلید آلاید | نے پاکی اوز ہیچ افزاید

اُمید ہے کہ آپ اصل حقیقت کو سمجھ گئے ہونگے۔ کیونکہ حقیقت آفتاب سے زیادہ روشن ہے بالجملہ شاہ عبدالعزیز مُحدّث دہلوی عَلیہِ الرّحمۃ فیصلہ نسبت توحید وجُودی میں فرماتے ہیں کہ صُوفیہٴ کرام موجودات اور ممکنات کے وجودِ حسی کے مُنکر نہیں ثواب وعقاب کے مترتب ہونے اور جنت و دوزخ میں جانے پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہاں یہ کہتے ہیں کہ واجب الوجود کے سِوا اور کوئی شئے نفس الامر میں موجود بوجود حقیقی نہیں۔ کیونکہ کلامِ الٰہی میں فیصلہ فرما دیا گیا ہے کہ اللہ کریم کی ذاتِ پاک کے سوا اور تمام اشیاء فی الواقع معدوم ہیں۔ چنانچہ فرمایا۔ کُلُّ شَیئٍ ھَالِک اِلَّا وَجْھُہٗ۔ بیضاوی شریف میں ہے اَلَّا ذَاتَہٗ فَاِنَّ مَا عَدَاہُ مُمْکِنٌ ھَالَکٌ۔ ہالک کے معنی کئے ہیں فِیْ حَدِّ ذَاتِہٖ مَعْدُوْمٌ۔ یعنی ہر شئے نفس الامر میں معدوم ہے صرف اللہ کریم کی ذاتِ پاک موجود بوجود حقیقی ہے۔ پس صوفیہ کرام موافق اِس آیت کے یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جیسے اللہ کریم اپنی ذات اور صفات میں یکتا اور وَحدہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ہے۔ ایسا ہی اپنے وجود میں وَحْدَہٗ لَا شَرِیکَ لَہٗ ہے۔ کیونکہ اُس کا وَجُود حقیقی اور نفس الامری ہے۔ اُس پر کبھی عدم نہیں آتا۔ ماسوی اللہ کا وجود محسوس اور دکھائی دیتا ہے وہ وہمی اور اعتباری ہے۔

مثلاً بہت اشیاء انسان کو خواب میں نظر آتی ہیں اور آثار تک مرتب ہو جاتے ہیں مگر فی الواقع اور نفس الامر میں اُن کا وجود نہیں ہوتا۔ شیشہ اور پانی میں درخت اور انسان وغیرہ دُنیا کی چیزیں دیکھنے والا دیکھتا ہے مگر نفس الامر میں کچھ نہیں ہوتا۔ (اور فرمایا) جو کچھ

عالم میں نظر آرہا ہے یہ اُس وجودِ حقیقی ہی کے مظاہر ہیں۔ پس ان مظاہر کثیرہ کا وجود اعتباری اُس وجودِ حقیقی کی وحدت کے منافی نہیں۔ انتہیٰ۔

اور چونکہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ تمام اشیاء وجودِ واحد کے ساتھ موجود اور بذاتِ خود نیست ونابود ہیں۔ جیسا کہ ''مرأت العارفین'' میں حضرت اِمام حُسین علیہ السلام فرماتے ہیں۔ اَلْاَشْیَاءُ مَوْجُودَۃٌ م بِہٖ مَعْدُوْمَتہٗ بنفسِہَا اور تفسیر شیخ الاکبر محی الدین ابنُ العربی میں ہے کُلُّ وُجُودٍ بِهَا مَوْجُوْدٌ وَ بِنَفْسِہٖ مَعْدُوْمٌ۔ یعنی ہر وجود ذاتِ حق کے ساتھ موجود اور بنفسہٖ معدوم ہے۔ اور ''فتوحات مکیہ'' میں ہے قَدْ ثَبَتَ عِنْدَ الْمُحَقِّقِیْنَ اِنَّہ مَا فِی الْوُجُوْدِ اِلَّا اللہ وَنَحْنُ وَ اِنْ کُنَّا مَوْ جُوْدِیْنَ فَاِنَّمَا کَانَ وَجُوْدُنَا بِہٖ وَمَنْ کَانَ وُجُوْدُہٗ بِغَیْرِہٖ فَھُوَ فِی حُکْمِ الْعَدَمِ۔ یعنی محققین کے نزدیک یہ ثابت ہو چکا ہے کہ وجود میں اللہ کے سوا اور کوئی نہیں ہے اور ہم اگرچہ موجود ہیں لیکن وجود اُس کے ساتھ ہے اور جس کا وجود غیر کے لئے ہو وہ حکمِ عدم میں ہے اور کلمات قَوْلُہٗ تَعَالیٰ کُلُّ شَیئٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ سے استنباط کئے ہوئے ہیں۔ تو سمجھنا چاہئے کہ درحقیقت حق سبحانہٗ وتعالےٰ ہی موجودات کی صورتوں میں ظاہر ہو کر اُن کے احکام وآثار کے ساتھ مُتلبس ہے۔ اگرچہ صرافت کے اعتبار سے منزہ اور مُقدس ہے جیسا کہ حضرت مولانا جامی قُدِّسَ سِرُّہٗ ''لوائح'' میں فرماتے ہیں ؎

بر شکلِ بتاں رہزنِ عشاق حق است — لا بلکہ عیاں در ہمہ آفاق حق است
چیزیکہ بود زروئے تقییدِ جہاں — باللہ کہ ہمہ بوجہ اطلاق حق است

پس دراصل وہی حق سبحانہ وتعالےٰ جو بحکمِ ھُوَ الظَّاھِرُ موجودات کی شکلوں میں جلوہ فرما ہے۔ جنّت میں مطابق حدیث اِنَّ اللہَ جَنَّتُہٗ لَیْسَ فِیْھَا حُوْرٌ وَلَا قُصُوْرٌ وَلَا لَبَنٌ وَلَا عَسَلٌ وَلٰکِنْ یتجلّٰی رَبِّیْ فضاحکا اور جہنم میں موافق حدیث بخاری حتّٰی یَضَعَ قَدَمَہٗ خود مُتلذّذ ومتالّم ہے۔ اور بحسب آیتہ یُؤْذُوْنَ اللہ وَرَسُوْلَہٗ حق سبحانہ کے لئے تالّم ثابت ہے۔ چنانچہ اس رازِ سربستہ کو حضرت شیخ الاکبر قُدِّسَ سِرُّہٗ نے ''فصوص الحکم'' کے فص یعقوبیؑ میں یوں بیان فرمایا ہے ثُمَّ السِرُّ الَّذِیْ فَوقَ ھٰذَا لِسِرفِیْ مِثْل ھٰذِہٖ

Marfat.com

الْمَسْئَلَتِهِ اَنَّ الْمُمکِنَاتُ عَلیٰ اَصْلِهَا مِنَ الحَدَمِ وَلَیْسَ وُجُوْدُ اِلَّا وَجُوْدُ الحَقّ بِصُرِ اَحْوَالِ مَاهِیَ عَلَیْهُ الْمُمئِکنَات' فِی اَنْفُسِهَا وَاَعْیَانِهَا فَقَدْ عَلِمْتَ مَن یَّلْتذُّ وَمَنْ یَّتَاَلَّمُ. یعنی پھر وہ راز جوایسے مسئلوں میں سب سے اعلیٰ ہے وہ یہ ہے کہ مُمکنات اپنے اصل عدم پر ہیں۔ اور یہ وجود حق تعالےٰ کا اُن حالات کی صورتوں پر ظاہر ہے۔ جس پر ممکنات فی نفسہ اپنے اعیان ثابتہ میں تھے۔ اَب تم کو معلوم ہوگیا کہ کون لذت پاتا ہے اور کون رنج والم اُٹھاتا ہے۔ انتہیٰ۔

هٰذَا هُوَ الْحَقُّ وَالْحَقُّ اَحَقُّ اَنْ یُّتْبَعَ۔ لیکن یہ حقیقتِ الٰہیہ عوام تو کجا خواص کے فہم سے بھی بالاتر ہے۔ اسے اخص الخواص ہی سمجھ سکتے ہیں

اسرارِ حقیقت راہردل نبود قابل   دُر نیست بہر دریا زر نیست بہر کانے

یہ رموزاتِ نہانی مردانِ ہمت ہی ادراک کر سکتے ہیں۔ ہر مخنث نامرد کو ان اسراراتِ الٰہیہ کے سمجھنے کی طاقت ولیاقت نہیں ہے سُلیمانؑ باید کہ زبانِ مُرغاں داند۔ وَالسَّلام عَلیٰ مَنِ اتَّبَعَ الهُدای۔ میاں نظام الدین بھوری والے آجکل اِس جگہ موجود نہیں ہیں۔ برخورداران راضی خوشی ہیں۔ عزیزم محمد اشرف ورشیدہ واندرونِ خانہ سبکو دعوات۔ خلیفہ خوشی محمد کو بہت شوق سے سلام والدُعا۔

ازطرف جُملہ دَرویشاں بصد شوق السلام علیکم ورحمتہ اللہ۔ الٰہی زود بمقصو درسانا بحُرمَتِہ النَّبیّ وَآلِہِ الْاَمجاد۔ ۲۶/اپریل ۱۹۴۵ء

Marfat.com

پیر بھائی میاں محمد یار وٹو کو
لکھے ہوئے خطوط اور خلافت نامہ

(یہ خطوط میاں محمد یار وٹو کے جمع کردہ ملفوظات کی کتاب
''اسرار التوحید'' جلد سوم حصہ دوم سے لیے گئے ہیں)

عزیزم محمد یار! اَلحمد للہِ اَلحمد للہِ آپ کی خِلافت کیلئے اِس مسکین کو اِرشاد عالیہ پہنچ چکا ہے اور یہ لفافہ لکھے جانے کے بعد کا واقعہ ہے۔ شبِ برأت پر آ کر اپنی برأت لے جاویں۔

(مسکین عطا محمد)

عزیزم عزیز از جان مخلصی فی اللہ نُورِ چشمان راحتِ جان میاں محمد یار سلمکَ الرحمٰن خدا حافظ وناصر یار باد بعد دُعائے خیریت جان وایمان وترقی در عشق وتحقیق حقائق القرآن ومراتب فنا وبقا واضح ضمیر منیر عالی باد کہ آپ کو زکام کی تکلیف تھی بواپسی ڈاک اپنی صحت سے مطلع فرماویں۔ خُداوند تعالیٰ آپ کو صحت کاملہ عطا فرماویں بجاہ نبیِ الکریم ﷺ آمین ثُمَّ آمین!

عزیز برادرم! آپ کی خدمات کا اِس مورِ مسکین کو پُورا پُورا اِحساس ہے۔ حق تعالےٰ اِرشاد فرماتے ہیں: فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْراً یَّرَهٗ (سو جس نے ذرّہ بھر بھلائی کی وُہ دیکھ لے گا)۔

حق تعالیٰ طفیل جناب رسُولِ کریم ﷺ آپ کو اپنی بارگاہِ اقدس واَطہر میں قربِ خاص عطا فرماویں اور منزلِ مقصود پر پہنچاویں اور ظاہری باطنی بادشاہ بناویں آمین ثُمَّ آمین! اور یہ مسکین درویش سرکارِ دوعالم حضور نبی کریم ﷺ کی آپ پر خوشنودی آنکھ سے دیکھ رہا ہے اور عنقریب عزّت کا تاج آپ کے سَر پر پہنا دیا جائے گا جس کی چمک انشاء اللہ العزیز مشرق ومغرب کو رَوشن کرے گی۔

عزیزم محمد یار! آپ کو جاننا چاہیئے کہ سیّدِ عوالم سیّد الافراد عالی سرکار جناب حضرت غوث الاعظم ثانی ولا ثانی قبلہ وکعبہ جناب سائیں پاکؒ کے وصال شریف کے بعد ہم پر کئی طرح کی ذِمہ داریاں ہیں مثلاً (۱) لنگر کا خرچ (۲) صاحبزادگان عالی شان کی تعلیم وتربیت (۳) رَوضۂ اقدس کی تعمیر (۴) کتابوں کی اشاعت وغیرہ وغیرہ۔ روضۂ اقدس کی تعمیر شروع کرنے کے لئے ہزاروں روپے چاہئیں لیکن کتابوں کی اشاعت میں ہم بہت سُست

Marfat.com

ہیں۔ اِسلئے آپ کی خدمت میں ایک سکیم پیش کی جاتی ہے۔ وُہ یہ کہ چھوٹی کتابوں میں سے کوئی ایک لے لیں اور اُس کی کتابت کرائیں اور چھپائیں۔ چھوٹی کتاب پر زیادہ سے زیادہ ۴۰۰/۳۰۰ روپیہ خرچ آئے گا۔ کتاب پر ٹائیٹل عُمدہ لگوائیں اور قیمت ۳/۲ روپے رکھیں۔ سارے خاندان میں تقسیم کریں اور کتاب چھپنے پر اَخبار میں اشتہار دیں اور سابقہ کتابوں جو آپ کے پاس ہیں کا اِشتہار کسی اخبار میں ابھی دیں۔ سرِ دست ۴۰۰/۳۰۰ قرضہ اُٹھالیں اور جو کتابوں کی آمدنی ہو وُہ علیٰحدہ کُتب خانہ کے فنڈ میں جمع رکھیں۔ اِس طرح ایک ایک کر کے ہم ساری کُتب چھپوالیں گے اِنشاء اللہ العزیز! دوکانداروں کے لئے ۲۵٪ رعایت اخبار میں دے دیں۔ کُتب خانہ کا نام "جلوی کتبخانہ" تجویز کیا جاتا ہے اور آپ اس کا مرکز فی الحال ڈُھڈّی والا رکھیں۔ کتبخانہ قائم کرنے کے لئے خاص درویشوں سے چندہ بھی لیا جائیگا اگر آپ ایک دفعہ مل سکیں تو بہت ہی بہتر ہوگا تا کہ زبانی فیصلہ کیا جا سکے۔ نیز دربار شریف کے حالات سے مطلع فرماویں۔ اگر آپ نہ آسکیں تو جواب مفصّل دیویں۔ ضروری گزارش ہے فیض احمد کو پیار۔ جُملہ درویشاں کو سلام عرض کردیویں۔ حکیم صاحب کو سلام پہنچادیویں۔ میاں احمد یار۔ اَللہ یار۔ شفقت سب کو سلام باکرام قبول باد۔ مائی صاحبہ کو سلام۔ دیگر جُملہ بچّوں کا پیار۔

۲۵ / جنوری ۱۹۶۱ء مِسکین عَطا محمد شاہ دَولہؒ روڈ گجرات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ٥ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم

عزیزم عزیز از جان مخلصی فی اللہ نُورِ چشمان میاں محمد یار سلمک اللہ الرحمٰن

یہ چند حروف بطورِ سند سرکارِ دو عالم حضور نبی کریم نُورِ قدیم جناب محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور قطبُ الموحّدین سَرتاج الواصلین اعلیٰ حضرت مولانا غُلام محمّد صاحب قِبلہ جلوآنویؒ کے فرمانِ پاک کے مُطابق تحریر کر رہا ہوں: "میاں محمد یار وٹو کو منصبِ خلافت پر فائز کیا جاتا ہے۔" خُداوند تعالیٰ آپ کو دین و دُنیا میں چمکائے اور آپ کا فیض مشرق مغرب میں

Marfat.com

پھیلائے۔

بجاہِ نبی الکریم ﷺ۔ آمین ثم آمین

الراقم:

خادمُ الفقراء مسکین عطا محمد بقلم خود از گجرات

۲۷ر جنوری ۱۹۶۱ء بروز جمعۃُ المبارک

Marfat.com

فرائض شیخ

۱۔ شیخ کیلئے لازمی ہے کہ شریعتِ مطہرہ کا سخت ادب کرے۔ بالخصوص جماعت باجماعت کی پوری پابندی کرے۔ جمعہ کی رونق بڑھانے کی کوشش کرے۔

۲۔ شیخ کے لئے لازمی ہے کہ ہر خاص و عام کے ساتھ خوش طبعی ترک کر دے اور باہیبت و باوقار رہنے کی کوشش کرے تاکہ طالبانِ خدا پر سیاست و رُعب قائم کر سکے۔

۳۔ پیر مثل باپ کے ہوتا ہے اور مُریدان اُس کی اولاد ہوتے ہیں اور مُریدنیاں اُس کی لڑکی ہوتی ہیں۔ اِس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیں۔

۴۔ پیر کامل اپنے مُریدوں میں مثل نبی کے ہوتا ہے۔

۵۔ شیخ کو چاہیئے کہ اپنے آپ کو آراستہ و پیراستہ رکھے اور لباس وغیرہ بلکہ کُل امور میں اَپنے شیخ کی اقتدا کرے۔

۶۔ اگر کِسی قِسم کا کوئی نقص آپ میں پایا گیا تو سارا خاندان عالیہ بدنام ہو جائے گا۔

الرّاقم

مِسکین عطا محمد عفی اللہ عنہ بقلم خود از گجرات ۲۷ رجنوری ۱۹۶۰ء بروز جُمعۃُ المُبارک

خلافت نامہ برائے عزیزم عزیز از جان نور چشمان میاں محمد یار وٹو سلمک الرحمٰن

وَصَلَّ اللہُ عَلیٰ نُورِ کزوشُد نُورہاپَیدا
زمیں از حُبِّ اُوؐ ساکن فلک درعشقِ اُوؐشیدا

اَے کہ ذاتِ پاک تُو نُورِ خُدا — مظہرِ اَسماء و ذاتِ مُصطفٰیؐ
طالبِ دیدارِ تُو رُوحُ الاَمینؑ — جانِ جاں بے جاں شوم حالم ببیں!
کَس ندارم جُز تو یارم دو جہاں — بِشنَو از ناچیز صَد آہ و فغاں
دِل گرفتہ آمدم دَرکوئے تو — جان و دِل کردم روانِ سُوئے تو
رحم کُن یا رَحْمَۃً لِّلعٰلَمیں — ہَست بیمارِ تو جان و دِل حزیں
اَے کہ توئی چارۂ بیچارگاں — ہم اُمّیدِ نااُمیّداں ہَر زماں
وَعْدَۂ لَا تَقْنَطُوْا رَا یادکُن — ایں دِلِ بَرباد رَا آباد کُن
من کہ باشم لائقِ دِیدارِ تُو — کے توانم دیدنت اَنوارِ تُو
کور چشمم روشنم کُن جَانِ ما — اے فدایت جانِ من اِیمانِ ما
کُن مشرف زُود اَز دیدارِ خویش — قُم باذنی گوباِیں بیمارِ خویش

Marfat.com

کاشفِ اسرار

(حیات وتصانیفِ صوفی عطا محمد قادریؒ)

ڈاکٹر نفیس اقبال

Marfat.com